ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

مارچ 2014

تلاش عشق نمبر

دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

Rs:65

CPL No.219

ماہنامہ لاہور

خوفناک ڈائجسٹ

جلد نمبر 17 : شمارہ نمبر 10

مارچ 2014

خط و کتابت کا پتہ

ماہ نامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ لاہور

تلاش عشق نمبر

قیمت ـ 65 روپے

ایجنٹ حضرات سے رابطہ نمبر

سرکولیشن مینجر ـ جمال الدین

0333.4302601

قارئین کرام سے رابطہ نمبر

آفس مینجر ـ ریاض احمد

0341.4178875



ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ مارہ مارچ 2014 کے شمارے کی جھلکیاں

(پبلشر: شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ، لاہور)

"پندرہ خوفناک سزائیں"

تحریر: محمد شہباز، بورے والی ضلع نارووال

نبی پاک صاحب لولاک سیاح افلاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو نماز کے معاملے میں سستی برتے گا اللہ عزوجل اسے پندرہ قسم کی سزائیں دے گا ان میں سے چھ دنیا میں تین موت کے وقت تین قبر میں اور تین قبر سے نکلنے کے بعد

دنیا کی چھ سزائیں

1- اللہ عزوجل اس کی عمر سے برکت زائل کر دے گا۔
2- اللہ عزوجل اس کے چہرے سے نیک لوگوں جیسی نورانیت ختم کر دے گا۔
3- اللہ عزوجل اس کے کسی بھی عمل کا اجر و ثواب نہیں دے گا۔
4- اس کی کوئی دعا آسمان تک بلند نہ ہوگی۔
5- اللہ عزوجل اسے لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار کرے گا۔
6- نیک لوگوں کی دعاؤں میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

موت کے وقت کی تین سزائیں

1- بھوکا ہو کر مرے گا۔
2- ذلیل و خوار ہو کر مرے گا۔
3- مرتے وقت اتنی پیاس لگے گی کہ اگر اسے سارے دریاؤں کا پانی بھی پلا دیا جائے تو پیاس نہ بجھ پائے گی۔

قبر کی تین سزائیں

1- اس کی قبر تنگ کر دی جائیگی اور اسے قبر اس قدر بھینچے گی کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی۔
2- اس کی قبر میں آگ بھڑکائی جائیگی جس میں الٹ پلٹ ہوتا رہے گا۔
3- اس کی قبر میں ایک اژدھا مسلط کر دیا جائے گا۔ جس کا نام الشجاع الاقرع یعنی گنجا سانپ جو بہت سخت زہریلا ہوتا ہے اس کی آنکھیں آگ کی اور ناخن لوہے کے ہوں گے ہر ناخن کی لمبائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی وہ بجلی کی طرح کڑک کر کہے گا میں الشجاع الاقرع ہوں مجھے میرے رب عزوجل نے حکم فرمایا ہے کو تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کے جرم میں صبح تا طلوع آفتاب نماز ظہر ضائع کرنے پر ظہر تا عصر نماز عصر ضائع کرنے پر عصر تا مغرب نماز مغرب ضائع کرنے پر مغرب تا عشاء نماز عشاء ضائع کرنے پر عشاء تا صبح تک مارتا رہوں اور جب جب وہ ایک ضرب لگائے گا تو مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جائے گا پھر وہ اژدھا گنجا سانپ اپنے ناخن زمین میں گاڑ کر اس کو نکالے گا تو یہ عذاب اس پر قیامت تک مسلسل ہوتا رہے گا۔

قبر سے اٹھنے کے بعد کی تین سزائیں

1- اللہ عزوجل جہنم کی آگ کا ایک بادل اس کے چہرے کے سامنے مسلط فرمائے گا جو اس کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔
2- حساب کے وقت اللہ عزوجل اس کی طرف غضب ناک نظر ڈالے گا جس سے اس کے چہرے کا گوشت جھڑ جائے گا۔
3- اس کا حساب سختی سے لیا جائے گا اللہ عزوجل اس کو دوزخ میں لے جانے کا حکم صادر فرمائے گا۔

مکاشفۃ القلوب میں حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں بروز قیامت وہ یعنی نماز میں سستی کرنے والا اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوں گی۔

1- اے اللہ عزوجل کا حق برباد کرنے والے۔
2- اے اللہ عزوجل کے غضب کے ساتھ مخصوص۔
3- جس طرح دنیا میں تو نے حق اللہ عزوجل کو ضائع کیا اسی طرح آج تو بھی اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے۔

تلاش عشق۔ قسط نمبر ۳

تحریر۔ ریاض احمد باغبانپورہ لاہور۔ 0341.4178875

ڈھلتی ہوئی شام کو سب کی آنکھ کھلی اور پھر وہ کھانے پینے کی تیاری کرنے لگے۔ ایسے ہی شام ہوگئی اور پھر اندھیرا پھیلنے لگا اندھیرا پھیلتے ہی راج اپنے چلے کی طرف چلا گیا جبکہ سب ایک ساتھ باہر ہی بیٹھ کر باتیں کرنے لگے نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ ہوائیں چلنے لگیں جو دھیرے دھیرے آندھی کا روپ دھارنے لگی۔ سب ہی حیران ہو رہے تھے کہ یہ یکدم موسم کیوں بدل گیا آسمان بھی صاف تھا دھندلا چاند اپنی پھیکی روشنی پھلائے ہوئے تھا پھر یہ سب کیا ہو رہا ہے خدا خیر کرے لگتا ہے کوئی آسیبی چکر ہے آمنہ نے آندھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یقیناً وہ سایہ آ رہا ہے وہ کچھ کرنے والا ہے تم سب لوگ خیمہ کے اندر چلے جاؤ اپنی جانوں کو بچاؤ۔ آمنہ کی بات سن کر سب ہی ڈر گئے لیکن اس کے باوجود کوئی بھی اندر خیمہ میں نہ گیا وہ سب یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اب کیا ہونے والا ہے وہ سایہ کیا کرنا چاہتا ہے کس کی جان لینا چاہتا ہے کس کو مارنا چاہتا ہے۔ ابھی سب یہ کچھ دیکھ رہے تھے کہ یکدم ہانیہ ان سب کے درمیان سے اٹھی اور یہ کہتے ہوئے پہاڑی کی طرف بھاگنے لگی میں آ رہی ہوں۔ میں آ رہی ہوں۔ یہ کہتے کہتے وہ پہاڑی کی طرف بھاگتی گئی۔ یوں جیسے اس کو کوئی کھینچتے ہوئے لے جا رہا ہو۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراونی کہانی۔

آمنہ کے حلق سے آواز ابھری۔ پکڑو اسے یہ اس کو مار ڈالے گا۔

راج جو آمنہ کو ہی دیکھے جا رہا تھا جو اس کے حسن میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی آواز سن کر چونکا اور ہانیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت اس سایہ کا ہاتھ ہانیہ کی گردن کے پاس پہنچ چکا تھا کہ راج نے ہانیہ کو زور سے دھکا دے کر نیچے گرا دیا۔ سایہ کا وار خالی گیا اسکے لمبے اور ڈراؤنے ہاتھ وہیں کے وہیں رک گئے۔ وہ سایہ یہ سب منظر دیکھ کر غصہ سے ہانپنے لگا اور انگارہ آنکھوں سے راج کو گھورنے لگا اس کی آنکھوں میں راج نے جلتا ہوا آگ کا طوفان دیکھ لیا۔ وہ یہ بات اچھی طرح جان گیا تھا کہ وہ اس پر وار ضرور کرے گا لہٰذا اس نے اپنے آپ کو اس کے وار کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا۔ اس کی سوچ بالکل ٹھیک ثابت ہوئی۔ سایہ نے اس پر حملہ کر دیا حملہ بہت زور کا تھا لیکن جتنی تیزی سے اس نے حملہ کیا اس سے کہیں تیزی سے راج نے خود کو اس سے بچا لیا اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ ہلکی سی سسکاری اس کے منہ سے ابھری اور اس سے قبل کہ وہ اٹھتا اور راج پر یا پھر کسی اور پر وار کرتا راج نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونک دے ماری اس کے پھونک مارتے ہی اس کی کیفیت بدلنے لگی یوں لگنے لگا کہ جیسے اس کے اندر کوئی ہلچل مچ گئی ہو وہ دھندلا سا ہونے لگا سب کی نظریں اسی پر تھیں جو ایک ہیبت ناک دکھائی دے رہا تھا لیکن اب اس کی حالت ایسی تھی کہ جیسے وہ بہت کمزور پڑ گیا ہو۔ یہ سب راج کی پھونک کا اثر تھا اور نہ اس کی ایسی حالت ہونا کبھی وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ غائب ہو گیا۔ ہانیہ جو بے ہوش پڑی ہوئی تھی آمنہ اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی وہ بار بار اس کی نبض چیک کر رہی تھی اسے خدشہ تھا کہ اس کی خوفناک شکل دیکھنے کے بعد اس کے دل کی دھڑکن بند تو نہیں ہوگئی۔ لیکن ایسا کچھ بھی نہ تھا وہ زندہ تھی اس



کی سانسیں چل رہی تھیں۔

یہی وہ درندہ ہے جو ہر رات ایک لڑکی کا خون چوستا ہے۔ آمنہ نے ہانیہ کو سنبھالتے ہوئے راج سے کہا۔ اور راج جو اس کے حسن میں کھویا ہوا تھا اس کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے قریب موجود ہے۔ جس کا خوبصورت عکس اس نے پانی میں تیرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن آمنہ کی آواز سن کر وہ چونک سا گیا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

ہاں جانتا ہوں۔ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں بابا جی نے مجھے سب کچھ اس کے بارے میں بتایا ہوا ہے اور میں اس کو مارنے کے لیے آیا ہوں لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

ہاں کہو۔ آمنہ نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کو مارنے کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔

ہاں میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔ وہ ہانیہ کے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولی۔

میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں تم سے۔

ہاں کہو۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا دی لیکن اس نے راج پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا وہ اپنے جذبات کو اپنی سوچوں کو کچھ بھی اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ اسے میرے پاس آنا ہی تھا مجھے اسی کا انتظار تھا یہی چہرہ ہے جس کے بارے میں میں سوچا کرتی تھی جس کے بارے میں میں دیکھا کرتی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ راج اس سے کیا کہنا چاہتا ہے وہ یہی کہنا چاہتا ہے کہ وہ میری مدد کے بغیر اس کو مار نہیں سکے گا۔ یقیناً وہ مجھ سے میری مدد کی درخواست کرے گا۔

آپ کا نام آمنہ ہے ناں۔

جی۔ وہ مسکرائی۔ لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا۔ وہ حیران نہ ہوئی تھی بلکہ مزید سوال کر دیا تھا کہ اس نے مجھے ویسے ہی دیکھا ہوگا جیسے میں نے اس کو دیکھا ہے۔

مجھے میرے بزرگ نے آپ کے بارے میں بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ تم اس وقت اس جنگل میں ہو اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔

اور کیا کچھ بتایا بزرگ بابا نے۔ آمنہ نے ہانیہ کو ہوش دلواتے ہوئے کہا۔

بہت کچھ بتایا ہے۔ اور وہ سب کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ دیکھیں یہ سایہ کوئی معمولی نہیں ہے اور نہ ہی طاقتوں سے خالی ہے اس کے پاس بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں اس کو مارنا اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی اور یقیناً تم اس کام میں میری مدد کرو گی کیونکہ تم خود اس سائے کے دکھوں کا شکار ہو اس کو مارنے کے لیے مختلف بنائے ہوئے ہو۔

ہاں سچ کہا۔ آپ نے مجھے واقعی اس سائے نے حد سے زیادہ پریشان کر رکھا ہے۔ یہ مجھے کئی بار مارنے آیا تھا لیکن مار نہ سکا ایسا کیوں ہے کیوں اس کا ہاتھ میری طرف بڑھتے بڑھتے رک جاتا ہے میں نہیں جانتی ہوں لیکن جو محسوس کرتی ہوں وہ یہی ہے کہ یہ کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میرے ساتھیوں کی طرح مجھے بھی دبوچ سکتا ہے۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے تمہارا انتظار تھا تم یقیناً پوچھو گے کہ مجھے تمہارا انتظار کیوں تھا۔ وہ میں تم کو بتاتی ہوں مجھے تمہارا چہرہ دکھایا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ دنیا میں ایک نوجوان ایسا ہے جو نہ صرف دیکھنے میں خوبصورت ہے بلکہ جسمانی طاقت کا بھی مالک ہے۔ کئی بار میں تمہارا عکس دیکھ چکی ہوں۔ اور ہر روز ہی مجھے تمہارا

انتظار ہوتا تھا۔اس کی بات سن کر راج ہنس دیا۔
تم ہنسے کیوں۔آمنہ کی سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔
یہ عکس بھی کیا کیا کہانیاں پیدا کر دیتا ہے۔مجھے بھی آپ کا عکس دکھایا گیا تھا اور یہی بتایا گیا تھا کہ تمہارے بغیر میں بالکل بھی کامیاب نہیں ہوسکوں گا چاہے پوری زندگی اس سائے کا پیچھا کرتا پھروں۔اس کو مار نہیں سکوں گا۔یہ کہتے ہوئے اس نے ایک گہری نظر آمنہ کے حسین چہرے پر ڈالی۔
وہ۔وہ۔وہ مجھے ماردے گا مجھے یہاں سے لے چلیں۔ہانیہ کو ہوش آ گیا تھا اور وہ ڈری ڈری نظروں سے چاند کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔اس نے میری دوست کو بھی مار دیا ہے۔وہ عجیب مخلوق ہے لڑکیوں کے دلوں میں اپنا پیار ایسے ڈال دیتا ہے کہ وہ سب کچھ بھول جاتی ہیں اور اس کی طرف سب کچھ چھوڑ کر بھاگی چلی آتی ہیں۔میں بھی ان لڑکیوں میں سے ایک ہوں میں بھی اسکے عشق میں گرفتار ہو کر یہاں آئی ہوں یہ مجھے راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا میرے خوابوں میں چلا آتا تھا اور میری نظروں سامنے کھڑا رہتا تھا منہ سے کچھ بھی نہیں بولتا تھا بس چپ اور خاموش کھڑا رہتا تھا۔میں اس کے حسن میں ڈوبتی چلی گئی اور پھر ڈوبتی ہی چلی گئی مجھے ہر طرف یہی دکھائی دینے لگا کسی بھی کام کو کرنے کو دل نہ چاہتا تھا بس اسی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی اس کو اپنانے کے خواب دیکھتی رہتی تھی اور پھر میں یہاں چلی آئی یہ وہی جگہ تھی جو مجھے خوابوں میں دکھائی دیتی تھی ہماری منزل کوئی تھی لیکن میں نے اس جگہ کو اپنی منزل بنالیا میں اس جگہ کو دیکھتی ہی جان گئی تھی کہ بس یہی وہ جگہ ہے جہاں مجھے آنا چاہیے تھا جہاں وہ میرا انتظار کیا کرتا تھا۔کتنی پاگل تھی میں ایک سائے کے عشق میں گرفتار ہو کر یہاں ویرانے میں چلی آئی۔مجھے اس سے خوف آنے لگا ہے یہ حسین نہیں ہے اس کا اصل روپ بہت ہی بھیانک ہے اور مجھے اس کے اصل روپ سے بہت خوف آتا ہے۔مجھے یہاں سے لے چلو۔کسی ایسی جگہ جہاں یہ نہ ہو۔ہانیہ پتھرائی ہوئی آنکھوں کو پہاڑی کو دیکھتے ہوئے بولے ہی جا رہی تھی اور وہ دونوں اس کی سنتے جا رہے تھے اس کی باتوں کے دوران وہ ذرا بھی نہیں بولے تھے۔
میری بہن تم ڈرو مت۔اب تمہیں کچھ بھی نہیں ہوگا میں ہوں ناں تمہارے ساتھ میری موجودگی میں وہ تم تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکے گا میری لاش سے گزر کر تم تک آئے گا۔آمنہ نے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے تسلی دیتے ہوئے کہا۔
ہاں میں تم سب کی لاشوں سے گزر کر اس تک پہنچوں گا۔دور سے ان تینوں کو ایک آواز سنائی دی جو ہوا میں لہراتی ہوئی ان تک پہنچی تھی۔یہی وہی آواز تھی جو اس سے پہلے بھی وہ سن چکے تھے۔سب کی توجہ اس طرف ہوگئی جس طرف سے آواز سنائی دی تھی دور بہت دور ویرانے کے آخری سرے پر ان کو ایک سایہ دکھائی دیا۔ لہراتا ہوا سایہ۔اسی کا سایہ۔
ہمت ہے تو آگے آؤ۔راج کی آواز ویرانے میں گونجتی ہوئی نہ صرف اس تک پہنچی بلکہ خیمہ تک بھی جا پہنچی تھی آواز سنتے ہی ساحل کی آنکھ کھل گئی اس نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا واضح طور پر اس کو آواز کی بازگشت سنائی دی تھی۔اس نے ٹارچ ہاتھ میں پکڑ کر جلائی ایک ایک کے چہرے پر اس کی روشنی ڈالی۔ہانیہ ان میں موجود نہ تھی۔وہ سمجھ گئی کہ وہ اسی پہاڑی کی طرف گئی ہوگی اپنے محبوب سائے سے ملنے کے لیے وہ اٹھی اور خیمہ سے باہر نکل کر پہاڑی کی طرف دیکھنے لگی وہاں اس کو تین سائے کھڑے دکھائی دیئے۔ان کو دیکھ کر وہ پہلے تو ڈر گئی لیکن پھر ہمت کی اور اس کے قدم ان کی طرف بڑھنے لگے۔ثانیہ کی موت اس کی نظروں کے سامنے تھی وہ ان کی

ساتھی تھی ان کے ساتھ آئی تھی ان کی طرح ہنستی کھیلتی تھی لیکن اب وہ ان میں نہیں ہے یہی سوچیں وہ سوچتی ہوئی چل رہی تھی۔ جس طرح شازیہ غائب ہوئی ہے ہوسکتا ہے ایک ایک کر کے ہم سب غائب ہوجائیں۔ اس کی طرح ہمارا بھی نام ونشان مٹ جائے۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی میں اب چپ نہیں رہوں گی وہ کچھ کر گزروں گی جو کسی نے نہ کیا ہو۔ وہ دل ہی دل میں خود کو مضبوط بنا رہی تھی اپنے اوپر سوار خوف کو اتار رہی تھی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئی تھی۔ اس کے قدموں میں ایک تیزی تھی جو اسے ان تینوں سائیوں کی طرف لے جا رہی تھی۔ اور ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

ساحل۔ ہانیہ ساحل کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف بھاگی اور اس سے چمٹ گئی۔ اگر یہ دونوں یہاں نہ ہوتے تو نجانے میرے ساتھ کیا ہوتا۔ اس نے آج مجھے مارنے کی کوشش کی ہے جس کے عشق کے لیے میں یہاں تک پہنچی ہوں وہ میرا عاشق نہیں ہے میرا دشمن ہے میری جان کا دشمن ہے۔ وہ رو دی۔ اور ساحل اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کی نظریں سامنے کھڑے دونو جوان حسین جوڑے کو گھور رہی تھیں۔ جن کے چہرے اسکے لیے انجان تھے۔ پہلی دفعہ دیکھ رہی تھی ان کو۔

ہماری طرح آپ بھی یہاں سیر کرنے آئے ہیں۔ ساحل نے خاموشی کو توڑا۔

نہیں۔ ہم لوگ تم لوگوں کی حفاظت کرنے آئے ہیں۔ یہی سمجھ لو کہ ہم کو تم لوگوں کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آمنہ نے اس کیطرف بڑھتے ہوئے جبکہ راج کی نظریں اس جگہ کو دیکھ رہی تھیں جہاں کچھ دیر پہلے وہ لہراتا ہوا سایہ کھڑا تھا۔ اس ویرانے کا آخری کونا۔ مجھے اس طرف جانا ہوگا یقیناً وہاں ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔ وہاں ہی وہ انسانوں کو شکار بنا کر لے جاتا ہوگا مجھے وہاں جانا ہوگا۔ یہ سوچ کر اس کے قدم اس طرف اٹھنے لگے اور اٹھتے ہی چلے گئے۔

راج۔ آمنہ کی آواز گونجی اس نے مڑ کر راج کو دیکھ لیا تھا۔ کہاں جا رہے ہو تم۔ وہ کچھ نہ بولا خاموشی سے چلتا رہا۔ رکو راج رکو۔ آمنہ اس کی طرف بھاگی۔ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم اس کو اکیلے میں نہیں مار سکو گے اس کو مارنے کے لیے ہمیں کوئی پلان بنانا ہوگا۔ اس نے راج کا بازو پکڑ لیا۔ اور راج رک گیا۔ ساحل خاموشی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس کو یقین ہوگیا تھا کہ اب انکی جانوں کو کوئی بھی خطرہ نہیں ہے۔ ایک ساتھی کم ہوا ہے تو دو مل گئے ہیں۔ وہ ان کی طرف بڑھی۔

وہ سامنے ہمارا خیمہ ہے اگر چاہو تو ہمارے خیمہ میں رہ سکتے ہو۔ ساحل کی بات پر آمنہ نے اسے دیکھا اور پھر راج کی طرف دیکھا۔ اور سب ہی خیمہ کی طرف چل دیئے۔

یہ سحر ہے۔ یہ حنا ہے یہ علی ہے یہ حسن ہے اور یہ عبداللہ ہے یہ ہمارے ساتھی ہیں۔ ساحل نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اور وہ سب ہی اس نئے آنے والے جوڑے کو دیکھ رہے تھے انکے دیکھنے کا انداز یوں تھا جیسے وہ کسی دوسری مخلوق سے آئے ہوں کیونکہ دونوں کی آنکھوں میں ایک سحر تھا طلسمی سحر۔ ایسا سحر جو انہوں نے صرف کتابوں میں پڑھا ہوگا کہیں دیکھا نہیں ہوگا۔ ایسا سحر تو اس بابا کی آنکھوں میں بھی نہ تھا جو ان دونوں کی آنکھوں میں تھا۔ آئیں بیٹھیں علی نے ایک طرف بچھی ہوئی دری میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں اس جگہ پر بیٹھ گئے جو ان کے لیے خالی کی تھی۔

ہم لوگ یہاں سیر کرنے آئے لیکن یہاں آ کر پھنس سے گئے ہیں۔ علی نے خود ہی بتانا شروع کیا۔

ہاں جانتی ہوں۔ ہانیہ نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ آپ لوگوں کی اک ساتھی بھی غائب ہے وہ اس درندے کے ہاتھ چڑھ گئی ہے۔ آمنہ نے کہا۔

بالکل ایسا ہے۔ شازیہ ہماری ساتھی تھی وہ بہت ہی ہنس مکھ تھی لیکن کچھ کچھ ڈرپوک بھی تھی وہ موت سے بہت ڈرتی تھی جتنا وہ موت سے ڈرتی تھی اتنا ہی۔۔ حسن کہتے کہتے رک گیا۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ زندہ ہے درندہ نے اس کو مارا نہیں ہوگا۔ کہیں قید کر کے رکھا ہوگا۔

ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ راج نے بات میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ مجھے اس آسیب کے بارے میں اتنا پتہ نہیں ہے لیکن کچھ کچھ اس کے بارے میں جانتا جا رہا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کسی بھی وقت ہمارے ہاتھوں مارا جانے والا ہے۔ میرے پاس کچھ طاقتیں موجود ہیں جس سے میں کچھ کچھ غائب کی باتیں جان سکتا ہوں اور میں یہ بات جان لوں گا کہ آپ کی ساتھی زندہ ہے یا پھر اس نے اسے مار دیا ہے۔

کاش ایسا ہو جائے۔ ساحل نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا اگر وہ زندہ ہوئی تو ہم لوگ اس کو بچانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔

لیکن وہ زندہ نہیں ہے وہ مر چکی ہے۔ میں نے اس کو خود مرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہانیہ یکدم بول پڑی۔ اس کے اتنا کہنا تھا کہ سب ہی اس کی طرف دیکھنے لگے خاص کر حسن۔ کیونکہ حسن کو پہلے ہی شک تھا کہ وہ ڈرپوک سی لڑکی اکیلی باہر نہیں جا سکتی۔

ہاں ہاں بتاؤ کہ تم نے اسے کیسے مرتے ہوئے دیکھا۔ حسن نے پوچھا۔

یہ اس دن کی بات ہے کہ میں سوئی ہوئی تھی یکدم میری آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا کہ شازیہ خیمہ سے باہر نکلی ہے۔ اس پر مدہوشی طاری تھی ایسی مدہوشی جو مجھ پر طاری ہوتی تھی میں بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکل گئی اور دیکھنے لگی وہ اس پہاڑی کی طرف جانے لگی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی میں محسوس کر رہی تھی کہ کوئی چیز مجھے اس کا پیچھا کرنے سے روک رہی ہو میں چلنے کی کوشش کرتی تو میرے قدم بھاری ہو جاتے میں ایک جگہ رک گئی وہ چلتی رہی اور چلتے چلتے وہ پہاڑی پر جا پہنچی اور وہاں یکدم وہی سایہ پہاڑی کی طرف سے اوپر ابھرا اس کو دیکھ کر میں لرز کر رہ گئی وہ ایک بلا کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ لمبا کرتے ہوئے شازیہ کی گردن سے دبوچ لیا بس پھر مجھ سے کچھ بھی دیکھا نہ گیا اور میں واپس آ گئی۔ ہانیہ نے جب محسوس کیا کہ اس نے غلط بات کہہ دی ہے تو یکدم اسکے ذہن میں ایک جھوٹی کہانی آ گئی اور اس نے وہ سنا دی۔

اوہ یہ بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم کو معلوم تھا کہ وہ مر چکی ہے پھر تم ہمارے ساتھ اس کو تلاش کیوں کرتی رہی تھی حسن نے پوچھا۔

اس لیے کہ آپ لوگ مجھ پر شک نہ کریں کیونکہ تم سب جانتے تھے کہ مجھ پر ایک سایہ عاشق ہے اور جب وہ اپنے رنگ میں مجھے رنگتا ہے تو میں مدہوش ہو جاتی ہوں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔

ہاں یہ بات تم نے ٹھیک کہی ہے اس کا مطلب ہے کہ شازیہ زندہ نہیں ہے۔ سحر نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن ہمیں اپنی جانوں کو بچانا ہوگا وہ مجھے بھی مارنا چاہتا ہے اگر یہ راج اور آمنہ نہ آتے تو شاید میں بھی اس کے آہنی پنجوں میں جکڑی ہوئی ہوتی اور میری گردن سے بھی شازیہ کی طرح خون بہہ رہا ہوتا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ ہم میں سے کسی کی بھی زندگی یہاں محفوظ نہیں ہے۔ ہمیں یہاں زیادہ دن رکنا نہیں چاہیے جلد سے جلد یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ ہانیہ نے کہا تو سب ہی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ موت کے

خوف سے ان سب کی زبانیں گنگ ہو کر رہ گئیں۔

تم لوگوں نے جانا ہے تو جاؤ لیکن میں نہیں جاؤں گی ساحل نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ موت تو ہمیں شہروں میں بھی آسکتی ہے اگر یہاں لکھی ہوئی ہے تو پھر موت کو کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔ اب ہم اکیلے نہیں ہے ہمارے گروپ میں دو افراد کا اضافہ ہو گیا ہے اور یہ کوئی معمولی نہیں ہیں ہمارے جیسے نہیں ہیں انکے پاس قدرتی طاقتیں ہیں اور یہ اس کا مقابلہ کرنے آئے ہیں اور یقیناً اس کو مار کر ہی جائیں گے اور میں اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔

میں بھی نہیں جاؤں گی علی نے کہہ دیا اگر ایک لڑکی ہو کر بہادر بن رہی ہے تو ہم کیوں بزدل بنیں ہمیں موت نے اگر پکڑنا ہے تو پھر پکڑ لے اگر نہیں پکڑنا تو پھر ہم سمندروں کی گہرائیوں میں بھی موجود ہوں گے تو زندہ بچ سکتے ہیں۔ دیکھا دیکھی سب ہی نہیں رکنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہاں ہاں کوئی بھی تم لوگوں میں نہیں جائے گا۔ اب کسی کو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں مانتا ہوں کہ وہ ایک سایہ ہے ایک بھوت ہے اس کے پاس طاقت ہے لیکن ہم بھی اس سے کم نہیں ہیں ہم اس کا مقابلہ کرنا جانتے ہیں اگر اس کے ہمارا سامنا کرنے کا حوصلہ ہوتا تو وہ بھاگ کر نہ جاتا ہمارے سامنے رہتا۔ راج نے پرجوش ہوتے ہوئے کہا۔ میں آج رات کا چلہ کروں گا اور شازیہ کے بارے میں جاننے کی کوشش کروں گا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے اگر زندہ ہوئی تو میں اس کو جہاں کہیں بھی ہوگی نکال لاؤں گا۔ تم پرسکون ہو کر سو جاؤ آمنہ تمہارے پاس موجود ہے اس کی موجودگی میں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کے پاس طاقت ہے اس کے ہوتے ہوئے وہ سایہ اس خیمہ میں نہیں آسکے گا۔ ہاں کسی کو بھی باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ اگر باہر آ بھی گیا تو اندر ہی رہنا باہر مت نکلنا میں اس خیمہ کے باہر ایک حصار کھینچ دیتا ہوں جو تم سب کی حفاظت کرے گا۔ راج نے سب تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور سب ہی اس کی باتیں سن کر مطمئن ہو گئے۔ ان کے دلوں میں جو خوف پرورش پا رہا تھا وہ جاتا رہا۔ اتنا کہہ کر وہ خیمہ سے باہر نکل گیا اور باہر نکلنے کے بعد اس نے خیمہ کے چاروں طرف حصار کھینچ لیا اور پھر اس طرف کو چل دیا جس طرف اس کو وہ سایہ دکھائی دیا تھا۔

یہ عبداللہ کہاں گیا ہے۔ صبح اٹھتے ہی حنا نے عبداللہ کو اپنے خیمہ میں نہ پا کر کہا۔ وہ جیسے اس کو غائب پا کر پاگل ہی ہو گئی تھی۔

کہیں بھی نہیں گیا ہے اگر کہیں گیا ہے تو واپس آ جائے گا وہ مرد ہے اور کہیں باہر نکلا ہوگا۔ اور پھر وہ ہماری طرح تو نہیں ہے کہ باہر جانے سے ڈر جائے۔ ساحل نے کہا۔

مجھے ڈر لگنے لگا ہے وہ وہ کہیں۔ نہیں نہیں اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ حنا کی حالت یکدم ایسے ہو گئی تھی جیسے اس کو شک پڑ گیا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ ہونے والا ہے اس کا عبداللہ کہیں کھو گیا ہے۔

ہاں۔ بات ڈرنے کی ہی ہے۔ ہم لوگ تو اس وقت کے ڈرے ہوئے ہیں جب سے شازیہ غائب ہوئی ہے ہمارے دلوں میں خوف ہی تو بیٹھ گیا ہے اور اب یہ عبداللہ۔ سحر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

آ جائے گا تم لوگ اس کی فکر نہ کرو۔ آمنہ نے کہا۔ ان دونوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ساحل نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ ڈرپوک انسان نہیں ہے۔ مرد ہے نوجوان ہے اور مرد موت سے ڈرا نہیں کرتے اس کی زندہ مثال راج ہے وہ بھی تو جوان ہے موت سے لڑ رہا ہے راتوں کو جاگتا ہے ایسی ایسی جگہوں پر جاتا ہے جہاں موت کا

خوف ہر جگہ موجود ہوتا ہے وہ بھی تو انسان ہے۔ آمنہ کی بات سن کر حنا نے کہا۔
ہاں وہ واقعی ایک وجیہہ انسان ہے نڈر انسان۔ ہر کسی کو اس جیسا ہونا چاہیے میں اتو اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں کھوسی جاتی ہوں اس کی آنکھوں میں ایک ایسا سحر ہے جو کسی کسی انسان کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔ حنا کی بات سن کر آمنہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ جیسے اسے ایک کرنٹ سا لگا ہو کہ اس نے اس کی اانکھوں کی تعریف کیوں کر دی ہے یہ کیوں کہہ دیا ہے کہ وہ اس کی آنکھوں میں کھوسی جاتی ہے تب وہ خود ہی بولی۔ ہاں اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں واقعی ایک سحر ہے اور اس سحر میں میں ڈوب کر رہ گئی تھی اور پھر اس کے خواب دیکھنے لگی تھی۔ یہ ایک عکس بن کر میرے سامنے آتا تھا اور میں اس عکس کو دیکھتی رہتی تھی اس میں کھوئی رہتی تھی سوچا کرتی تھی کہ وہ دن کب آئے گا جب وہ میرے سامنے آئے گا۔ کیونکہ میرے علم نے مجھے بتا دیا تھا کہ وہ بہت جلد میرے پاس آنے والا ہے لیکن وہ بہت جلد اتنا لمبا ہو گیا تھا کہ میں انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ لیکن انتظار نے تو ایک دن ختم ہونا ہی ہوتا ہے سو ہو گیا اور وہ رات کو میرے پاس چلا آیا۔ اور آیا بھی اس وقت جب میں مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی وہ سایہ میرے اور ہانیہ کے سامنے تھا میں سائے کو دیکھ کر ڈر رہی تھی کیونکہ اس کی آنکھوں میں اس وقت ایک وحشت تھی موت کی وحشت۔
بہت کرتی ہیں آپ اس سے۔ ساحل نے کہا۔
ہاں۔ بہت عرصہ سے کرتی آ رہی ہوں اس کے عکس کو دیکھنے کے بعد اس سے پیار کرنے لگی تھی اور پھر میرا یکطرفہ پیار بڑھتا ہی چلا گیا اتنا بڑھ گیا کہ میں اس کو کوسنے لگی کہ وہ میرے پاس کیوں نہیں آتا ہے پیار کی شدت بھی انسان کو بے بس کر دیتی ہے۔ میری حالت بھی ایسی ہونے لگی تھی۔
عبداللہ کا کہیں بھی پتہ نہیں چلا ہے۔ علی نے خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا ہم دونوں پہاڑی تک بھی ہو آئے ہیں لیکن وہ ہمیں دکھائی نہیں دیا ہے یہ جنگل نہیں ہے ویرانہ ہے یہاں دور دور تک دکھائی دیتا ہے وہ ہمیں کہیں بھی دکھائی نہیں ہے۔ علی کی بات سن کر سب ہی خوفزدہ ہو گئے۔ اور خیمہ سے باہر نکل آئے۔ سب کی نظریں راج کو تلاش کر رہی تھی۔
اس نے تو حصار لگایا تھا خیمہ سے باہر پھر وہ کہاں غائب ہو سکتا ہے۔ ساحل نے کہا۔
وہ وہ۔۔ وہ سایہ اس کو اٹھا کر لے گیا ہوگا۔ وہ بہت ہی ظالم ہے وہ کسی کو بھی معاف نہیں کرے گا ایک ایک کر کے وہ ہم سب کو مار ڈالے گا ہانیہ نے ڈرتے ہوئے کہا اور یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے میں ہی تم سب کو اس ویرانے میں لے کر آئی ہوں ہماری منزل یہ ویرانہ نہ تھا بلکہ وہ جنگل تھا جو اس سے کچھ فاصلہ پر ہے میں نے کہا تھا کہ یہیں رک جاؤ۔
پلیز ہانیہ۔ پاگل پن والی باتیں نہ کرو تمہارا کوئی بھی قصور نہیں ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں کرنا کیا چاہیے۔ لگتا ہے کہ راج بھی اس مسئلے کو حل نہیں کر سکے گا۔ حنا نے کہا۔
وہ کرے گا سب کچھ کرے گا اس نے رات کو کہا تھا کہ وہ ایک رات کا چلہ کرنے والا ہے وہ نجانے کس جگہ چلہ کر رہا ہے وہ آتا ہے تو ہمیں بتائے گا۔ آمنہ نے کہا۔
ویسے علی ہمیں پہاڑی کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف دیکھنا چاہیے تھا۔ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ پہاڑی کے اوپر چڑھتے ہیں لیکن تم نے ہی کہہ دیا تھا کہ نہیں وہ پہاڑی کی دوسری طرف نہیں جا سکتا ہے۔
وہ پہاڑی کی دوسری طرف ہی ہوگا وہ بھی مردہ حالت میں ہانیہ نے ڈرے لہجے میں کہا۔ اگر میری بات کا

یقین نہیں ہے تو چلو جا کر دیکھ لو۔
ہاں چلو یار۔ علی نے کہا تو سب ہی اس طرف کو چل دیئے ابھی صبح کی لو نہیں پھیلی تھی اور انکے خیمہ میں عبداللہ کی غیر موجودگی پر بہت کچھ ہو رہا تھا۔ وہ سب ہی پہاڑی کی طرف چل رہے تھے۔ علی سب سے آگے تھا اس کے پیچھے ساحل تھی اور اس کے پیچھے ایک ایک کر کے سب ہی تھے۔ اور آمنہ چلتے چلتے چاروں طرف دیکھ رہی تھی اس کو راج کا انتظار تھا وہ چاہتی تھی کہ راج آ جائے اور یہ گھمبیر مسئلہ کا حل بتا دے۔ وہ سب پہاڑی تک جا پہنچے تھے اور پھر ایک ایک کر کے سب ہی پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگے۔ اوپر پہنچ کر سب ہی دوسری طرف دیکھنے لگے پہاڑی کی دوسری طرف کچھ ہی دور انہیں کوئی لیٹا ہوا دکھائی دیا۔
وہ وہ دیکھو وہ عبداللہ ہے ہانیہ نے ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں نے کہا تھا کہ وہ مر چکا ہوگا۔ دیکھ لو وہ مرا ہوا ہے اس نے اس کو مار دیا ہے۔ وہ ہمیں بھی مار دیگا۔
تم تو چپ رہو۔ ساحل نے آہستہ سے اسے ڈانٹا کوئی بھی اچھی بات نہیں کرتی ہو۔
آؤ سحر۔ نیچے چلتے ہیں دیکھتے ہیں وہ چیز کیا پڑی ہوئی ہے کہیں وہ عبداللہ تو نہیں۔ علی نے سحر کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئی اس نے اپنا ہاتھ علی کے ہاتھ میں دے دیا اور نیچے اترنے لگی۔ جبکہ حسن بھی اسکے پیچھے پیچھے اترنے لگا۔ اور ان تینوں کے پیچھے حنا بھی اترنے لگی جبکہ آمنہ پہاڑی پر کھڑی راج کو ادھر ادھر تلاش کر رہی وہ کہاں چلا گیا ہے کہاں چلہ کر رہا ہے۔ اتنی دور وہ کہاں جا سکتا ہے مجھے اس کو دیکھنا چاہیے اس کا پیچھا کرنا چاہیے نہیں وہ سایہ۔ نہیں نہیں وہ اس کو کچھ نہیں کہہ سکتا وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اس کے پاس اتنی طاقتیں ہیں کہ وہ اس سے لڑ سکتا ہے۔ ہزاروں سوچیں آمنہ کے دماغ کو مفلوج کرتی جا رہی تھیں وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ وہ اس وقت ان لوگوں کی مدد کرنے آئی ہے۔ وہ چاروں نیچے چلے گئے تھے جبکہ ہانیہ اور آمنہ اوپر ہی کھڑی تھیں۔ وہ تیزی سے اس چیز کی طرف جا رہے تھے جو ان کو دکھائی دے رہی تھی۔
شکر ہے یہ عبداللہ نہیں ہے۔ علی نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ کسی کا ڈھانچہ ہے۔
ہاں یار۔ ڈھانچہ تو ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ ڈھانچہ انسانی ہے کسی جانور کا نہیں ہے۔ حسن نے ڈھانچے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
ہاں انسانی ہی ہے لیکن عبداللہ کا نہیں ہو سکتا ہے اگر عبداللہ کا ہوتا تو اس کے آس پاس خون ہوتا اور کچھ ہونہ ہو پھٹے ہوئے کپڑے تو ہونے چاہیے لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جس سے ہم کہہ سکیں کہ یہ عبداللہ ہے یہ تو محض ایک ڈھانچہ ہے اور وہ بھی صدیوں پرانا۔ علی کی بات سنکر حسن۔ حنا اور سحر کو کچھ سکون سا ملا لیکن حنا کا دل کانپ رہا تھا وہ بار بار ڈھانچے کو دیکھ رہی تھی۔
اللہ نہ کرے کہ یہ عبداللہ ہو۔ وہ جہاں بھی ہو زندہ ہو اگر اس کو کچھ ہو گیا تو میں میں۔۔ وہ رو دی۔
ہاں ہاں وہ صحیح سلامت ہوگا۔ فکر نہ کرو۔ ہم اس کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ علی نے اس کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی حسن سے کہا یار اس کو کہیں دفن کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔
ہاں ٹھیک ہے۔ حسن نے بھی کہا اور پھر علی نے اس انسانی ڈھانچہ کے اوپر سحر کا دوپٹہ ڈالا اور بازوؤں میں اٹھا کر چل دیئے وہ پھر پہاڑی کی طرف چلنے لگے ان کے دلوں میں عبداللہ کی موت کا جو خوف تھا وہ کچھ دیر کے لیے ختم ہو گیا تھا۔ بلکہ اس کا غائب ہو کر کہیں چلے جانا یہ نہیں بھول پائے تھے۔
اس کو دفن کرنے کے بعد ہم عبداللہ کو تلاش کرنے نکلیں گے۔ علی نے چلتے چلتے کہا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوگا

اس کو ڈھونڈ کر لائیں گے اگر ایسے ہی ہمارے ساتھی گم ہوتے رہے غائب ہوتے رہے تو پھر ۔۔وہ کہتے کہتے رک گیا۔اور پھر سب ہی پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگے۔اوپر آمنہ اور ہانیہ بیٹھی ہوئی تھیں آمنہ مطمئن جبکہ ہانیہ کا چہرہ ڈرا ڈرا سا تھا۔آمنہ کو راج نظر آ گیا تھا وہ دور سے چلتا ہوا آ رہا تھا جبکہ ہانیہ کے چہرے پر موت کا خوف سوار تھا وہ جان چکی تھی کہ ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہونے والا ایک ایک کر کے سب ہی موت کے منہ میں جانے والے ہیں۔پہلے شازیہ گئی اب عبداللہ گیا کل کون جائے گا یہ بھی کل پتہ چل جائے گا۔

آمنہ۔وہ آمنہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔لگتا ہے کہ تمہارے پاس بھی کوئی طاقت نہیں ہے جب تمہیں میں نے دیکھا تھا تو تم پر ایک پراسراری نظر آئی تھی لیکن آج ہماری طرح عام سی لڑکی نظر آ رہی ہو۔تمہاری موجودگی میں عبداللہ غائب ہو گیا۔تم کچھ نہ کر پائی۔میں نے تو تمہارا لہراتا ہوا سایہ دیکھا تھا تمہارے پاس غائب ہونے کا ہنر تھا۔

ہاں بہت کچھ ہے میرے پاس لیکن جب سے عبداللہ غائب ہوا ہے میں اسی کے بارے میں سوچ رہی ہوں کہ یہ سب کیسے ہو گیا ہے وہ میری موجودگی میں غائب کیسے ہو گیا ہے اور پھر باہر تو راج نے حصار بھی کھینچا تھا اس کے باوجود بھی وہ۔۔وہ راج آ رہا ہے میں پوچھتی ہوں اس سے کہ یہ سب کیسے ہو گیا۔آمنہ نے کہا۔مجھے تو ابھی اس واقعہ پر یقین نہیں آ رہا ہے۔لیکن یہ مت سوچنا کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گی بہت کچھ کر سکوں گی اور کر کے دکھاؤں گی۔آمنہ نے ان ساتھیوں کو پہاڑی کو چڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا جو آہستہ آہستہ پہاڑی پر چڑھنے میں مصروف تھے پہاڑی پر چڑھنے کے بعد انہوں نے وہ ڈھانچہ نیچے لٹا دیا آمنہ نے اس کے اوپر سے دوپٹہ اتار کر دیکھا۔ہاتھوں سے اس کی ہڈیوں کو چھو چھو کر دیکھنے لگی۔

ڈھانچہ پرانا نہیں ہے۔ایسے ہے جیسے کچھ دیر پہلے اس کے جسم سے گوشت کو تار تار کر کھایا گیا ہو۔

نہیں آمنہ نہیں۔ساحل بول پڑی تمہاری یہ بات درست نہیں ہے۔یہ کسی کا پرانا ڈھانچہ ہے اگر تازہ ہوتا تو یقیناً اس کے پاس خون پڑا ہوا ہوتا۔ایسا کچھ بھی نہیں۔یہ ہے تو انسانی لیکن تازہ نہیں ہے پرانا ہے ہم لوگ اس کو دفنانے کے لیے جا رہے ہیں۔راج بھی پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا تھا اس نے سب کو پہاڑی پر دیکھ لیا تھا خیمہ کی بجائے وہ پہاڑی کی طرف آنے لگا تھا۔پہاڑی پر پہنچ کر اس نے وہاں زمین پر پڑا ہوا ڈھانچہ دیکھ لیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ میں عبداللہ کو بچا نہ سکا وہ خبیث شیطان میرے سامنے ہی اس کو کھا تا رہا میرے سامنے ہی اس نے عبداللہ کی گردن تیز دھار خنجر سے کاٹی اور اس کے جسم کا خون پینے لگا اور جب اس کے جسم کا تمام خون خشک ہو گیا تو تب اس نے اس کا گوشت کھانا شروع کر دیا۔وہ مجھے دکھانا چاہتا تھا کہ میں کس قدر وحشی اور آدم خور بھوت ہوں۔

کیا کیا۔حنا لڑکھڑا گئی۔اور پہاڑی سے نیچے گرتی چلی گئی اس کے منہ سے چیخیں بلند ہوتی ہوئی سنائی دیتی جا رہی تھیں۔حسن پکڑو اسے۔علی چیخا۔حسن تیزی سے حنا کے پیچھے پیچھے اترنے لگا۔سب کی نظریں اس لڑکھڑاتی ہوئی گرتی ہوئی حنا کی طرف تھی جو قلابازیاں کھاتی جا رہی تھی۔اس سے عبداللہ کی موت کا صدمہ برداشت نہ ہو پایا تھا۔سب پر خوف طاری تھا۔وہ نیچے جا گری تھی اس کا عکس سب کو دکھائی دے رہا تھا گو کہ پہاڑی اتنی اونچی نہ تھی لیکن اس کی ڈھلوان بہت لمبی تھی۔وہ گری اور پھر گرتی ہی چلی گئی۔حسن اس کے پاس جا پہنچا تھا۔اس نے حنا کو ہاتھوں میں لے لیا تھا وہ پوری طرح خون میں ڈوب چکی تھی اس کے جسم پر جگہ جگہ خونی خراشیں موجود تھیں۔

وہ بار بار اس کی نبض دیکھ رہا تھا۔
علی نیچے آؤ اس کی حالت بہت خراب ہے اس نے زور سے نیچے سے آواز دی۔
میں جا تا ہوں۔ راج نے کہا اور تیزی سے نیچے گیا اس کے جانے کا انداز اس قدر تیز تھا کہ یوں جیسے ہوا اس کو اڑاتے ہوئے نیچے لے جا رہی ہو۔ لمحوں میں وہ نیچے اس کے پاس تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ بھی ڈوب سا گیا ایک گہرا دھچکا اسے لگا۔ اس نے زخمی حنا کو بازوؤں میں اٹھالیا اور پہاڑی کے اوپر چڑھنے لگا حسن بھی اس کے پیچھے پیچھے چڑھنے لگا۔ لمحوں میں وہ حنا کو لے کر اوپر آ گیا۔ سب ہی ڈھانچہ کو بھول کر حنا کے اوپر جمع تھے۔ سبھی کے چہروں پر خوف کا بھوت سوار تھا آنکھوں میں وحشت تھی لبوں پر خاموشی چھائی ہوئی تھی سب ہی خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔
یہ مری نہیں ہے زخمی ہے۔ اور میرے پاس اس کا علاج ہے میں منٹوں میں اس کو ٹھیک کر دوں گا راج نے کہا اور پھر کچھ پڑھ کر اس پر پھونک مارنے لگا اور ساتھ ساتھ اس کے زخموں پر پہاڑی سے مٹی پکڑ پکڑ کر لگانے لگا۔ اس کے جسم سے رسنے والا خون رکنے لگا۔ وہ تیز تیز سانسیں لینے لگی سب کی جان میں جان آئی۔ ایک گہری سانس راج نے لی۔
چلے کے دوران وہ سایہ وہ مجھے کہتا رہا تھا کہ میں یہ ایک رات والا چلہ چھوڑ دوں ورنہ وہ کسی کو مار ڈالے گا میں اسکی باتوں کو دھمکی سمجھتا رہا۔ لیکن یہ اس کی دھمکی نہ تھی وہ میری نظروں سامنے چلتے چلتے خیمہ کی طرف گیا تھا اور پھر وہاں سے وہ عبداللہ کو اٹھا کر لے آیا تھا اس نے عبداللہ کو میرے سامنے زمین پر لٹا دیا اور اپنی کمر سے چمکتا ہوا خنجر نکالا اور کہنے لگا کہ میں نے اگر یہ چلہ نہ چھوڑا تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ میں نے چلہ نہ چھوڑا اور میں یہی سمجھتا رہا کہ یہ سب میری نظروں کا دھوکہ ہے عبداللہ اصل نہیں ہے عبداللہ کے روپ میں وہ کوئی کھیل کر رہا ہے مجھے خوفزدہ کر رہا ہے میں اس کو دیکھتا رہا اس نے میرے سامنے ہی اس کی گردن کو کاٹ دیا اور پھر اس کا خون پینے کے بعد اس کے گوشت کو ایسے کھانے لگا جیسے کوئی بھوکا بھیڑیا اپنے شکار کو کھاتا ہے لمحوں منٹوں میں اس نے عبداللہ کے جسم کا تمام گوشت ہڑپ کر لیا۔ اور اس کے ڈھانچہ کو کندے پر اٹھا کر پہاڑی کی طرف چل دیا۔ پھر وہ مجھے دکھائی نہیں دیا تھا ہاں اس وقت دکھائی دیا جب میرا چلہ ختم ہونے کو تھا وہ میرے سامنے آ گیا اس کے جسم کانپ رہا تھا وہ مجھ سے ڈرنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں جو خونی وحشت تھی وہ ختم ہو گئی تھی۔ زبان لڑکھڑانے لگی تھی میرے چلے نے اسے بے بس کر دیا تھا وہ منت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن میں اپنے چلے کے آخری الفاظ دہراتا جا رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ میری قید میں آنے والا تھا کیونکہ باباجی نے مجھے کہا تھا کہ جب میں اس سائے کو دیکھ لوں تو اس کے لیے ایک رات کا چلہ کروں اور میرا یہ چلہ اس کو بے بس کرنے کے لیے ہوگا۔ وہ مجھ سے خوفزدہ ہونے لگے گا۔ ایسا ہی ہو رہا تھا وہ مجھ سے ڈرنے لگا تھا۔ اس نے ڈرتے ہوئے کہا تھا۔ میرا نام بلوان ہے میں غیر مسلم ہوں شما سے پیار کرنے لگا تھا لیکن اس نے مجھے دھوکہ دیا۔ وہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے لگ گئی کسی اور سے محبت کرنے لگی یہ سب مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں ایک سادھو کے پاس گیا اور اس کو تمام کہانی سنا دی۔ میری کہانی سننے کے بعد سادھو نے کہا کہ اس کو پانے کے لیے مجھے مرنا ہوگا۔ مجھ پر ایک جنون سوار تھا میں نے کہا میں اس کو پانے کے لیے مرنے کو تیار ہوں۔ میری بات سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور ایک چمکتا ہوا خنجر میرے ہاتھوں میں تھما دیا اور کہا اس سے اپنی گردن کاٹ لو۔ اس لمحے مجھے موت سے ذرا بھی خوف نہ آیا میں نے اس کے ہاتھوں سے خنجر پکڑ لیا اور ایک لمحہ سے پہلے اپنی گردن پر چلا دیا

میری گردن سے خون فواروں کی طرح بہنے لگا میں تڑپنے لگا میں نے تڑپتے ہوئے دیکھا کہ وہ سادھو مجھ پر جھکا ہوا تھا وہ میرے گردن سے خون پینے میں مگن تھا اس کے ہونٹ میرے خون سے تر ہو رہے تھے وہ وحشی ہو رہا تھا۔ وہ میرے زندہ کو گوشت نوچ نوچ کھانے لگا تھا درد سے میں بلبلا رہا تھا لیکن اس کو میری چیخوں سے کوئی غرض نہیں تھی میں سمجھ گیا کہ اس نے مجھے اپنے مقصد کے لیے قتل کروایا ہے وہ بھی میرے اپنے ہاتھوں پھر مجھے کچھ بھی پتہ نہ چلا مجھے درد ہونا بند ہو گیا۔ میں اس کے سامنے کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا وہ پوری طرح وحشی ہو چکا تھا اور میرے جسم کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھائے جا رہا تھا میرے ہاتھوں میں وہی خنجر تھا جس سے میں نے اپنی گردن کاٹی تھی میں نے وہی خنجر اس کی گردن میں ٹھونس دیا اس کو اس بات کا علم تک نہ تھا کہ میں ایسا بھی کر سکتا ہوں وہ لڑکھڑا گیا اور پھر جس طرح میں تڑپا تھا وہ بھی تڑپنے لگا اور وہ بھی میری طرح تڑپتے تڑپتے ٹھنڈا ہو گیا۔ جس طرح وہ میرا خون پی رہا تھا میں بھی اس کا خون پینے لگا مجھے اس کے خون کی بہت لذت آئی اور پھر میں اس کے جسم کا گوشت کھانے لگا میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ میں ایک انسان ہوں میں ایک درندہ بن گیا تھا اور مجھے ایسا بنانے والا وہی تھا جس کا میں گوشت کھا رہا تھا خون پی رہا تھا۔ پھر مجھے خون کی ایسی لت پڑی کہ میں نے سب سے پہلے اپنی محبوبہ کی گردن کاٹ کر اس کا نہ صرف خون پیا بلکہ اس کے جسم کا تمام گوشت کھا گیا اور میرے پاس لڑکیوں کو پھنسانے کا ہنر تھا میں جس لڑکی کو چاہتا تھا اس کو اپنی طرف مائل کر لیتا تھا اور اس کا خون پی جاتا تھا۔ میں کوئی جن بھوت نہیں ہوں ایک بدروح ہوں ایک ایسی بدروح جو آدم خور ہے۔

وہ ڈرے ہوئے لہجے میں مجھے اپنی کہانی سنائے جا رہا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ میں اس کو چھوڑ دوں لیکن یہ اس کی بھول تھی۔ میں اس کو چھوڑنے کے لیے چلہ تو نہیں کر رہا تھا اس کو قابو کرنے کے لیے کر رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ اس کی باتوں کا اس کی منت سماجت کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تو اس نے مجھے دھمکی دینی شروع کر دی۔ کہ بہت سادھو جوگی آئے مجھے قید کرنے والے لیکن آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی ہے کہ مجھے قید کر سکیں تم تو میرے سامنے کچھ بھی نہیں ہو تمہیں جب چاہوں میں پکڑ سکتا ہوں میں تو ایسی باتیں کر کے تمہارا حوصلہ بڑھا رہا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ تمہارے دل میں بہت اونچے خواب اچھلنے لگے تھے تم اپنے آپ کو بہت بڑے عامل سمجھے لگے تھے ایسا کچھ بھی نہیں ہے تم کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہاری نظروں کے سامنے میں ایک ایک کر کے سب کو مارتا جاؤں گا اور پھر آخر پر تمہاری باری ہو گی۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا تھا۔

راج کی کہانی سب ہی بہت غور سے سن رہے تھے۔ ان کے دلوں میں خوف جگہ بنانے لگا تھا وہ جو سمجھ رہے تھے کہ وہ سایہ نہ صرف ان کے قابو میں آئیگا بلکہ اس کا خاتمہ بھی ہو جائے گا یہ بھی انکے دلوں سے نکل گئی انکو اپنی جان کی فکر ہونے لگی۔

اس کا مطلب ہے جو تم نے ایک رات والا چلہ کیا ہے اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آمنہ نے پوچھا۔

فائدہ ہے بہت فائدہ ہے یہ میں بھی جانتا ہوں اور بلوان بھی جانتا ہے کہ بہت فائدہ ہے وہ دھمکی دے گیا ہے وہ جانتا ہے کہ میں اس کی دھمکی میں آجاؤں گا لیکن ایسا کبھی بھی ہونے والا نہیں ہے میں اس کی دھمکی میں کبھی نہیں آؤں گا اور یہ عبداللہ اپنی موت آپ مرا ہے اس کو کیا ضرورت تھی خیمہ سے باہر نکلنے کی میں نے کہا تھا کہ کوئی بھی خیمہ سے باہر نہ نکلے چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن یہ باہر نکل گیا اور اس کے باہر نکلتے ہی اس نے اسکو پکڑ لیا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ لوگوں کو اپنے کانوں کو اچھی طرح بند کر لینا چاہیے تھا تا کہ اس کی آواز تمہارے کانوں میں نہ پڑ سکے اس کی آواز میں ایک سحر ہوتا ہے جو انسان کو ایک لمحہ میں جکڑ لیتا ہے اور یہی ہنر اس کے پاس

ہے اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی بھی طاقت نہیں ہے۔ راج نے تفصیل بتادی۔ اور پھر سب ہی عبداللہ کا ڈھانچہ اور حنا کا بے وجود اٹھائے خیمہ کی طرف چل دیئے۔

آپ لوگ سکون سے خیمہ میں سوئیں میں تم لوگوں کا پہرہ دیتا ہوں راج نے خیمہ سے باہر نکلتے ہوئے کہا حنا کو ہوش آچکا تھا۔ عبداللہ کا ڈھانچہ انہوں نے ویرانے میں کہیں دفن کر دیا تھا اور دن بھر اس کی موت کے تبصرے کرتے رہے تھے اور یہی نتیجہ انہوں نے نکالا تھا کہ آج رات کو کوئی بھی کانوں میں روئی رکھے بغیر نہیں سوئے گا۔ ایسا ہی ہوا تھا۔ سب نے اپنے کانوں کو اچھی طرح بند کر لیا تھا اور سونے کی کوشش کر رہے تھے لیکن نیند کسی کو بھی نہیں آرہی تھی عبداللہ اور شازیہ کی موت ان کے سامنے تھی۔

یہ تو بہت مشکل ہو جائے گی اگر وہ بدروح کو ہم نہ پکڑ سکے۔ آمنہ نے خیمہ سے باہر نکلتے ہوئے راج سے کہا ہاں یہی تو میں سوچ رہا ہوں۔ ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ باباجی نے مجھے دو چلے بتائے تھے ایک تو میں کر چکا ہوں دوسرا ابھی کرنا ہے وہ تین دن کا ہے۔ اس کے کرنے سے وہ بدروح میری قید میں آسکتی ہے۔ راج نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

تو پھر کریں وہ تین دن کا چلہ میں اتنی بہادر ہونے کے باوجود بھی اس بدروح سے ڈرنے لگی ہوں جب سے تم نے اس کی کہانی سنائی ہے مجھے خود اس سے خوف آنے لگا ہے۔ میں تو سمجھی تھی کہ وہ ایک جن ہے جس کو پکڑنا کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن وہ تو بدروح ہے اس کو کئی سال سے خون پینے کی لت پڑی ہوئی ہے جہاں بھی کسی جوان انسان کو دیکھتا ہے اسکے منہ میں پانی آنے لگتا ہے اور پھر منٹوں میں وہ اس کو دبوچ لیتا ہے۔ آمنہ نے راج کے سامنے اپنے خوف کی بات کر دی۔

کم از کم تمہیں تو اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتی ہو کہ وہ تم کو پکڑ نہیں سکتا ہے تمہارے پاس ایسا علم ہے جو وہ تمہیں چھو نہیں سکتا اس کے باوجود بھی تم ڈر رہی ہو۔

ہاں جانتی ہوں لیکن اس کے باوجود بھی میرے دل کو کچھ ہونے لگا ہے یہ دو موتیں دیکھ کر میرا دل بھی کمزور ہو چکا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل میں نے اپنے سارے ساتھیوں کی موت کو دیکھا تھا لیکن اتنا خوف نہ آیا تھا جتنا اب آیا ہے۔ لیکن میں کوشش کروں کہ اپنے اس خوف کو کم کروں تم اپنا چلہ شروع کرو میں ان سب کی نگرانی کرتی ہوں آمنہ نے اپنے دل کو مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

واقعی تم ان سب کی نگرانی کرو گی۔ وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

ہاں میں کروں گی۔ لیکن تم دور چلہ نہ کرنا یہیں قریب کرنا تا کہ میری نظروں کے سامنے رہو تا کہ اگر میں خوفزدہ ہو بھی جاؤں تو تم کو دیکھ کر میرے اندر حوصلہ اور ہمت پیدا رہے۔

ہاں میں یہاں سے چالیس قدم دور چلہ کروں گا۔ تم ان کی نگرانی کرنا۔ اتنا کہہ کر راج چل دیا اور آمنہ خیمہ کے اردگرد چکر کاٹنے لگی۔ وہ اس کے سامنے ہی چلہ میں کھڑا ہو گیا آمنہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گئی اس نے ایک پاؤں اٹھایا ہوا تھا اور ایک پاؤں پر وہ کھڑا تھا۔ اف اتنا مشکل چلہ وہ کانپ سی گئی اور خود بھی کچھ دیر کے لیے ایک پاؤں پر کھڑی رہی لیکن جلد ہی تھک گئی یہ بھلا پوری رات ایک پاؤں پر کیسے کھڑا رہے گا اگر تھک گیا تو اس کا چلہ ناکام ہو جائے گا۔ وہ اس کے بارے میں ہی سوچے جا رہی تھی اور خیمہ کے گرد چکر بھی لگائے جا رہی تھی اس کی نظریں ہر طرف گھوم رہی تھیں کبھی وہ خیمہ کے اندر سوئے ہوئے ساتھیوں کو دیکھتی کبھی ویرانے میں چاند کی پھیلی

روشنی میں بدروح کو تلاش کرتی پھرتی اور کبھی سامنے کھڑے راج کو ایک ٹانگ پر چلہ کرتے دیکھتی ایسے ہی اس کی رات بیت گئی اس کی آنکھیں ایک منٹ کے لیے بھی بند نہ ہوئی تھیں اور وہ سونا بھی نہیں چاہتی تھی اس نے جو پہرہ دینے کا وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنا چاہتی تھی جو وہ کر رہی تھی رات ایسے ہی بیت گئی نہ اس کو کوئی بدروح دکھائی دی نہ ہی کوئی خیمہ سے باہر نکلتا نظر آیا اور راج بھی چلہ ختم کرنے کے بعد اس کے پاس آ گیا تھا وہ بہت ہی مشکل چلتا ہوا اس کے پاس آیا تھا اس کے پاؤں سوجھے ہوئے تھے چلنا مشکل ہو رہا تھا کئی بار گرتے گرتے سنبھلا تھا۔ آمنہ نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا دینے کی کوشش کی لیکن اس نے اس کو روک دیا۔ صبح کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ پہلے علی پھر حسن پھر سحر پھر ساحل پھر ہانیہ اور آخر میں حنا خیمہ سے باہر نکلے تھے سب ہی بہت خوش تھے کہ ان کے ساتھ کوئی بھی ناگوار واقعہ نہیں بیتا ہے۔

آج ہم لوگ چلے جائیں گے۔ ہانیہ نے کہا۔

نہیں۔ ساحل جلدی سے بولی۔ ہم نہیں نہیں جائیں گے جب تک اپنے ساتھیوں کے دشمن کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ لیتے میں نہیں جاؤں گی۔

ہاں ساحل ٹھیک کہتی ہے۔ حسن بول پڑا ہمیں اس کو مرتے ہوئے دیکھنا ہے۔ راج نے جو طریقہ ہمیں بتایا ہے وہ کامیاب رہا ہے اگر ہم نے اپنے کانوں کو بند نہ کیا ہوتا تو شاید ہو سکتا تھا کہ ہم میں کوئی غائب ہوتا اس کی سحرانہ آواز ہم میں کسی کو اپنے سحر میں جکڑ کر ساتھ لے جاتی آج ہم بے خوف ہو کر سوئے تھے۔ حسن کی بات سن کر سب ہی ایک ایک کر کے مانتے چلے گئے کہ جب تک وہ اپنے دشمن کو مرتے ہوئے دیکھ نہیں لیتے نہیں جائیں گے۔

پہلے ہم لوگ یہاں سیر کرنے آئے تھے لیکن اب ہمارا مقصد سیر کا نہیں رہا۔ جو حالات بیتے ہیں اس نے ہمارے آنے کے مقصد کو بدل دیا ہے۔ اب ہم ایک خاص مقصد کے تحت رک رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس مقصد پورا کر کے جائیں گے۔ ساحل نے گہری سانس لے کر کہا۔ اسی طرح کچھ افسردگی اور کچھ ادھر ادھر کی باتوں میں دن بیت گیا سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہے جس نے جو جو کرنا تھا کیا کھانا تیار ہوا کھایا گیا پھر شام ہوتے ہی خیمہ میں بیٹھ گئے۔ اندھیرا پھیلا تو راج چلہ کرنے کے لیے نکل گیا اور آمنہ پہرہ دینے لگی۔ باقی سب اندر بیٹھے رہے۔

مجھے بھی اب زندہ نہیں رہنا ہے۔ زندہ رہ کر کیا کروں گی یہ سب اس ہانیہ کی وجہ سے ہوا ہے اس نے ہی ہیں کہا تھا کہ اس ویرانے میں ہی رہیں گے اس کے آگے نہیں جائیں گے دیکھ لیا یہاں رک کر ایک کے بعد دوسرا ساتھ چھوڑ گیا اور اب پتہ نہیں کس کس نے ساتھ چھوڑنا ہے۔ حنا نے روتے ہوئے کہا۔

پاگل مت بنو۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب یہ سوچنا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے واپس جانا موت سے ڈرنے والی ہے جو میں نہیں چاہتی ہاں اگر تم لوگوں کو اپنی زندگی پیاری تو چلے جاؤ میں نہیں جاؤں گی یہ آمنہ بھی تو ہم جیسی ہی ہے دیکھو اس کی ہمت وہ باہر ہماری نگرانی کر رہی ہے ایک عورت ہو کر ہمارا پہرہ دے رہی ہے اور ہم اندر چھپے بیٹھے ہوئے ڈر رہے ہیں یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے ناں۔

ہاں ساحل کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو ہم کتنے ڈرپوک انسان ہیں اور وہ عورت ہو کر ہماری نگرانی کر رہی ہے ہمارے لیے واقعی شرم کی بات ہے ہمیں بھی اپنے اندر ہمت پیدا کرنی چاہیے اور حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے! اگر موت نے آنا ہے تو خیمہ کے اندر بھی تو آ سکتی ہے عبداللہ بھی تو خیمہ کے اندر تھا لیکن موت اس کو کھینچ کر باہر لے گئی

اور پھر۔۔علی کہتے کہتے چپ ہو گیا۔
چلو آؤ باہر نکلتے ہیں آج کے بعد ہم بھی راتوں کو نہیں سوئیں گے وہی کچھ کریں گے جو آمنہ اور راج کر رہے ہیں ہم بھی اپنے دلوں کو مضبوط بنائیں گے حسن نے کہا اور ساتھ ہی وہ خیمہ سے باہر نکل آیا اسکے پیچھے پیچھے سب ہی باہر نکل گئے آمنہ ان سب کو باہر نکلتا ہوا دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔
ہمیں نیند نہیں آ رہی تھی اس سوچا کہ باہر ہی بیٹھتے ہیں۔سحر نے آمنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
لیکن باہر تم لوگوں کے لیے خطرہ ہے۔موت کا خطرہ۔
کوئی بھی خطرہ نہیں ہے۔خطرہ اگر ہے تو وہ خیمہ کے اندر بھی ہے۔ساحل نے کہا۔
وہ اس کی بات سن کر مسکرا دی۔ہاں ٹھیک کہا تم نے موت کا خطرہ ہر جگہ پہنچ جاتا ہے چاہے وہ محل ہی کیوں نہ ہو۔اچھا ہوا کہ تم لوگوں نے اپنے دلوں کو مضبوط کر لیا۔
میں نے تم سے ایک بات کہنا تھی۔ساحل نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔
ہاں کہو۔آمنہ نے کہا۔
مجھے بھی بچپن سے چلہ وغیرہ کرنے کا شوق ہے میں بھی بچپن سے یہ خواہش دل میں لیے ہوئے ہوں کہ میں بھی جنات کو دیکھوں ان کو اپنے قبضے میں کروں کیا میں ایسا کر سکتی ہوں مجھے کوئی ایسا ہنر بتاؤ کہ میں اپنی اس خواہش کو پورا کر سکوں۔
ہاں ایسا کرنا ممکن ہے لیکن اسکے لیے دل کا مضبوط ہونا بہت ضروری ہے۔میں نے آج تک کوئی بھی چلہ نہیں کیا ہے میری پیدائش ہی ایسے دن کی ہے ایسے لمحات کی ہے ایسے وقت کی ہے کہ جو عامل لوگوں کی نظروں میں بہت اہم ہوتی ہے۔بس یہی وجہ ہے کہ میرے اندر کچھ ایسی خود بخود موجود ہیں جو کسی کسی کے پاس ہوتی ہیں۔اسی راج کو دیکھ لو یہ چاہے ہزاروں چلے کرے لیکن اکیلا کچھ بھی نہیں کر سکے گا اس کو میری مدد کی ضرورت پڑے گی اور میں بھی اس کی مدد کروں گی میں چاہتی ہوں کہ یہ چلے چلے کر کے اپنے آپ کو مضبوط کر لے اس میں وہ سب طاقتیں آ جائیں جو کسی بھی بدروح بھوت جن یا چڑیل کو قابو کرنے والی ہوں ابھی تک نہ اس کے پاس ایسی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی میرے پاس ہاں البتہ جن بھوت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتے ہم کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل لیتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں دیکھتے ہی ہماری اندر چھپی طاقتوں کو دیکھ لیتے ہیں۔آمنہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
کاش میں بھی ان لمحات ان وقتوں اور اس دن کی پیدائش ہوتی جو آپ کی ہیں تو میرے اندر بھی ایسی طاقتیں آ جاتیں مجھے بھی جنات سے خوف نہ آتا۔یہ سب میں کرنا چاہتی ہوں چاہے اس کے لیے مجھے کسی علم والے کی مدد ہی کیوں نہ لینی پڑے۔ساحل نے کہا۔
ٹھیک ہے راج آتا ہے چلہ سے فارغ ہو کر اس سے کہنا وہ تم کو ضرور اس بارے میں مشورہ دے گا۔وہ تمہارے دل کو دیکھے گا تمہاری سوچوں کو پڑھے گا اس کے بعد تم کو کچھ بتائے گا۔آمنہ کی بات سن کر ساحل خوش ہو گئی اور پھر وقت بیتتا گیا۔آج بھی کوئی واقعہ نہ ہوا راج اپنا چلہ مکمل کرنے کے بعد ڈگمگاتا ہوا آ گیا ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر چلہ کرنا بہت ہی مشکل کام تھا لیکن وہ دوسرے دن بھی کامیاب رہا تھا۔وہ سب کو باہر دیکھ کر حیران رہ گیا اور بولا
کیوں خیریت تو ہے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہوئی ناں۔

نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آمنہ جلدی سے بولی۔ یہ سب تمہارے چلہ کو دیکھ رہے تھے تم ایک ٹانگ پر کھڑے تھے یہ یہ حیران ہو رہے تھے۔

ہاں واقعی یہ مشکل چلہ ہے لیکن کوئی بات نہیں کل مکمل ہو جائے گا پھر میرے اندر غائب ہونے کی طاقت آجائے گی دلوں میں کیا ہے وہ جان سکوں گا۔ اور ان مقامات کو دیکھ سکوں گا جو میں چاہوں گا۔ راج کی یہ بات سنکر ساحل جلدی سے بولی۔

یہ چلہ پھر مجھے بھی کروائیں میں بھی ایسا ہی بننا چاہتی ہوں۔

وہ مسکرایا۔ اور بولا۔ ٹھیک ہے میں ایسا کرنے کو تیار ہوں لیکن سوچ لو کہ تم یہ کام تنہائی میں کروگی کوئی بھی تمہارے پاس نہیں ہوگا کوئی بھی تم کو دیکھ نہیں سکے گا اور نہ تم کسی کو دیکھ سکوگی۔ اور پھر تمہارے سامنے بدصورتیں نظر آئیں گی وہ تم کو ڈرائیں گی ان کے چہروں کو دیکھ کر تم شاید اپنا چلہ چھوڑ بھاگو اگر ایسا کروگی تو پھر سیدھی موت کے منہ میں جا گروگی اور تم کو بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ موت ہی تمہارا مقدر ہوگی۔ راج کی باتیں سنکر وہ کچھ کچھ ڈر گئی اور پھر ہمت کرتے ہوئے بولی۔

میں موت سے نہیں ڈروں گی بس مجھے یہ چلہ کرنا ہے میں بھی غائب ہونا چاہتی ہوں ہواؤں میں اڑنا چاہتی ہوں اور دلوں کے حال پڑھنا چاہتی ہوں۔

ٹھیک ہے میں اپنا چلہ مکمل کرلوں پھر تمہارے لیے باباجی سے اجازت لیتا ہوں اگر انہوں نے کہہ دیا تو پھر تم یہ چلہ کر لینا۔ اتنا کہہ کر وہ خیمہ میں چلا گیا اور جا کر لیٹ گیا رات بھر جاگنے کی وجہ سے سب ہی سونے لگے اور پورا دن سوتے ہی رہے ڈھلتی ہوئی شام کو سب کی آنکھ کھلی اور پھر وہ کھانے پینے کی تیاری کرنے لگے۔ ایسے ہی شام ہوگئی اور پھر اندھیرا پھیلنے لگا اندھیرا پھیلتے ہی راج اپنے چلے کی طرف چلا گیا جبکہ سب ایک ساتھ باہر ہی بیٹھ کر باتیں کرنے لگے نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ ہوائیں چلنے لگیں جو دھیرے دھیرے آندھی کا روپ دھارنے لگی۔ سب ہی حیران ہو رہے تھے کہ یہ یکدم موسم کیوں بدل گیا آسمان بھی صاف تھا دھندلا چاند اپنی پھیکی روشنی پھیلائے ہوئے تھا پھر یہ سب کیا ہو رہا ہے خدا خیر کرے لگتا ہے کوئی آسیبی چکر ہے آمنہ نے آندھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یقیناً وہ سایہ آرہا ہے وہ کچھ کرنے والا ہے تم سب لوگ خیمہ کے اندر چلے جاؤ اپنی جانوں کو بچاؤ۔ آمنہ کی بات سن کر سب ہی ڈر گئے لیکن اس کے باوجود کوئی بھی اندر خیمہ میں نہ گیا وہ سب یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اب کیا ہونے والا ہے وہ سایہ کیا کرنا چاہتا ہے کس کی جان لینا چاہتا ہے کس کو مارنا چاہتا ہے۔

ابھی سب یہ کچھ دیکھ رہے تھے کہ یکدم ہانیہ ان سب کے درمیان سے اٹھی اور یہ کہتے ہوئے پہاڑی کی طرف بھاگنے لگی میں آرہی ہوں۔ میں آرہی ہوں۔ یہ کہتے کہتے وہ پہاڑی کی طرف بھاگتی گئی۔ یوں جیسے اس کو کوئی کھینچتے ہوئے لے جا رہا ہو۔

پکڑو اسے۔ ساحل زور سے چیخی۔

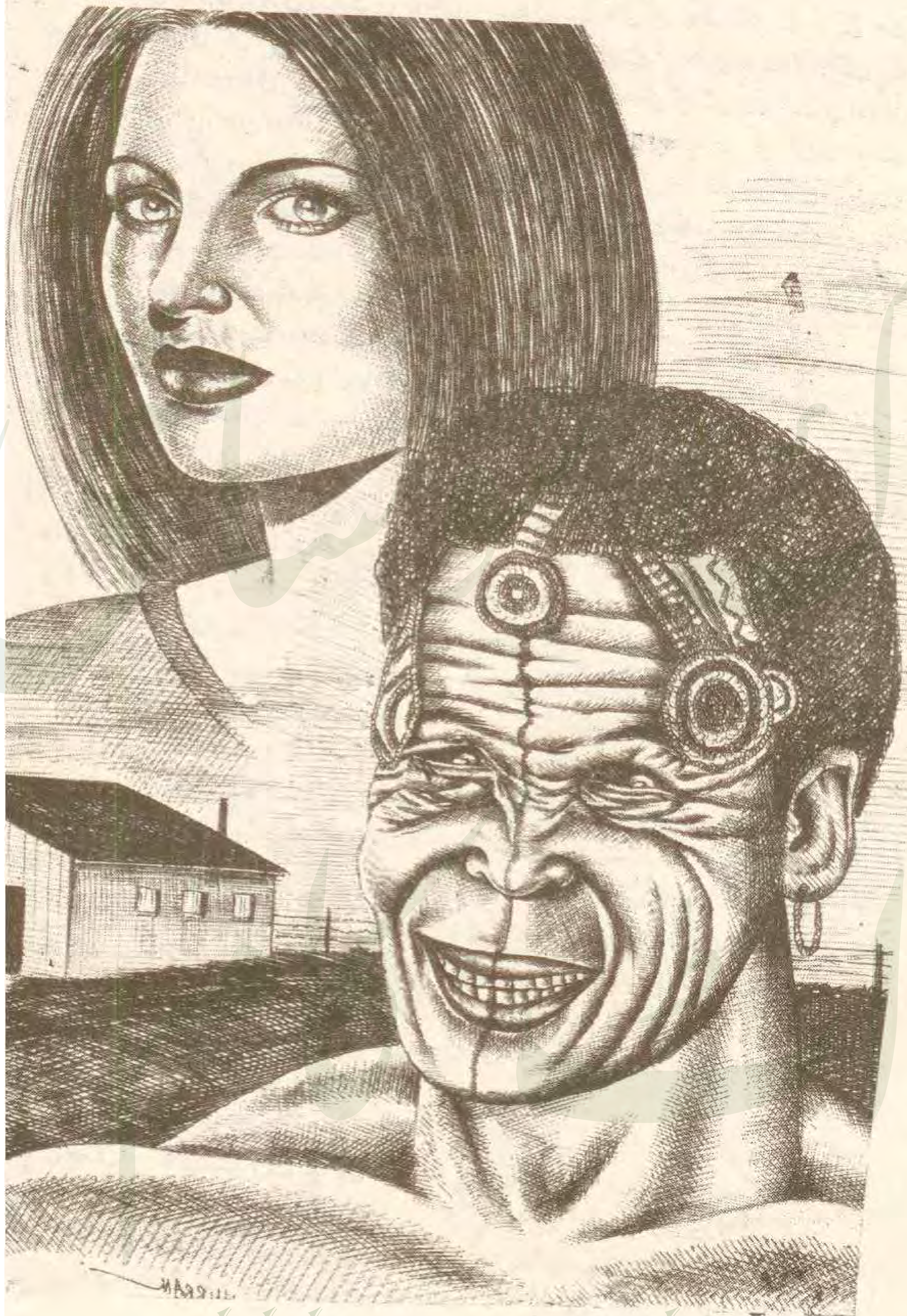
علی اور حسن اس کو پکڑنے کے لیے بھاگے لیکن وہ بہت جا چکی تھی اس کا رخ پہاڑی کی طرف تھا وہ پہاڑی کے پاس پہنچ چکی تھی کہ ایک سایہ پہاڑی کی دوسری طرف سے ابھرتا ہوا سب کو دکھائی دیا جس نے ہانیہ کو دبوچ لیا یہ سب دیکھ کر حنا کے منہ سے ایک زوردار چیخ بلند ہوئی۔ اسکے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیں۔

انوکھا پیار

۔۔۔تحریر: بلقیس خان پشاور۔

صبا بہت خوش نظر آرہی تھی اس کا چہرہ پرسکون تھا دل کو قرار مل گیا تھا سب کچھ ٹھیک تھا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ صبا کیا اب تم چلی جاؤ گی۔ ہاں مگر اس دنیا سے چلی جاؤں گی کیونکہ اب میں مزید اس دنیا میں نہیں رہ سکتی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ لیکن میرا کیا ہوگا میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو کاش تم زندہ ہوتی جب سے تم سے ملا ہوں میں یہ دن کبھی نہیں بھول پاؤں گا اور ہمیشہ تم کو یاد رکھوں گا جاتے جاتے مجھ پر ایک احسان کرنا اپنی قبر کا پتہ مجھے بتا جانا۔ میں کبھی کبھی تمہارے گھر تم سے ملنے آؤں گا۔ احتشام تم بہت اچھے ہو مگر میں اپنے شام سے پیار کرتی ہوں وہ جب گھر سے جا رہا تھا میں اسے روکنا چاہتی تھی مگر جانتے ہو نہیں روک پائی کیونکہ وہ پھر میری روح سے پیار کرنے لگتا اسے جانے دیا احتشام میں اپنے شام کا انتظار کروں گی وہ جب میرے پاس لوٹے گا تو میں اسے گلے سے لگا سکوں گی۔ مجھے اس سے بہت سکون ملے گا وہ میرا پیار ہے اور میں اس کا پیار ہوں۔ ہاں میں تم کو یہ بتا دیتی ہوں کہ میری قبر کہاں ہے تم میری قبر پر آیا کرنا وہاں بیٹھ کر پڑھائی کیا کرنا۔ میں قبر کے اندر تمہاری ہر بات کو سن رہی ہوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے بہت پیار کرتے ہو بہت چاہتے ہو مجھے لیکن میں مجبور ہوں تمہیں پیار نہیں دے سکتی کیونکہ میں اپنے احتشام سے پیار کرتی ہوں آج بھی اس سے پیار کرتی ہوں اور کل بھی وہ میرا پیار تھا۔ تمہارا پیار ایک پاگل پن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تم سب حقیقت جان کر بھی مجھ سے پیار کر رہے ہو۔ مجھے اپنے احتشام کا انتظار ہے جب وہ میرے پاس آئے گا تو میری جدائی میری تڑپ ختم ہو جائے گی میں اب جا رہی ہوں اور اس کے بعد کبھی بھی تمہیں دکھائی نہیں دوں گی ہاں البتہ تمہارے خوابوں میں آتی رہوں گی وہ بھی کبھی کبھار ۔ کیونکہ تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہوا ہے مجھے ایک ظالم کی قید سے چھٹکارہ دلایا ہے۔ اب میں جا رہی ہوں۔ صبا نے مجھے اپنی قبر کا پتہ دیا اور پھر مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور جانے کے لیے اجازت مانگ لی۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا وہ مسکراتی ہوئی میری نظروں سے اوجھل ہوتی چلی گئی کمرہ بالکل خالی ہو گیا جہاں وہ بیٹھی تھی وہ جگہ بالکل خالی تھی اس کا وجود دھواں تھا جو اپنا نشان تک اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

آج شام کا موسم بہت ہی خوشگوار تھا ہر طرف پھولوں کی مہک اور چاروں طرف ہریالی اور باغ دیکھ کر دل باغ باغ ہو رہا تھا میں اپنے گھر کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور اس وقت موسم سے جی بہلا رہا تھا کہ اچانک میری نظر سامنے اس لڑکی پر پڑی جو مجھے روزانہ دکھائی دے دیتی تھی وہ ہمیشہ ایک ہی جگہ پر کھڑی ہوتی اس جگہ سے انچ بھر بھی کبھی ادھر ادھر نہ ہلی ہوتی۔ کبھی بیٹھ جاتی کبھی ایک ہاتھ سر پر رکھتی اور دوسرے ہاتھ سے اپنا چہرہ چھپا لیتی اور کبھی تو سر گھٹنوں پر رکھ کر جیسے بے آواز رونے کی کوشش کرتی اور کبھی کبھی اس جگہ پر کھڑی ہو کر ایک ٹانگ جھلاتی رہتی۔ وہ ایک بڑا درخت



تھا جو صدیوں پرانا تھا برگد کی درخت کی شاخیں بہت زیادہ پھیل گئی تھیں اسی درخت کے نیچے وہ دوشیزہ ہمیشہ سے موجود ہوتی کبھی روتی تو کبھی ہنستی کبھی مجھے دیکھتی کبھی آسمان کو دیکھتی کبھی اسی درخت کے گرد ٹہلنے لگتی مگر وہ تو دائرے کی صورت میں گھومتی رہتی۔ جیسے کسی غیب طاقت نے اسے زبردستی وہاں برگد کے درخت کے ساتھ مقید کر دیا ہو۔ کبھی کبھی اسے دیکھ کر مجھے کچھ کچھ ہونے لگتا اس کا معصوم چہرہ میرے دل کے دروازے پر دستک دینے لگتا مجھے بلاتا کہ میں اس کے پاس جاؤں اس کے آنسوؤں کو صاف کروں اسے حوصلہ دوں اور اس کی پریشانی معلوم کروں۔ دن میں کم از کم ایک بار تو میں اسے ضرور دیکھتا جب بھی میں کھڑکی کھولتا اسے دیکھ کر آنکھیں خیراں ہو جاتیں مگر جب کسی نہ کسی کام کی وجہ سے وہاں سے ہٹ جاتا پھر وہ حسن پیکر کبھی بھی دکھائی نہیں دیتی میں اکثر گھنٹوں اسے دیکھتا رہتا اور سوچتا رہتا کہ یہ کب جائے گی تاکہ میں اس کے پیچھے جا سکوں مگر وہ تو جیسے میرے صبر کا امتحان لیتی جب تک اسے دیکھتا وہ جاتی ہی نہیں اور جب بھی میں اپنے کام سے کہیں چلا جاتا جب واپس آتا وہ نہیں ہوتی میں پھر گھنٹوں اس کا انتظار کرتا مگر بے سود وہ آتی ہی نہیں۔

آج بھی وہ وہی پر بیٹھی ہوئی تھی سر گھٹنوں پر رکھے جیسے بے آواز رو رہی تھی کپڑے بدل لیے تھے کل اسے گلابی رنگ کے کپڑوں میں دیکھا تھا آج سفید لمبی فراک زیب تن کئے ہوئے تھی سفید دوپٹہ شانوں پر ڈالا ہوا تھا اس کے لمبے کالے بال پشت پر کھلے بکھرے تھے میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے پاس جاؤں اور سامنے سے اس کی بے چینی بے تابی کی وجہ پوچھوں مگر ڈر تھا دل میں کہ کہیں برا نہ مان جائے پھر پارک میں بھی نہیں آئیں گی اس گڑبڑ سے بہت ڈر لگتا تھا لیکن آج میرے دل کو بے کلی سے ہوگئی تھی کیونکہ شام کے سائے بہت گہرے ہو چکے تھے مگر وہ لڑکی جانے کا نام نہیں لے رہی تھی رات ہو چکی تھی میں نے ہمت کی اور گھر سے نکل کر ویران پارک کی طرف جانے لگا۔ پارک میں داخل ہو کر میں اسی حسین دوشیزہ کی سمت کی طرف بڑھنے لگا وہ وہی بوڑھے برگد کے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی اور روئے جا رہی تھی مجھے حیرانگی ہو رہی تھی کہ یہ اس ویران پارک میں اکیلی رو کیوں رہی ہے اب میں بالکل اس کے سامنے تھا میں اس سے چند قدم دور کھڑا اس کی ہچکیاں سن رہا تھا۔

سنئے آپ کیوں رو رہی ہیں۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ارے سنئے تو سہی آپ کیوں رو رہی ہیں دیکھئے جی رات گہری ہو رہی ہے گھر چلی جایئے۔ میں نے اس حسینہ سے کہا وہ بڑی معصوم اور سیدھی سادھی لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔

آپ کو کیا۔ آپ کو میرے رونے سے کیا آپ ہوتے کون ہیں کوئی روئے کوئی ہنسے آپ کو اس سے کیا میں کون ہو کہاں سے آئی ہوں۔ جاؤ چلے جاؤ گھر جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں موٹے موٹے انسوؤں کو دیکھ کر میرے رہے سہے اوسان خطا ہو گئے دل کو کچھ ہونے لگا دوبارہ سے وہ رونے لگی۔

پلیز خدا کے لیے روئیں تو نہیں آپ پلیز مجھے بتائیں آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔

ہوں آپ کیا مدد کریں گے اتنے دنوں سے دیکھ رہے ہیں اور صرف تفریح لی ہے کبھی سوچا نہیں کہ کسی انجان کو بھی مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اس کا شکوہ بجا تھا۔ میں تو اسے دیکھ کر ہی دور سے اندازے لگایا کرتا تھا۔ اور وہ میری مدد کی

طلب گار تھی۔

دیکھئے۔ مجھے الہام تو نہیں ہوا تھا کہ آپ کو مدد کی ضرورت ہے ورنہ میں دیری کبھی نہیں کرتا میں مانتا ہوں مسئلے مسائل دکھ دیتے ہیں ہر مشکل کا حل بھی ہوتا ہے آپ بالکل بھی نہ گھبرائیں کھل کر کہیے کہ آخر مسئلہ کیا ہے۔

صاحب جی کیا آپ واقعی میری مدد کریں گے اس نے پر امید نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر کہا

ہاں بالکل نہ صرف میں تمہاری مدد کروں گا بلکہ مشکل وقت میں تمہارا ساتھ بھی دوں گا مگر پہلے یہ رونا دھونا تو بند کرو۔

صاحب جی کہیں حقیقت جاننے کے بعد آپ اپنا فیصلہ تو تبدیل نہیں کریں گے اس کے لہجے میں غیر یقینی تھی۔

ارے بالکل بھی نہیں بھلا کیوں میں وعدہ خلافی کروں گا۔

تو پھر ٹھیک ہے صاحب جی آپ پہلے یہ سن لیں کہ میں ایک روح ہوں۔

اس کی بات سن کر بے ساختہ میرا منہ کھلا رہ گیا اور سو والٹ کا کرنٹ بھی بیک وقت لگا۔

یعنی کہ تم ایک بھوتنی ہوں میں بمشکل بولا۔

ہاں ایک مظلوم بھوت بھی مجھے کہہ سکتے ہیں ابھی سے بتایئے کہ آپ اپنا فیصلہ تو بدل نہیں رہے ہیں۔

نن۔ نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں میں نے دل سے کہا مگر دماغ کہہ رہا تھا کہ اختشام بھوگو یہاں سے کیوں بلاوجہ بھوتوں میں پھنس رہے ہو مگر اس دل پاگل دل کا کیا کرتا جو اس لڑکی کے لیے دیوانہ ہوئے جا رہا تھا۔

جی کہیے اب کھل کر بتا سکتی ہیں میں نہیں بدل رہا۔ فیصلہ میری بات سن کر وہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

آپ کو میں سب شروع سے بتاتی ہوں۔

میرا نام صبا ہے سب لوگ مجھے پیار سے صبا پھول کہتے تھے میں نے بی اے کیا ہے میری والدہ تو میرے بچپن میں ہی جہان فانی سے کوچ کر گئی تھی تب میں صرف تین سال کی تھی والد محترم نے میری وجہ سے دوسری شادی نہیں کی۔ حالانکہ کئی بار لڑکیاں جوانی میں اس پر فدا تھیں مگر محترم والد صاحب مجھ پر سوتیلی ماں کا سایہ بھی پڑنا نہیں چاہتے تھے اس لیے وہ میرے ماں باپ دونوں بن گئے مین ان کی گڑیا تھی ایسی گڑیا جس میں اس کی جان تھی بچپن گزرتا چلا گیا ابو نے ہر خواہش پوری کرنا جیسے خود پر فرض کی تھی مگر میں لاڈ پیار کی وجہ سے کبھی بھی نہیں بگڑی۔ اکثر میں اداس رہتی گھر میں کوئی بہن بھائی نہیں تھا سو تنہائی کی عادی ہو گئی تھی ان دنوں میں میٹرک میں تھی ہمیشہ سوچا کرتی کاش امی بے وقت دنیا سے نہ جاتی تو میرے بہت سے بہن بھائی ہوتے کتنا اچھا ہوتا مگر ابو نے ہمیشہ صبر اور حوصلہ سے آگے بڑھنا سکھایا اس لیے رب کی رضا پر راضی رہی۔ اس طرح دن بر دن گزرتے گئے سالوں بیت گئے میں نے گریجویشن کر لیا ابو اپنا کاروبار سنبھالے ہوئے تھے ہمارا گھر اپنا تھا خوبصورت ڈیزائن سے بنا ہوا تھا بینک میں بھی بہت سارے پیسے تھے کوئی کمی تنگی نہیں تھی ہمارا گھرانہ اچھے گھروں میں شمار ہوتا تھا سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا کہ اچانک ابو جان کو میری شادی کی فکر ستانے لگی وہ اپنی گڑیا کو دلہن بنا کر رخصت کرنا چاہتے تھے یہ خواہش اپنی زندگی میں وہ پوری کرنا چاہتے تھے اس لیے ان کی خواہش تھی کہ میری شادی جلد سے جلد ہو جائے۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ شادی کے بعد ابو اکیلے پڑ جاتے مگر ابو کسی طور پر بھی نہیں مان رہے تھے ان

دنوں میرے ڈھیر سارے رشتے آرہے تھے کچھ رشتے بہت اچھے تھے مگر لوگ پرائے تھے ابو میری شادی اپنوں میں کروانا چاہتے تھے کیونکہ ابو کہتے تھے کہ پرائے اگر تمہیں کاٹ بھی دیں تو کسی ندی نالے میں پھینکیں گے اگر اپنے کاٹ دیں تب چاؤ میں پھینکیں گے۔ ان دنوں ابو کی کزن تھی جو رشتے میں میری پھپھو لگتی تھیں مگر وہ ابو کی سگی بہن نہ تھی بلکہ اس کی چچازاد تھی ان کے بیٹے کے لیے مجھے مانگ لیا پھپھو کا ایک ہی بیٹا تھا اور تین بیٹیاں تھیں دو کی شادی ہو چکی تھی ایک اسکے بیٹے سے چھوٹی چاندنی تھی پھپھو کے بیٹے کا نام بھی احتشام تھا ابو اس رشتے پر دل و جان سے راضی تھی سو انہوں نے پھپھو کو ہاں لگانے میں دیر نہیں کی۔ پھپھو خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی محلے بھر میں ڈھیر ساری مٹھائی تقسیم کی اور دھوم دھام سے میری منگنی احتشام سے کر دی گئی منگنی کے دن جب میں نے شام کو دیکھا تو اسے بس دیکھتی ہی رہ گئی وہ بالکل کسی شہزادے سے زیادہ حسین و جمیل تھا اس کے سلکے بال کندھے تک آرہے تھے سفیدی دودھیاں رنگت کا مالک تھا اس کے چہرے پر ایک داغ بھی نہیں تھا شہد رنگ حسین اور بڑی بڑی آنکھیں تھیں لمبے ڈیل ڈول کا مالک تھا اپنی قسمت پر جیسے مجھے رشک ہونے لگا۔ منگنی کے بعد احتشام نے مجھے موبائل گفٹ کیا میں بہت خوش ہوئی اب اکثر ہم دونوں باہر بھی ملنے لگے میں اس سے دل و جان سے محبت کرنے لگی پیار سے میں اسے شام کہنے لگی وہ مجھے پھول کہتے تھے شام کہتے تھے پھول چاہے کچھ بھی ہو جائے میں زندگی میں کبھی بھی تمہیں کوئی دکھ نہیں دوں گا ہم کبھی لونگ ڈرائیو پر چلے جاتے کبھی ہوٹلنگ کرتے مگر شام بہت شریف تھے ہم دوستوں کی طرح رہتے تھے کبھی اس نے غلط حرکت کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا ہم مستقبل کی خوشیوں کی طرف گامزن تھے کہ پھپھو نے شادی کی تیاریوں پر زور دینا شروع کر دیا پھپھو نے ابو پر زور دینا شروع کر دیا کہ بیٹی کو اتنا جہیز دو کہ سب لوگ منہ میں انگلیاں دے کر حیران رہ جائیں پھپھو کے مطالبات جہیز کے نام پر بڑھتے ہی چلے جارہے تھے وہ جہیز کے نام پر ہینو گاڑی بھی مانگ لی۔ ابو نے ساری عمر کی جمع پونجی نکالی اور جہیز کے نام پر وہ کچھ خریدا جو پھپھو کہتی رہی ابو نے مجھے جہیز کے نام پر اتنا کچھ دیا پھپھو کا پورا گھر ان چیزوں سے بھر گیا میری شادی اتنی دھوم دھام سے ہوئی کہ ابو نے اپنی ہر خواہش پوری کی اور پھپھو نے تمام غیر ضروری رسمیں پوری کی نکاح کے وقت ابو نے اپنا گھر بھی میرے نام کر دیا نئے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں احتشام بہت پیار کرنے والے شوہر ثابت ہوئے جبکہ ساس اور نندیں میری منہ سے نکلی بات کو پورا کر دیتی تھی مجھے کسی بھی کام کی اجازت نہیں دیتی تھیں جیسے میں اس گھر میں راجکماری بن کر گئی تھی۔ شادی کے بعد ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ ابو روڈ ایکسیڈنٹ میں زندگی کی بازی ہار گئے۔ میری تو جیسے زندگی ہی ویران ہو گئی تھی مگر احتشام نے مجھے بہت سہارا دیا مگر میں اکثر ابو کو یاد کر کے روتی رہتی تھی کیونکہ ماں بچپن میں چھوڑ کر چلی گئی تھی اکثر اداس رہتی تھی اس طرح ایک مہینہ بیت گیا۔ اچانک ساس اور چھوٹی نند چاندنی کا رویہ یکسر بدل گیا وہ دونوں بات بات پر ٹوکنے لگیں اور اگر میں ان کے ٹوکنے پر رونے لگتی تو دونوں مجھے منحوس کہتی نحوست پھیلانے کی ذمہ دار سمجھتیں اب تو مجھے نوکرانی بنا کر رکھ دیا پہلے کسی کام کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے تھے اب کہتی بہت دن عیش عشرت سے گزار لیے اب سارے گھر کا کام تمہارے ذمے۔ میں دن رات نوکرانی کی طرح کام کرتی احتشام رات کو تھکا ہارا آتے وہ مجھ

سے پہلے جیسا بھرپور توجہ چاہتے تھے مگر میں کام کرکے خود ہلکان ہوجاتی اسلیے اس کے آنے سے پہلے سے ہی سو جاتی چاندنی اور پھپھو احتشام کے کان بھرنے لگیں مجھ پر جھوٹے الزام لگانے لگیں کہ میں پھپھو کو نوکرانی سمجھتی ہوں چاندنی کو لالچی خودغرض اور گھر کا سارا کام پھپھو سے کرواتی ہوں میں بیوی تھی وہ ماں تھی اس کا پلڑا بھاری تھا کب تک احتشام برداشت کرتے آخرکار وہ بھی مجھ سے متنفر ہوگئے ہم دونوں میں لڑائی جھگڑے شروع ہوگئے ہمارے درمیان پیار ختم ہوگیا احتشام کی دونوں بڑی بہنیں بھی گھر آگئی وہ دونوں شادی شدہ تھیں چند دن کے لیے میکے آئی تھیں اس کی جو بڑی بہن تھی وہ بالکل ماں کی پرتو تھی ان کو دیکھ کر لگتا تھا کہ کسی منصوبے کے تحت آئی ہے احتشام کام پر گئے تھے وہ اپنا بزنس کر رہے تھے گھر میں پھپھو اور انکی تینوں بیٹیاں موجود تھیں گھسر پھسر ہو رہی تھی ان دنوں میں تخلیق کے عمل سے گزر رہی تھی پھپھو بڑی ظالم نکلی میرے اس حالت کے پیش نظر بھی مجھ سے کام کرواتی رہتی چاندنی نے میرے سارے زیورات اچھے کپڑے مجھ سے لے لیے سارا میک اپ کا سامان بھی چھین لیا احتشام مجھے بنے سنورتے دیکھنا چاہتے تھے مگر اس کی ماں بہنیں کوئی انوکھا کھیل کھیلنا چاہتی تھیں میں صفائی کرتی ہوئی کچن میں آگئی ان کے رات کے جھوٹے برتن پڑے تھے وہ دھونے لگی۔ بس کمزوری بہت ہوگئی تھی کچھ ابو کے بے وقت مرنے کا غم تھا کچھ ان پھپھو کا بے جا ستم تھا احتشام کا بدلہ ہوا روپ بھی میرے لیے حیرت کا باعث تھا اچانک میری ساس کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔

نیلم بیٹا کیوں نہ صبا کو جلادیں اس کے مرنے کے بعد کچھ ہمارا ہی تو ہوگا ہم احتشام کی دوسری شادی بہت دولت مند گھرانے میں کروادیں گے یہ نحوست بھی ختم ہوجائے گی اور ہمارے گھر میں مزید نئی چیزیں بھی آجائیں گی پھپھو کی آواز سن کر میں کانپ اٹھی نیلم احتشام کی بڑی بہن تھی اس کے بعد پلوشہ تھی پھر احتشام تھے اور آخر میں چاندنی تھی۔

ارے ماں خدا کا خوف کرو کیوں اس معصوم لڑکی کو مارنے کی باتیں کر رہی ہو یہ ظلم ہوگا میں تم لوگوں کے اس کھیل میں قطعی شریک نہیں ہوں گی پلوشہ نے پھپھو سے کہا۔

ارے پلوشہ تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو اس نحوست کو ہم نے بہت برداشت کرلیا اب اس تسوے بہاتی پاگل کو ہم کیوں مزید کھلائیں پلائیں چاندنی پلوشہ کی بات سے قطعی رضامند نہیں تھی۔

پلوی تو کم عقل ہے اماں ٹھیک کہتی ہے ہم صبا کو جلادیں گے اور کہیں گے کہ کچن میں آگ لگنے سے اس کی موت واقع ہوگئی ہے پھر شام کی دوسری دولت مند بیوی لے آئیں گے نیلم نے چاندنی کی حمایت کی۔

دیکھو تم سب ایسا کچھ نہیں کرو گے ورنہ میں ناراض ہوکر کبھی اس گھر میں دوبارہ قدم نہیں رکھوں گی اماں آپ کی بھی تین بیٹیاں ہیں آخر ہم میں سے کسی کو بھی یہ سانحہ آگیا تب کیا کرگی خدا بھی اس ظلم پر خاموش نہیں ہوگا پلوشہ نے تیز لہجے میں کہا۔

ارے آؤ پلوی دیکھو اس کو اس پر تو اپنے مولوی سسر کا رنگ چڑھ گیا ہے دیکھا اماں میں کہتی تھی کہ پلوشہ کو ولیوں کے خاندان میں نہ بیاؤ مگر تم نے کروادی اس کی شادی اب اللہ رسول ﷺ کی ڈراوے دے رہی ہے نیلم پلوشہ کی بات سن کر غصہ میں ہانپ رہی تھی۔

پلوشہ جو بھی کہہ لے ہم نے فیصلہ کرلیا ہے

صبا جلے گی اور آج ہی جلے گی یہ ہمارا فیصلہ ہے پھپھو حشمی فیصلہ کرتے ہوئے بولی۔

پھپھو کی بات سن کر میرے ہاتھ سے کانچ کا برتن چونک کر گر گیا چونکہ کچن کمرے کے دیوار کے ساتھ تھا اس لیے برتن گرنے کی آواز پھپھو اوران کی بیٹیوں نے بھی سنی پھپھو غصہ سے کمرے سے باہر نکلی نیلم اور چاندنی اس کے پیچھے آئی۔

ہائے ہائے حرام خورنی چھپ چھپ کر ہماری باتیں سنتی ہے دیکھ اس کم بخت کو اس کمینی نے ساری باتیں سن لیں ہیں اگر یہ بچ گئی ہماری خیر نہیں۔ پھپھو نے مجھے بالوں سے پکڑ لیا اور مجھے مارنے لگی۔

امی خدا کے واسطے مجھے چھوڑ دیں میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی۔

اماں اس ڈائن کو نہ چھوڑنا اگر یہ بچ گئی تو ضرور شام بھیا کو سب کچھ بتائے گی نیلم نے پٹرول کا گیلن اٹھا کر کہا اور مجھ پر چھڑکنے لگی

پلوشہ باجی مجھے بچائے یہ لوگ تو ظلم کی انتہا کر رہے ہیں یہ ایک جان ختم نہیں کر رہے ہیں بلکہ میں احتشام کی بچے کی ماں بننے والی ہوں یہ دو زندگیوں کو ختم کر رہے ہیں میں رونے لگی روتے روتے میری ہچکیاں بند ہوگئی۔ پلوشہ مجھے بچانے کے لیے آگے بڑھی مگر نیلم نے اسے دھکا دے کر کچن سے باہر نکالا اور ماچس کی ڈبیا نکال کر مجھے آگ لگادی۔ وہ تینوں جلدی سے کچن سے نکل گئیں اور میرے پیچھے کچن کا دروازہ بند کر گئیں میں چیختی رہی چلاتی رہی مگر انہوں نے ایک نہ سنی مرتے وقت میں نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنا انتقام لوں گی میں دوبارہ آؤں گی اور تب تک نہیں جاؤں گی جب تک اپنا انتقام نہ لوں میری موت بڑی بھیانک ہوئی تھی پوری طرح سے جل گئی تھی اور میری شناخت تک نہیں ہو رہی تھی احتشام کو میری موت کا بہت دکھ ہوا تھا کیونکہ جیسی بھی تھی اس کی محبت تھی میری موت کو حادثے کا رنگ دے کر وہ ماں بیٹیاں مطمئن ہوگئی تھیں اپنی موت کے بعد سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی پھپھو نے پلوشہ کے سامنے قرآن پر ہاتھ رکھ کرا سے اس واقع کی حقیقت بتانے سے منع کر دیا اس کو قسمیں دیں۔ مگر جاتے وقت پلوشہ نے کہا۔

میں تو خاموش ہوگئی ہوں مگر ضرور اللہ اس کا بدلہ لے گا تم لوگ ظالم ہو اور میں آئندہ کبھی بھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی بہو کے ساتھ ساتھ بیٹی بھی مر گئی تمہاری۔

پلوشہ کی باتیں سن کر نیلم اور چاندنی نے ہونہہ کر منہ بنائے اس واقعہ کا ذکر کل کے اخبارات میں بھی آیا تھا سرخی تھی گیس پائپ لیک ہونے کی وجہ سے جوان سال عورت جل کر مر گئی جب میری میت کو دفنایا گیا تب میری روح بری طرح سے بے چین ہوگئی میری بے چینی جنوں میں بدلنے لگی اور میں انتقام کی آگ میں جلنے لگی میرے چہلم کے بعد میں نیلم کے گھر گئی اس کے تین بچے تھے مگر اس دن وہ گھر میں اکیلی تھی بچے سکول گئے تھے شوہر کام پر جا چکا تھا میں نے بھی اسے آگ لگادی نیلم بری طرح جل گئی مگر اس کی سانس نہیں نکلی اگلے دن وہ ہسپتال پہنچی پھپھو وغیرہ ان کی عیادت کر رہے تھے مگر پلوشہ ہسپتال نہیں آئی تھی نیلم نے پھپھو کو بتایا کہ میں نے اسے آگ لگوائی تھی میں بھی ہسپتال میں تھی اس کو نظر نہیں آ رہی تھی جب میں نے صرف نیلم پر خود کو آشکار کیا تب وہ جلے وجود کے ساتھ چیخنے لگی میں نے آگے بڑھ کر اس کا گلہ دبا دیا بڑی سخت جان تھی مرنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی مرتے وقت اس نے اپنا گلہ پکڑا تھا اور خود اسے دبا رہی تھی مرتے وقت نیلم نے پھپھو کو بتایا کہ صبا میرا گلہ دبا رہی تھی اور پھر نیلم بھی مر گئی۔ اگلا نمبر

چاندنی کا تھا مگر پھپھو بڑی تیز نکلی اس نے کالے جادو کرنے والے ایک ماہر کا پتہ معلوم کر لیا اور نیلم کی میت دفنانے کے بعد اس جادوگر سے ملنے چلی گئی۔ اس جادوگر کا نام شمریز تھا شمریز بوڑھا اور کالے رنگ کا تھا پھپھو نے شمریز جادوگر کو ساری بات بتائی شمریز نے رات ہی رات میں گندہ عمل کر کے مجھے اسی برگد کے درخت کے ساتھ ہی قید کر لیا میں ایک جادوئی حصار میں بندھ کر رہ گئی۔ اب میں اس حصار سے باہر نہیں جاسکتی۔

اس نے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا میں نے اس درخت کے تنے سے نیچے دیکھا تو بہت غور و فکر کے بعد وہاں پر کالے رنگ کے راکھ اور چونے سے ایک حصار نظر آیا یہ حصار ایک نظر دیکھنے پر معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ لڑکی اس میں قید ہوگئی تھی۔ اب مجھے سمجھ آیا کہ یہ لڑکی مجھے ہمیشہ اس بوڑھے درخت کے ساتھ کیوں دکھائی دیتی تھی اور اسی جگہ پر بیٹھی ہوتی تھی اور کبھی کھڑی ہو جاتی تھی۔

مگر تم تو ایک روح ہو کیا روحیں انتقام لے سکتی ہیں میں نے تو سنا ہے کہ روحیں تو وجود نہیں رکھتیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔

ہاں تم نے ٹھیک سنا ہے مگر کچھ روحیں اپنی پوشیدہ طاقت کے بل بوتے پر انتقام لینے پر قادر ہوتی ہیں تم باقی باتیں چھوڑو مجھے اس حصار سے باہر نکالو میرا دل جل رہا ہے انتقام لینے کی خاطر میں جنونی ہوگئی ہوں کیا اب بھی تم میری مدد کرو گے صبا نے پرامید نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا۔

ہاں کروں گا مگر تم اس دنیا سے چلی کیوں نہیں جاتی تم پر ظلم ہوا ہے مگر ضروری تو نہیں کہ تم بھی ظالم بن جاؤ۔

احتشام تم نہیں جانتے میں دوسری صبا نہیں بنانا چاہتی پھپھو وغیرہ شام کی دوسری شادی اسی لیے کر رہے ہیں کہ وہ دوسری بیوی کی جائیداد ہڑپ کر لیں اور بعد میں اس کو بھی کیچن میں جلا دیں تم پر یہ سب نہیں گزرا اس لیے تم کہہ رہے ہو۔ پلیز تم مجھے کسی طرح اس حصار سے نکال دو اپنا انتقام لینے کے بعد میں اس دنیا سے چلی جاؤں گی۔

مگر مجھے تو کوئی جادو نہیں آتا کہ اس جادوئی حصار کو ختم کر لوں تم مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔ میں نے حامی بھرتے ہوئے کہا۔ صبا ہنس کر بولی۔

بدھو کسی عامل سے ملو اور اس سے معلوم کرو کہ حصار کیسے ختم کیا جاتا ہے جب حصار ختم ہو جائے گا پھر باقی سب کچھ میں خود کر لوں گی۔

ٹھیک ہے۔ میں نے دوسرے دن پھر آنے کا کہہ کر وہاں سے چلا آیا۔ وہ میرے سامنے سے غائب ہوگئی۔ دوسرے دن میں ایک نجومی عامل سے ملا میں نے اس عامل کو تمام حقیقت سے آگاہ کیا پہلے تو نہ مانا مگر میرے بہت اصرار پر وہ مان گیا۔ عامل نجومی نے مجھے حصار ختم کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا میں وہاں سے گھر آگیا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس لڑکی سے دلی ہمدردی ہوگئی تھی اور میں اس سے بے پناہ متاثر ہوگیا تھا۔ میں اس کی سادگی اور معصومیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ مجھے اس سے پیار ہوگیا۔ مگر وہ ایک روح ہے یہ سوچنے والی بات ہے کہ مجھے وہ کیسے ملے گی کاش وہ زندہ ہوتی تو میں اسے اپنی زندگی میں شامل کرتا مگر اب ایسا ممکن ہیں تھا مگر پھر بھی میں اسے دل کی گہرائیوں سے چاہنے لگا اور اسی لیے میں اس کی ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوگیا۔ شام کو میں اسی پارک میں چلا گیا وہ وہی میری منتظر تھی مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی نجانے کب سے میرا انتظار کر رہی تھی آج اس کی آنکھوں میں مجھے امید کی کرن نظر آ رہی تھی صبا مجھے دیکھ کر بے تابی سے بولی۔

کیا ہوا احتشام۔ کیا تم کسی عامل سے ملے کیا

حصار ختم کرنے کا عمل تم نے ڈھونڈ لیا کیا کہا عامل نے تم کسی عامل سے ملے بھی کہ نہیں صبا لگا تار سوالوں پر سوال کررہی تھی اس کے سوالوں پر میں مسکرادیا۔ وہ بے چینی سے بولی۔

بتاؤ ناں کیا ہوا۔

عامل نے جو باتیں مجھے بتائی تھیں میں نے اس کو بتادیں میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ میں تمہارا حصار ختم کرسکتا ہوں یہ سن کر وہ بہت زیادہ خوش ہوگئی۔ اور میں نے وہ حصار مٹا دیا وہاں اس کی راکھ اور چونے پر عامل کا دیا ہوا عمل والا دودھ گرادیا دودھ جیسے ہی حصار سے ٹکرایا بدبو سی پھیل گئی اور عمل کے دودھ نے کمال مہارت سے اپنا اثر کردکھایا۔ حصار کے ختم ہوتے ہی صبا اڑتی ہوئی ہوا میں معلق ہوگئی میں گردن اٹھا کر اسے دیکھنے لگا صبا کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری تھی خوشی کا اظہار اس کے انگ انگ سے ظاہر ہورہا تھا

صبا نیچے آؤ میں تمہیں خوش دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ وہ میرے پاس آکر اتر گئی اب وہ بالکل میرے سامنے کھڑی تھی میں بھی بہت خوش ہوا

احتشام دنیا میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں ہے اس لیے تو دنیا موجود ہے میں ہمیشہ تمہاری شکر گزار رہوں گی آج کل کے زمانے میں کوئی اپنوں کے لیے اتنا کچھ نہیں کرتا اور تم نے مجھ جیسی پرائی کے لیے اتنا کچھ کیا جسے تم یاد بھی نہیں کرسکتے۔ تم پرائی نہیں ہو میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے دل سے تمہیں اپنا مانا ہے اور تم تو مجھے دل سے پسند ہو کاش تم زندہ ہوتی تو میں ساری زندگی تمہیں پیار کرتا۔ تمہاری ہر خواہش کو پورا کرتا مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے میں اپنے آپ پر حیران تھا کہ میں کیا بولے جارہا ہوں میری باتیں سن کر وہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔

پگلے کیسی باتیں کرتے ہو میں تو ایک روح ہوں تم روح سے کیوں پیار کررہے ہو دنیا میں بہت ساری لڑکیاں ہیں کسی نہ کسی سے پیار کرلو اچھا اب میں چلتی ہوں پھر ملوں گی اور ہاں اب تم کو میری ضرورت جب ہو صرف ایک بار میرا نام لینا میں حاضر ہوجاؤں گی۔ پھر وہ غائب ہوگئی۔ میں حیران پریشان کئی گھنٹوں تک وہاں پر بیٹھا رہا پھر گھر چلا آیا اپنے کمرے کی کھڑکی بند کردی تھی اب میں کیوں دیکھوں اس کھڑکی سے جس میں صبا نہیں نظر آئے اگلے دن جب میں کام سے گھر آیا تو صبا پہلے سے میرے کمرے میں موجود تھی مجھے دیکھ کر خوشی سے بولی۔

احتشام میں تمہارا ہی انتظار کررہی تھی۔

اچھا میرا انتظار کررہی تھی میں نے خوشی سے کہا میرے گھر والوں نے تمہیں دیکھا تو نہیں۔

ارے پاگل میں تمہارے سوا کسی کو بھی نظر نہیں آتی صرف تم دنیا میں واحد انسان ہو جسے میں نظر آتی ہوں آج وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی بے ساختہ میں نے پوچھ لیا۔

صبا کیا بات ہے کیوں اتنی خوش ہو۔

احتشام میں نے آج چاندنی کو آگ لگوادی ہے وہ بری طرح جل مری ہے میں نے اسے مار دیا ہے تم دنیا میں واحد انسان ہو جس سے میں ہر خوشی شیئر کررہی ہوں صبا ہنستے ہوئے بولی۔

تم نے اسے کیسے مار دیا میں خوف سے کانپ کر بولا۔

ارے بہت آسانی سے میں شام کے گھر گئی چھپ گئی ہوئی تھی چاندنی گھر پر اکیلی تھی میں گھر میں گھومتی پھرتی کچن تک آگئی۔ چاندنی کسی فلم کا گانا گارہی تھی۔

منزلیں رسوا ہے کھویا ہے راستہ
آجاؤ پاس تم خدا کا ہے واسطہ
میں تیری روح میں شامل ہوں

میں تیرے پیار میں مدغم ہوں
ابھی وہ یہ فضولیات گا رہی تھی کہ میں اس کے سامنے آ گئی مجھے سامنے دیکھ کر اس کی گگی بند ہو گئی پھر اٹکتے ہوئے بولی۔
تت۔تت۔تم تم تو مر چکی تھی۔
میں اسے ہکلاتے ہوئے دیکھ کر خوش ہو گئی اور پھر اسے کہا کہ چاندنی بی بی میں تو مر گئی مگر اب تمہاری باری ہے میں تم لوگوں سے اپنا انتقام لینے آ گئی ہوں۔ پلوی باجی نے صحیح کہا تھا۔کہ خدا بھی اس ظالم پر خاموش نہیں رہے گا مجھ میں مخفی طاقتیں آ چکی ہیں اب میں تمہیں جلا کر کوئلہ بنا دوں گی جس طرح میری میت کو کسی نے پہچانا نہیں تھا تمہاری میت کو بھی کوئی پہچان نہ پائیگا۔
صبا باجی مجھے مت مارو ہم سے بھول ہو گئی ہمیں معاف کر دو چاندنی رونے لگی۔
کیسے معاف کر دوں میرے ساتھ ساتھ تم سب میرے نومولود بچے کی بھی قاتل ہو کیا تم لوگوں نے مجھے معاف کیا تھا حالانکہ میں نے تو کوئی گناہ بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے یہ کہہ کر اسے آگ لگا دی۔وہ مرنے سے پہلے چیختی چلاتی رہی مجھ سے معافیاں مانگتی رہی مگر میں نے اسے جلا کر خاک بنا دیا۔کل کا اخبار دیکھ لینا چاندنی کی چڑیل زدہ تصویر فرنٹ پیج پر شائع کی گئی ہوگی۔
تم نے یہ اچھا نہیں کیا تم اپنا انتقام خدا پر چھوڑتی تم بھی ظالم بن رہی ہو صبا یہ سب خوشی سے بتا رہی تھی مگر مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ کاش کہ صبا کو اس حصار سے باہر آزاد نہ کیا ہوتا۔ میں بھی چاندنی کی موتمیں برابر کا شریک ہوں۔
نہیں یہ سب خدا نے اسی طرح سے لکھا تھا ورنہ میں کیسے کسی سے انتقام لے سکتی کتنے لوگوں کے ساتھ ظلم ہوتا ہے کتنے روز بے گناہ مرتے ہیں مگر قدرت یہ سب چاہتی تھی تبھی تو میں مرنے کے بعد بھی اس دنیا میں موجود ہوں تا کہ لوگ مجھ سے کام لیں تسلیم کریں کہ خود کو زمینی خدا سمجھنے والے یہ بھول چھوڑ دیں کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں ایک خدا اوپر بھی ہے جو سب کی سنتا ہے سب دیکھ رہا ہے دوسروں کو عبرت لینے کے لیے خدا یہ سب کرواتا ہے۔صبا کی باتیں سن کر میرے بے قرار دل کو تھوڑی بہت تسلی ہوئی۔
ٹھیک ہے اب تم کیا کرو گی کیا ساری رات یہی پر رہو گی۔
نہیں آج میں شام سے ملنے جاؤں گی اسے سب کچھ بتاؤں گی انکے گھر کا ماتم دیکھوں گی پھر پھپھو کا فیصلہ کروں گی کہ اس کے ساتھ کیا کرنا ہے صبا کی خوشی دیکھ کر میں جیسے ہر غم سے آزاد ہو گیا کئی گھنٹوں تک وہ مجھ سے ہمکلام رہی جب رات کے بارہ بجے تب وہ چلی گئی۔ البتہ مجھے ساری رات نیند نہیں آئی کیونکہ بس مجھے ایک ہی بات ستا رہی تھی کہ انتقام لینے کے بعد صبا اس دنیا سے چلی جائے گی تب میرا کیا ہوگا انہی سوچوں میں الجھ کر میں سو گیا۔
صبح نہا دھو کر میں آفس چلا گیا شام کو بائیک دوڑاتا ہوا واپس تھکا ہارا گھر آ گیا گھر والوں کے ساتھ کھانا کھایا پھر اپنے کمرے میں آ گیا دیکھا تو وہاں پر صبا پہلے سے موجود تھی۔اسے دیکھ کر میری ساری تھکن اتر گئی وہ بھی میری طرف دیکھ کر مسکرا دی اس کی مسکراہٹ بڑی دل کش تھی
صبا کیا بات ہے بہت خوش ہو۔
ہاں کل رات میں پھپھو کے گھر گئی تھی بارہ بجے جب میں وہاں پہنچی تو تب تک بھی وہ لوگ جاگے ہوئے تھے اور چاندنی کی موت کا ماتم منا رہے تھے پلوشہ بھی آئی ہوئی تھی پھپھو پلوی اور شام تینوں ایک ہی کمرے میں تھے پھپھو بین

کرر ہی تھی آنسواس کے رخسار پر ندی کی طرح بہہ رہے تھے شام خاصہ کمزور ہوگیا تھا چاندنی کو دفنا چکے تھے شام بہت پریشان تھا۔ میں انتظار کرنے لگی کہ کب شام اپنے کمرے میں جائے گا۔ تاکہ میں اس سے بات کرسکوں دوسرے رشتہ دار بھی ایک ایک کمرے میں موجود تھے میں نے سب کو دیکھ لیا تھا سارے رشتہ دار تھکے ہارے بیچارے نیند کی وادی میں گہرے ہوکر سوگئے تھے پلوشہ باجی ایک دم بولی۔ بس کر اماں یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے نہ تم کسی پر ظلم کرتی اور نہ یہ ساغات ہوتے پھپھو حیرت سے پلوشہ کو دیکھنے لگی احتشام جو پریشان تھا سیدھا ہوگیا۔

پلوشہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو احتشام حیرت سے بولا

شام بھیا ان سب کی ذمہ داری اماں ہے شام بھیا اگر ابھی میں خاموش رہی تو تب میرا دل پھٹ جائیگا میں مرجاؤں گی اب تو نیلم باجی اور چاندنی بھی نہیں رہی اماں میں نے کہا تھا کہ یہ ظلم نہ کرے مگر آپ تو خدا بن گئی تھیں اپنی من مانی کرلی پلوشہ رو رہی تھی رو روکر کہہ رہی تھی پھپھو حیرت سے پلوشہ کو دیکھ رہی تھی جبکہ شام کو کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔

پلوشہ تم صاف صاف کہو کیا کہہ رہی ہو میرے ذہن میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ احتشام الجھ کر بولا۔

احتشام بھائی میں سب بتاتی ہوں کہ نیلم اور چاندنی کی موت جلنے سے کیوں ہوئی مگر پہلے آپ قسم کھالیں کہ کچھ الٹا سیدھا اس وقت نہیں کریں گے گھر میں مہمان ہیں پھر پلوشہ نے خود احتشام کو ساری بات بتائی جسے سن کر میرا شام واقعی رونے لگا۔

احتشام میرا ضمیر مطمئن نہیں تھا اماں نے مجھے قسمیں دی تھیں اس لیے خاموش تھی مگر اب جب میری بہنیں نہیں رہی بھابھی بھی جل گئی گھر کا شیرازہ بکھر گیا مجھ سے برداشت نہیں ہوا اس لیے سب بتا رہی ہوں۔

اماں آپ کو کیا ملا یہ سب کر کے کون سا سکون حاصل ہوا آپ کو بتایئے صبا سے پہلے مجھے متنفر کیا پھر اس سے مجھے دور کرنے کی شازش کی وہ ماں بھی بننے والی تھی مگر آپ سب پر تو لالچ طاری تھا۔ چیزیں چاہیے تھیں آپ کو چیزیں تو مل کر بھی کر آپ اپنے پیاروں کے رشتوں سے محروم ہوگئی ہیں نہ بیٹیاں رہی ہیں نہ بیٹا رہے گا میں ایسی عورت کے ساتھ اپنی باقی زندگی ہرگز نہیں گزاروں گا جس کو چیزوں کا ہوس ہو جیسے پیار کرنا نہیں ہو حالانکہ میں نے تو سنا تھا کہ ماں اپنی اولاد کی خوشیاں چھین لیں آپ نے نیلم باجی کو تباہ کیا اس کے بچے رل گئے شوہر آوارہ گردی کرنے پر مجبور ہوگیا کل کو دوسری عورت سے شادی کرے گا۔ میری زندگی کی خوشیاں چھین لیں مجھ سے میرا پیار چھین لیا میرے من کا من پسند سب سے عزیز کھلونا جلا دیا جیسے میں ساری زندگی سے زیادہ پیار کرتا تھا میرا ہونے والا بچہ مار دیا تم ماں ہو یا ڈائن جو اپنی بچوں کی خوشیاں کھا گئی بتائیں خاموش کیوں ہیں آپ احتشام چیخا۔ پھپھو جیسے بت بن گئی تھی نہ کچھ بول رہی تھیں نہ سن رہی تھی بالکل گم صم ہوگئی تھی پلوشہ اسے ہلا رہی تھی۔

احتشام بھیا میں اس لیے نیلم کی موت پر نہیں آئی تھی کہ میں ان سب سے ناراض تھی قسم کھا کر گئی تھی کہ آئندہ کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی مگر میں مزید برداشت نہیں کرسکی اگر کرنے کی کوشش کرتی تو تو مرجاتی دم گھٹ جاتا میرا۔

نہیں پلوشہ تم نے بہت اچھا کیا جو مجھے بتا دیا

کم از کم میں بے خبر تو نہیں رہا ورنہ میں ساری زندگی صبا کو غلط سمجھتا اماں نے تو مجھے مکمل طور پر صبا کے خلاف کر دیا تھا جسے میں پھول کہتا تھا اسی کو مرجھا دیا پتی پتی کر دیا بکھرا دیا۔ اماں تمہیں چیزیں مل گئیں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس شہر سے ہی جا رہا ہوں اتنا کم ظرف تو نہیں ہوں کہ ایک ڈائن کے ساتھ رہ سکوں احتشام بے تحاشہ رو رہا تھا وہ جیسے ہچکیاں لے کر اٹھ گیا۔ پھپھو جو بت بنی تھی ایک دم اس بت میں حرکت پیدا ہوئی وہ احتشام کے پیروں میں گر گئی اس کے پیرو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

میرے جگر کے ٹکرے میرے چاند مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ مجھے معاف کر دو مجھے معاف کر دو مجھ سے بھول ہو گئی تھی میں غلطی پر تھی خطاوار تھی میں مر جاؤں گی شیطان نے اندھا کر دیا تھا۔

احتشام نے نفی میں سر ہلایا اور پھپھو کے ہاتھوں سے اپنے پیروں کو آزاد کر لیا وہ کمرے سے باہر نکل گیا پھپھو اٹھ کر اس کے پیچھے لپکی مگر وہ کمرے سے نکل گیا تھا بلوشہ خود بھی موٹے موٹے آنسو بہا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں ندی بنی ہوئی تھیں۔

احتشام چلا گیا۔ میرا شام چلا گیا مجھے چھوڑ کر اندھیرا کر گیا پھپھو بین کرنے لگی ارے میرا شام مجھے چھوڑ کر کس کے سہارے کر گیا میرے شام نے ہی میری زندگی کو اندھیر کر گیا۔ پھپھو بے تحاشہ رو رہی تھی پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی بیٹی بلوشہ کو مارنا شروع کر دیا۔ اسے اتنا مارا کہ اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ بلوشہ کسی ردعمل کا اظہار نہیں کر رہی تھی وہ بے بسی سے اس عورت کو دیکھ رہی تھی جس کا متاع ایک لمحے میں لٹ چکی تھی جس کا سب کچھ تباہ ہو چکا تھا اور وہ عورت اتنی بے بس تھی کہ وہ اب تلافی بھی نہیں کر سکتی تھی اور نہ پچھتاوے کا غم غلط کر سکتی تھی کچھ دیر ہی بعد پھپھو کا ذہنی توازن کھو گیا اس نے خود کو مارنا شروع کر دیا اس کی آواز اتنی اونچی ہو گئی کہ سارے مہمان جو سوئے ہوئے تھے وہ جاگ گئے اور پھوپھو کے کمرے کی طرف آ گئے پھوپھو شام کی جدائی اور بیٹیوں کی موت پر رو رو کر پاگل ہو گئی اور وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی۔

یہ سب میرے کرموں کا پھل ہے میری گناہوں کی سزا مجھے مل گئی ہے میں نے اپنی نیک سیر بہو کو دولت کی لالچ میں مار دیا اسے جلا دیا اسی کے بدلے میں میری خوشیاں خاک ہو گئیں سب کچھ برباد ہو گیا اسی لیے میری اولاد مجھ سے دور ہو گئی میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا میری جیسی عورت کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔

پھپھو پہلے زور زور سے رونے لگی پھر قہقہے لگا کر ہنسنے لگی پھوپھو کے قہقہے اتنے بلند تھے کہ محلے کے کئی لوگ بھی جاگ گئے اور حیران تھے کہ یہ جناتی بین کون کر رہا ہے ہائے ہائے میری جیسی ماں کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا جو اپنے بچوں کو تو پھولوں کی طرح رکھتی ہے مگر دوسروں کو شازش کے زور پر مار دیتی ہیں میں ہی قاتل ہوں میں قاتل ہوں۔

سارے مہمان توبہ توبہ کر رہے تھے کہ بہو کے ساتھ ظلم کرنے کا بھیانک انجام ہوا ساری رات پھوپھو کبھی ہنستی کبھی روتی کبھی خود کو مارنے لگتی کبھی کچھ کرنے لگتی۔

پھپھو کے پاگل پن اور ذہنی توازن کھونے کے بعد میں نے اسے معاف کر دیا میں نے لوگوں کو عبرت لینے کے لیے اسے زندہ چھوڑ دیا میں بہت خوش ہوں میرا انتقام پورا ہو چکا ہے میں نے اپنا انتقام لے لیا ہے میں نے پھپھو کو

معاف کر دیا اگر پھوپھو ٹھیک ہو بھی جاتی تو پولیس اسے ضرور سزا دے گی مگر اب پھپھو ساری زندگی پاگلوں کے ساتھ پاگل خانے میں رہے گی۔

صبا چپ ہو گئی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اس کا چہرہ پرسکون تھا دل کو قرار مل گیا تھا سب کچھ ٹھی تھا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔

صبا کیا اب تم چلی جاؤ گی۔

ہاں مگر اس دنیا سے چلی جاؤں گی کیونکہ اب میں مزید اس دنیا میں نہیں رہ سکتی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

لیکن میرا کیا ہو گا میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو کاش تم زندہ ہوتی جب سے تم سے ملا ہوں میں یہ دن کبھی نہیں بھول پاؤں گا اور ہمیشہ تم کو یاد رکھوں گا جاتے جاتے مجھ پر ایک احسان کرنا اپنی قبر کا پتہ مجھے بتا جانا۔ میں کبھی کبھی تمہارے گھر تم سے ملنے آؤں گا۔

احتشام تم بہت اچھے ہو مگر میں اپنے شام سے پیار کرتی ہوں وہ جب گھر سے جا رہا تھا میں اسے روکنا چاہتی تھی مگر جانتے ہو نہیں روک پائی کیونکہ وہ پھر میری روح سے پیار کرنے لگتا اسے جانے دیا احتشام میں اپنے شام کا انتظار کروں گی وہ جب میرے پاس لوٹے گا تو میں اسے گلے سے لگا سکوں گی۔ مجھے اس سے بہت سکون ملے گا وہ میرا پیار ہے اور میں اس کا پیار ہوں۔ ہاں میں تم کو یہ بتا دیتی ہوں کہ میری قبر کہاں ہے تم میری قبر پر آیا کرنا وہاں بیٹھ کر پڑھائی کیا کرنا۔ میں قبر کے اندر تمہاری ہر بات کو سن رہی ہوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے بہت پیار کرتے ہو بہت چاہتے ہو مجھے لیکن میں مجبور ہوں تمہیں پیار نہیں دے سکتی کیونکہ میں اپنے احتشام سے پیار کرتی ہوں آج بھی اس سے پیار کرتی ہوں اور کل بھی وہ میرا پیار تھا۔ تمہارا پیار ایک پاگل پن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تم سب حقیقت جان کر بھی مجھ سے پیار کر رہے ہو۔ مجھے اپنے احتشام کا انتظار ہے جب وہ میرے پاس آئے گا تو میری جدائی میری تڑپ ختم ہو جائے گی میں اب جا رہی ہوں اور اس کے بعد کبھی بھی تمہیں دکھائی نہیں دوں گی ہاں البتہ تمہارے خوابوں میں آتی رہوں گی وہ بھی کبھی کبھار ۔ کیونکہ تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہوا ہے مجھے ایک ظالم کی قید سے چھٹکارہ دلایا ہے۔ اب میں جا رہی ہوں۔۔

صبا نے مجھے اپنی قبر کا پتہ دیا اور پھر مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور جانے کے لیے اجازت مانگ لی۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اسے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا وہ مسکراتی ہوئی میری نظروں سے اوجھل ہوتی چلی گئی کمرہ بالکل خالی ہو گیا جہاں وہ بیٹھی تھی وہ جگہ بالکل خالی تھی اس کا وجود دھواں تھا جو اپنا نشان تک اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

رات کے بارہ بجے سے اوپر کا ٹائم ہو گا کہ اچانک کمرے کا دروازہ زور زور سے بجنے لگا ڈر کے مارے میرا دل اچھل کر حلق میں جیسے اٹک گیا دروازہ کھولا تو سامنے بھائی جان امی اور ندا کھڑے تھے امی نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ امی کیوں مار رہی تھی میرا قصور کیا تھا میں نہیں جانتا تھا۔

امی مجھے کیوں مار رہی ہیں میرا قصور کیا ہے میں چپ نہ رہ سکا اور کہہ دیا۔

ارے بیٹا باؤلے ہو گئے ہو کیا یہ کیا رات رات بھر خود سے باتیں کرتے رہتے ہو کیا پاگل ہو گئے ہو امی اور ندا ایک ساتھ بولی۔

نہیں امی دراصل کچھ بھی نہیں ہے بس میں تو خواب میں بول رہا تھا۔

اچھا تو یہ بات ہے امی اس کی شادی کر دیں یہ ارسلان بھی شادی سے پہلے خواب میں بولنے لگے تھے بھابھی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے

بولی۔

ہاں ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ امی نے کہا۔

میں نے بڑی مشکلوں سے سب کو کمرے سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا۔ امی بھابی کے کہنے پر میں واقعی سنجیدہ ہو گیا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ کیا میں واقعی صبا سے باتیں کرتے ہوئے بول رہا تھا کیا واقعی میری باتیں سب سن رہے تھے اف خدایا یہ کیا ہو گیا ہے میں جو کچھ چھپانا چاہتا تھا وہ چھپا نہ سکا تھا سب کو ہی خبر ہو گئی تھی۔ اور پھر سب نے میری شادی پر زور دینا شروع کر دیا۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا بس صبا کی چند دنوں کی ملاقات کے سہارے جینا چاہتا تھا مگر ایک رات صبا میرے خواب میں آئی اور مجھ سے بہت ناراض ہوئی بولی۔

امی کا کہا مان لو ورنہ میں ساری زندگی تم سے ناراض رہوں گی کبھی تمہارے خواب میں نہیں آؤں گی۔ اس کی بات سن کر میں کانپ کر رہ گیا میں اس کو کھونا نہیں چاہتا تھا وہ میرا پیار تھی میرا سب کچھ تھی میں بھلا اس کی بات کو کیسے ٹھکرا سکتا تھا۔ اس کی خواہش کو کیسے رد کر سکتا تھا میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی کروں گا میں تم کو کبھی بھی ناراض نہیں کروں گا۔ وہ میری بات سن کر خوش ہو گئی اور پھر میرا خواب ٹوٹ گیا صبح اٹھتے ہی میں نے شادی کے لیے ہاں کر دی۔ اور پھر جلد ہی میری شادی بہت دھوم دھام سے ہو گئی۔

اب کئی سال گزر گئے ہیں میرے دو بچے بھی ہیں اکثر میں صبا کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور فاتحہ پڑھتا ہوں اگربتیاں جلاتا ہوں اور اس کے لیے سکون کے لیے دعائیں مانگتا ہوں۔ میں نے صبا کو بہت پکارا تھا مگر وہ کبھی دوبارہ میرے سامنے نہیں آئی اکثر خواب کبھی کبھی خواب میں ملنے آ جاتی ہے بہت خوش ہے اسے شام کا انتظار ہے پتہ نہیں شام کہاں ہے میں کبھی اس سے نہیں ملا اگر مجھے کبھی ملا تو میں اسے کیسے کہہ سکوں گا کہ جس کی تم نے زندگی میں قدر نہ کی مرنے کے بعد میں اس سے محبت کرنے لگا۔۔

شازیہ کے نام

ہر تمنا کا چہرہ شفق نام تھا
وقت کے ہاتھ میں امن کا جام تھا
زندگی کی صراحی میں تھے قہقہے
ہر ستارہ یہاں میرا ہم کام تھا
موسم گل میں نغمات جلتے رہے
غنچہ غنچہ لئے درد کا جام تھا
میری آنکھیں سرور تمنا لئے
تیری زلفوں میں بھی کیف ابہام تھا
یہ بھی دیکھا گلستان کے آئین میں
صید کا زخم صیاد کا دام تھا
فکرِ کاوش سے زندہ رہی زندگی
کس قدر سرد احساس کا آلام تھا

نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

مصباح کے نام

مسکراؤ! بہار کے دن ہیں
گل کھلاؤ! بہار کے دن ہیں
دختران چمن کے قدموں پر
سر جھکاؤ! بہار کے دن ہیں
مے نہیں ہے تو اشکِ غم بھی سہی
پی بھی جاؤ! بہار کے دن ہیں
تم گئے رونق بہار بھی گئی
تم نہ جاؤ! بہار کے دن ہیں
ہاں کوئی وارداتِ کاوش دے
کچھ سناؤ! بہار کے دن ہیں

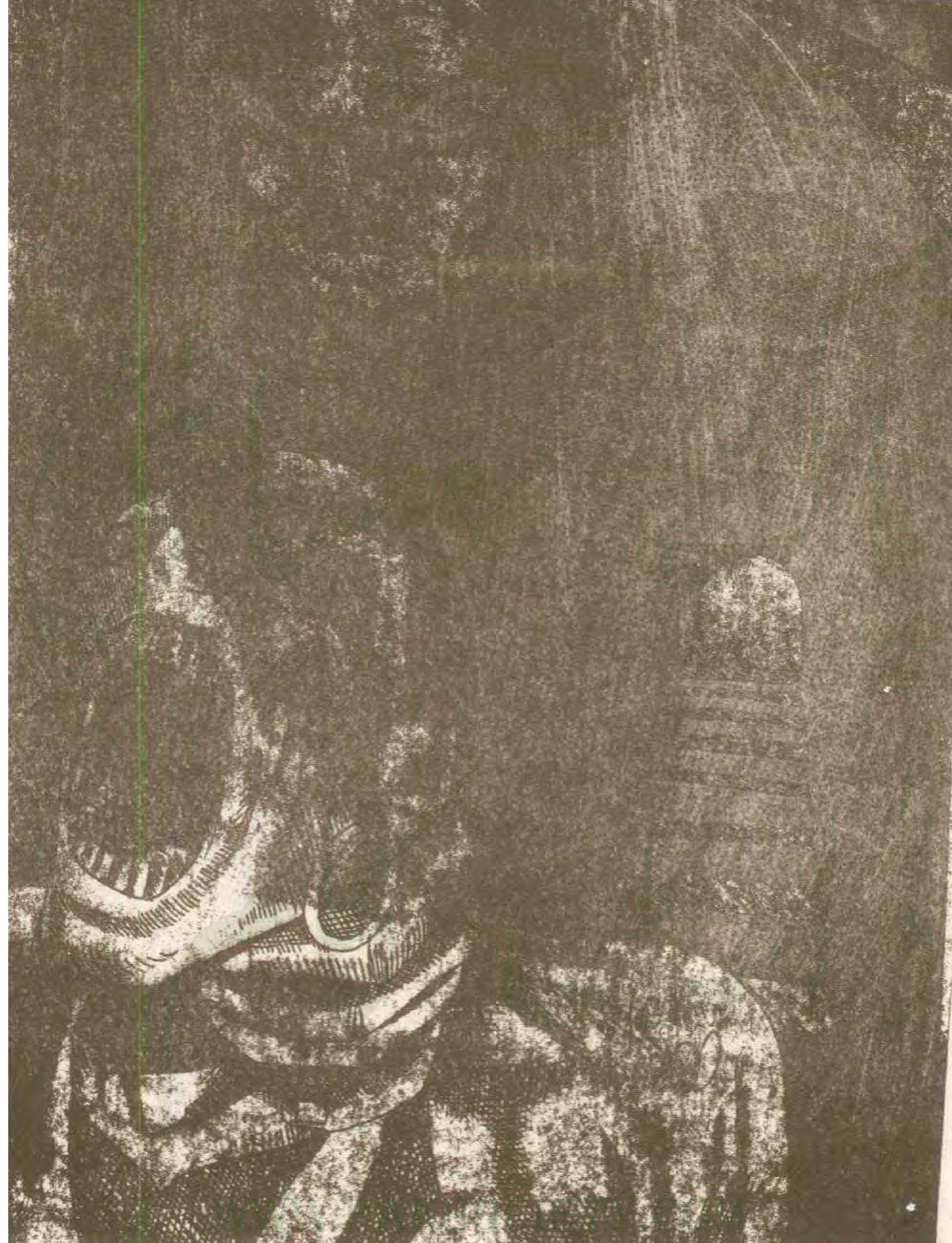
نور محمد اسلام کاوش۔ سلانوالی

منحوس لمحے

---تحریر: عثمان غنی - پشاور - 0341.9529219-

انیلہ غزل نے آج پھر سے وہی خواب دیکھا آج اس نے پورا خواب دیکھا تھا وہ بری طرح سے پسینے سے شرابور تھی اور ساتھ میں تھر تھر کانپ بھی رہی تھی وہ پلنگ سے نیچے اتری اس کے بال کھلے تھے اور اس کے پشت پر بکھر گئے تھے انیلہ غزل نے ٹیبل کے دراز سے عدنان کا پسٹل نکالا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ چاند کی روشنی میں ہر چیز چمک رہی تھی ماحول پر سوگواریت طاری تھی انیلہ غزل چلتی ہوئی اپنے بلے نما بچے کے کمرے کے دروازے پر رک گئی اس نے دروازہ دھکیلا دروازہ اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔ اس کا بچہ دروازہ کے قریب کھڑا تھا۔ تم مجھے مارو گے۔ میں تمہیں ماردوں گی۔ انیلہ نے پستول کا رخ اپنے بچے کی طرف کر دیا۔ اور اگلے ہی لمحے میں ٹریگر دبا دیا ڈز کی آواز سنائی دی۔ مگر بچے نے پھرتی سے چھلانگ لگادی اور گولی اس کے بازو کو چھو کر گزر گئی۔ سانپو لیے آج تو میں تمہیں تمہیں چھوڑوں گی تمہیں مار کر ہی دم لوں گی اس سے پہلے کہ وہ دوسری گولی چلاتی بچے نے انیلہ پر چھلانگ لگادی پستول انیلہ کے ہاتھ سے گرگئی۔ اور اس نے باہر کی طرف دوڑ لگادی۔ اس کا بچہ نیچے گر گیا بچہ بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ انیلہ غزل بے تحاشہ ڈور رہی تھی اس کا بچہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا پستول کی آوا زسنکر عدنان ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا تھا جبکہ فاریہ تبسم بھی فائر کی آواز سن کر اٹھ بیٹھی تھی۔ چاند کی روشنی میں ہر چیز صاف وشفاف نظر آرہی تھی ماحول پر گہری خاموشی کے سائے جھلملا رہے تھے۔ اور چاند کی روشنی میں پورا لان صاف نظر آرہا تھا۔ ماحول پر گہری خاموشیسائے جھلملا رہے تھے اور چاند کی روشنی میں پورا لان صاف نظر آرہا تھا دوڑتے دوڑتے انیلہ غزل کی پرچھائیاں رقص کناں تھیں کنویں کے پاس وہ جیسے ہی پہنچی ایک غراہٹ کی آواز اس کے سماعتوں میں گونجی وہی کالی بلی اس کے قدموں کے آگے کھڑی تھی اور اس پر غرا رہی تھی بلی کی سرخ نظریں جیسے ہی کنویں کے لبند سر پر ٹھہری کنویں کا لوہے سے بنا سر خود بخود کھل گیا یہ سب لمحوں میں ہوگیا۔ انیلہ غزل ڈر کر کنویں کے منڈیر پر چڑھ گئی اس کے بلے نما بچے کو پکڑ لیا اور دونوں ماں بیٹے آخری لمحے میں گرتے چلے گئے کنویں کے اندر گرتے ہی ان دونوں کی ارتعاش شدہ چیخیں کنویں کے اندر سے نکلنے لگی۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

آج پھر عدنان لڑکیوں کے کالج کے گیٹ کے باہر کھڑا تھا۔ اور وہ اپنی کزن انیلہ غزل کا انتظار کر رہا تھا وہ روز یونیورسٹی سے اپنے ہنڈا سوک کار میں آتا اور انیلہ غزل کالج سے پک کرتا دونوں کا روز کا معمول تھا۔ کہ ہنسی خوشی گاڑی میں بیٹھتے اور گھر چلے جاتے چونکہ عدنان مقرر وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے آتا اسی لیے اسے انیلہ غزل کے انتظار میں بھی ایک لطف ہے جیسے کوئی دل والا ہی سمجھ سکتا ہے عدنان کبھی گھڑی کو دیکھتا اور کبھی ادھر ادھر سڑک پر نظر دوڑاتا کالج کے گیٹ کے سامنے بے شمار لوفر لڑکے کھڑے تھے جو ظاہر ہے اپنے کزنز یا پھر بہنوں کے منگیتر کے انتظار میں خوار ہو رہے تھے وہ من کالج کا بڑا گیٹ ایک دم کھل گیا اور ایک ساتھ بے شمار لڑکیاں کالج سے باہر نکلیں۔ انیلہ غزل



بھی انہی لڑکیوں میں تھی جو جلدی سے کالج کے گیٹ سے باہر نکل آئی انیلہ غزل نے عدنان کو دیکھ لیا اور اس کی طرف ایک ادا سے مسکان اچھالی۔ عدنان نے انیلہ غزل کو دیکھ کر ہیلو کہا اور ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ دونوں مسکراتے ہوئے ایک ساتھ ایک دوسرے کی جانب بڑھے۔

ہائے عدنان مسکرایا۔ انیلہ بھی مسکرائی اور عدنان کے ساتھ س کی وائٹ ہنڈا اسوک کی طرف بڑھی دونوں اب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے انیلہ غزل نے گاڑی میں بیٹھ کراے سی آن کر دیا۔

کزن دن کیسے گزرا عدنان نے اپنے سلکی بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

بہت زبردست۔ انیلہ نے ٹشو سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

تم نے میرے خط کا جواب دینے کے بارے میں کیا سوچا۔

میں تو خود اس کا جواب ہوں جو روز تمہارے ساتھ کالج سے گھر جاتی ہوں اور یہ لو میرا لو لیٹر۔ انیلہ غزل نے اپنے کمسٹری کے بک سے ایک تہہ شدہ کاغذ عدنان کی طرف بڑھایا۔ جسے عدنان نے مسکراتے ہوئے لے لیا۔ اور اپنی پینٹ کی جیب میں رکھ لیا دونوں نے کچھ لمحوں میں ایک دوسرے کو پیار بھری نظروں سے دیکھا پھر عدنان نے کار اسٹارٹ کی اور گاڑی ان سے آگے بڑھ گئی۔

عدنان اور انیلہ غزل ایکدوسرے کے تایا زاد کزن تھے ان کے گھر شہر کے مضافات میں ایک ساتھ واقع تھے ان کے والدین میں بڑی الس ور محبت تھی عدنان اور انیلہ کے ڈیڈی سگے بھائی تھے اور عدنان کے ڈیڈی بڑے جبکہ انیلہ کے ڈیڈ چھوٹے بھائے تھے اور دونوں بھائی کاروبار میں الگ تھے مگر ان میں ذرا بھی بغض ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تھی۔ عدنان اور انیلہ غزل بچپن سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور اب ان کی ننھی بچپن کی پسند تناور درخت کے روپ میں ڈھل چکی تھی ان کی محبت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی تھی او راب عدنان صاف کہتا تھا کہ وہ انیلہ غزل سے عشق کرتا ہے۔ انیلہ غزل بی ایس کی اسٹوڈنٹ تھی جبکہ عدنان نے ماسٹر کر رہا تھا عدنان کی والہانہ محبت انکے امی ابو سے چھپی نہ رہ سکی اس لیے انہوں نے فوراً انیلہ غزل کو عدنان کے لیے مانگ لیا تب جب عدنانکی امی نے عدنان کو منگنی کے بعد عدنان کو انیلہ غزل سے ملنے سے منع کیا عدنان نہیں مانا اور انیلہ غزل کو پک اینڈ ڈراپ کے بہانے اسے روز دیکھتا اور دلکی ساری باتیں اس سے کرتا عدنان نے وائٹ ہنڈا اسوک کارا انیلہ غزل کے وسیع گھر کے سامنے روکی جونہی انیلہ غزل اترنے لگی عدنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پیار بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

کیا ہے عادی۔ انیلہ الجھتے ہوئے بولی۔

انیلہ غزل میں نے بھی تمہارے لیے لیٹر لکھا۔

اچھا انیلہ غزل چیخی۔ ایک اور لو لیٹر انیلہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

ہاں تمہیں پتہ ہے یہ جو لیٹر میں تمہیں دوں گا اس کے ساتھ میرے لو لیٹر کی تعداد کتنی ہو جائے گی۔

آف کورس یار جتنی محبت تم مجھ سے کرتے ہو اسکے بدلے میں میں بھی آپ کو دل وجان سے چاہتی ہوں اس لیٹرز کے ساتھ تمہارے لو لیٹر کی تعداد سو ہو جائیگی۔

ہاں واقعی۔ یادداشت تمہاری تیز ہوگئی ہے مگر یہ بات تمہاری سراسر غلط ہے کہ جتنی محبت میں کرتا ہوں اتنی تم بھی کرتی ہو کیونکہ تم نے جو لیٹر آج مجھے دیا ہے اس کے ساتھ تمہارے بچاس لو لیٹر

میرے پاس جمع ہوئے ہیں۔ عدنان نے یہ بات جان بوجھ کر ادا اسی سے کہی۔
اچھا تم اپنے لو لیٹر سادہ صفحے پر لکھتے ہو جبکہ میں اسپیشل طور پر بڑے کاغذ پر بارہ رنگوں سے تمہارے لیے ڈیزائن بنواتی ہوں پھر اپنی دل کی باتیں لکھتی ہوں اسلیے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں تم سے ڈبل محبت کرتی ہوں یہ کہہ کر انیلہ غزل نے ہاتھ بڑھا کر عدنان کے سلیقے سے بنے ہوئے سارے بال بکھرائے اور مسکراتی ہوئی عدنان کا لیٹر اپنی بک میں رکھا اور گاڑی سے اتر گئی انیلہ غزل کو اترتے ہوئے دیکھ کر چوکیدار نے گیٹ کھولا اور جبکہ عدنان نے گاڑی آگے بڑھا کر اپنے گھر کے دروازے پر ہارن بجا دیا۔

انیلہ غزل گھر آئی کھانے کے بعد اس نے جونہی عدنان کا لیٹر بکسے نکالا اچانک اسکے کمرے کا دروازہ کھلا اور عدنان کی امی اور ابو دروازے پر کھڑے دکھائی دیئے۔ انیلہ غزل نے جلدی سے خط بک میں چھپایا اور کھڑی ہوگئی۔
ارے آنٹی آپ آئیں ناں آپ کمرے کے باہر کیوں کھڑی ہیں۔
ارے صبر کرو بیٹی۔ پہلے اپنی بہو کو جی بھر کر تو دیکھ لوں عدنان کی امی نے اس کا ماتھا چوما اور اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ واہ کتنی خوبصورت ہے بالکل صبا قمر لگتی ہے ہماری بیٹی بالکل مہارانی لگتی ہے عدنان کے ابو نے بھی انیلہ غزل کی تعریف کی انیلہ غزل کے کمرے کو اس نے بہت اچھے انداز میں سجایا ہوا تھا۔ آنٹی نے اس کی سگھڑپن کے خوب تعریفیں کیں کچھ دیر کے بعد انیلہ کے امی ابو بھی کمرے میں آگئے گپ شپ کی محفل عروج پر پہنچ گئی شام تک گپ شپ ہوتی رہی۔
شام کو کچھ فرصت ملی تو پھر سے خط کتاب سے نکالا اور پڑھنے لگی تب انکی امی کمرے میں آئی اور کہا انیلہ بیٹے جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں ڈرائیور کے ساتھ شاپنگ پر جانا ہے شاپنگ انیلہ کیمزوری تھی اس لیے خط دوبارہ اسنے رکھ دیا اور امی کے ساتھ شاپنگ پر چلی گئی جب ماں بیٹی رات گئے لوٹی تو ان کے ہاتھ شاپروں سے بھرے ہوئے تھے انیلہ غزل نے شاپر امی کو پکڑائے اور خود تھکن کا بہانا کر کے کمرے میں آگئی۔

انیلہ کی زندگی میں صرف ایک چیز سے شدید نفرت تھی اور وہ چیز تھی بلیاں انیلہ کو بلیوں سے شدید نفرت تھی اور بلیوں سے انیلہ کی نفرت انتہا تک تھی وہ اکثر اپنی سہیلیوں سے کہتی بھئی صاف صاف بتاؤ کس کس کے گھر میں فالتو بلیاں موجود ہیں اس کی ایک دوست تھی جس کا نام شہلا شہزادی تھا اس نے بڑے فخر سے انیلہ غزل کو بتایا کہ اس نے ایک مانو نام کی کیوٹ سی بلی پال رکھی ہے جب انیلہ غزل نے یہ سنا فوراً اس سے دوستی توڑ دی جب شہلا نے دوستی توڑنے کی وجہ پوچھی تب انیلہ نے بتایا کہ اگر مجھ سے دوستی رکھنی ہے تو اپنی بلی کو کسی گہرے کنویں میں پھینک دو بس اسی دن سے ان کی دوستی ختم ہوگئی اور انیلہ جہاں کہیں بھی بلی دیکھتی اسے بھگا دیتی۔

انیلہ غزل نے اپنی بک سے عدنان کا لو لیٹر نکالا اور اسے پڑھنے لگی خط نکال کر اس نے پڑھنا شروع کیا ہی تھا جان سے پیاری انیلہ غزل میاؤں میاؤں۔ کیسی بلی کی منحوس آواز نے ماحول کو پراسرار بنانا شروع کر دیا وہ خط کو پڑھنا چاہتی تھی کہ بلی کی آواز سن کر اسے ایسی بری لگی کہ غصے سے جھنجھنا اٹھی اس نے خط کو دوبارہ رکھ دیا اور بلی کو بھگانے لگی وہ باہر لان میں سے آرہی تھی۔ انیلہ غزل کے کمرے کے باہر ہی لان تھا اور لان میں آرائش کے طور پر

بے شمار گملے رکھے ہوئے تھے انیلہ نے بلی کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ مگر اسے بلی کہیں بھی دکھائی نہیں دی وہ دوبارہ کمرے میں آ گئی اور خط پڑھنے لگی۔

جان سے پیاری انیلہ غزل میاؤں میاؤں ایک بار پھر بلی کی آواز نے ماحول کو پراسرار بنا دیا جسے انیلہ سن کر سخت غصہ میں آ گئی اس نے کان کھڑے کر کے بلی کی آواز سننے کی کوشش کی تب اسے محسوس ہوا کہ آواز کھڑکی سے باہر سے آ رہی تھی انیلہ غزل اٹھی اور کھڑکی سے باہر دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا اس کے کمرے کے کی کھڑکی کے نیچے بلی نے بچے دیئے تھے۔ بلی کو سینڈل سے مار کر اس نے بھگا دیا اور بلی کے بچوں کو دیکھ کر کڑھنے لگی تب انیلہ غزل نے بلی کے بچوں کو بنا سوچے سمجھے اٹھایا اور سوچتی ہوئی نکل گئی وہ ان ہی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھی کہ بچوں کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ تب اچانک شیطان نے اس کے ذہن میں پرانے کنویں کا خیال ابھار دیا پرانا کنواں ان کے لان میں بنا تھا اب تو یہ بڑا شاندار قسم کا مکمل گھر تھا مگر پہلے وقتوں میں اس گھر سے پہلے اسی جگہ کنواں واقع تھا جس کا پانی اب گندھا ہو چکا تھا اور انیلہ غزل کے ڈیڈی نے اس کنویں پر بڑی لوہے کی کارک نما سر رکھ دیا تھا اور پینٹ سے اس لوہے کے سر پر خوبصورت ڈیزائن بنوایا تھا جس سے کنواں چھپ گیا تھا۔ انیلہ غزل چلتی ہوئی لان میں آئی اور بہت عرصہ بعد کنویں کا سر ہٹانے لگی ایسا کرتے وقت بلی میاؤں میاؤں کرتی ہوئی اس کے قدموں میں لوٹ پوٹ ہونے لگی بلی کے میاؤں میاؤں کرنے میں ایک التجا تھی جیسے انیلہ کو اس فعل سے روکنا چاہ رہی تھی انیلہ نے بلی کی دم پر پاؤں رکھا اور دوسرے پاؤں سے اس کے پیٹ پر پوری قوت سے لات رسید کی بلی درد سے دہری ہو کر چیختی چلاتی غائب ہو گئی۔ اور دوبارہ اس سے چند قدم رہ کر میاؤں میاؤں کی گردان کرنے لگی انیلہ غزل نے جلدی کنویں کا سر الگ کیا اور بلی کے چوں کو کنویں میں پھینک دیا اور ہاتھ جھاڑتی ہوئی دوبارہ کمرے میں آ گئی اس نے عدنان کا لو لیٹر نکالا اور پڑھنے لگی۔

اس نے خط تھوڑا ہی پڑھا تھا کہ بلی کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ انیلہ غزل نے بے مزہ ہو کر خط رکھا اور دوبارہ کھڑکی کا پردہ سرکا کر باہر دیکھنے لگی بلی کی آواز لان سے آ رہی تھی چودھویں کی رات تھی آسمان ستاروں سے بھرا پڑا تھا ہر چیز واضح نظر آ رہی تھی انیلہ نے بلی کی طرف دیکھا بلی کنویں کے منڈھیر پر بیٹھی ہوئی تھی اور میاؤں میاؤں کر رہی تھی اس بار بلی کی آواز میں پہلی بار درد محسوس کیا۔ جیسے بلی اپنے آواز میں شکوہ کیا ہو اور انیلہ کو اپنے انداز میں بددعائیں دے رہی ہو بلی بار بار آسمان کی طرف دیکھتی اور پھر کھڑکی کی طرف دیکھتی اور انیلہ نے کھڑکی کا پردہ دوبارہ برابر کر دیا۔ اور بیڈ پر لیٹ کر خط پڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئی۔ انیلہ غزل بھاگ رہی تھی اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھی آنکھیں سرخ تھیں اس کے پیچھے ایک بارہ سال کا بچہ بھاگ رہا تھا اس کے بچے کی شکل اندھیرے کی وجہ سے نظر نہیں آ رہی تھی جبکہ جوں ہی وہ بلی انیلہ غزل کی راہ میں آ جاتی ہے انیلہ رک جاتی ہے وہ بچہ جس سے وہ بے تحاشہ ڈر کر بھاگ رہی ہوتی ہے وہ اس کے قریب آ جاتا ہے مگر اس کے سامنے کھڑی بلی غراتی ہے اسی لمحے انیلہ ہڑبڑا کر اٹھ جاتی ہے او میرے خدا یہ خواب تھا بہت بھیانک خواب تھا۔ شکر ہے کہ صرف خواب تھا مگر انیلہ نہیں جانتی تھی کہ ہر بار خواب جھوٹے نہیں ہوتے کبھی کبھی منحوس خواب منحوس لمحوں کی طرح سچے بھی ثابت ہوتے ہیں۔

دن پر دن گزرتے گئے۔ انیلہ غزل کے بی

ایس سی کے امتحانات ہو گئے عدنان نے اپنا ماسٹر کرلیا رزلٹ بھی نکل گیا اگلے اتوار کو انیلہ غزل اور عدنان کی شادی طے ہو گئی انیلہ غزل بہت خوش تھی اور وہ بلی اور اس خواب کو فراموش کر چکی تھی۔ انیلہ غزل کھڑکی میں کھڑی تھی اور چاند کی طرف دیکھ رہی تھی چودھویں کی رات تھی چاند اپنے مکمل جوبن پر تھا چاند کی چاندنی نے ہر چیز کو روشن کر دیا تھا اور چاند کی دودھیا روشنی میں ہر چیز واضح دکھائی دے رہی تھی اچانک میاؤں کی آواز نے ماحول کو وحشت ناک بنایا انیلہ غزل بلی کی آواز سن کر کانپ اٹھی بے ساختہ اس کی نظر کنویں کے منڈیر پر بیٹھی ہوئی سیاہ بلی پر پڑی بلی کی سرخ آنکھیں انیلہ کو غصے سے گھور رہی تھیں انیلہ ڈر سی گئی میاؤں بلی نے ایک درد بھری آواز نکالی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگی انیلہ نے ہاتھ مڑوڑے کاش تیرے بچوں سمیت تجھے بھی اس کنویں میں پھینک دیتی یہ کہہ کر اس نے کھڑکی کا پردہ برابر کیا اور بیڈ پر دراز ہو گئی کچھ دیر کے بعد وہ خواب وخرگوش کے مزے لے رہی تھی انیلہ غزل بے تحاشہ بھاگ رہی تھی اس کے پیچھے ایک بارہ تیرہ سال کا بچہ بھاگ رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں انیلہ مڑ کر دیکھتی کہ بچے کی شکل نہایت ہی بھیانک ہوتی ہے اس بچے کا ڈھڑ انسانی ہوتا ہے مگر اس کی شکل بلی کا ہوتا ہے بچے کی بھاینک شکل دیکھ کر انیلہ غزل کانپ اٹھتی ہے اور بھاگنا شروع کر دیتی ہے اور وہ انیلہ پر غراتی ہیں اسی لمحے انیلہ غزل تیز چیخ مار کر اٹھ بیٹھتی ہے اور خدا کا شکر ادا کرتی ہے کہ یہ صرف خواب تھا انیلہ غزل پسینے سے پانی پانی ہو گئی تھی اس نے اپنا پسینہ پونچھا اور دوبارہ لیٹ گئی۔

انیلہ غزل کی شادی دھوم دھام سے ہو گئی آج وہ دلہن بنی بیٹھی تھی اس کا کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا کمرے میں ہر طرف خوشبو بکھری ہوئی تھی انیلہ دلہن بن کر بہت ہی پیاری لگ رہی تھی عدنان رات کے بارہ بجے کمرے میں داخل ہو گیا دلہا بن کر اس پر بھی بڑا روپ چڑھا ہوا تھا وجیہہ مرد تھا دونوں کی جوڑی چاند سورج کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔ عدنان نے انیلہ غزل کا گھونگٹ نکالا اور اپنی جیب سے مخملی ڈبیا نکالی اسمیں سے ہیرے کی انگوٹھی نکالی اور انیلہ غزل کا مخروطی ہاتھ پکڑ کر اسکی شہادت کی انگلی میں بڑے پیار سے پہنائی۔ اچانک بلی کی منحوس آواز نے انیلہ غزل کے کانوں میں پڑی وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

عدنان جاؤ اس بلی کو بھگاؤ مجھے ہر چاند کی چودھویں رات کو ڈراتی رہتی ہے۔

مگر آج تو چاند کی چودھویں رات نہیں ہے۔

ہاں مگر میں ہر چاند کی چودھویں کو اس بلیوں کی آواز سے ڈر جاتی ہوں۔

عدنان کا کمرہ دوسری منزل پر تھا دونوں کھڑکی میں کھڑے ہو گئے اور وہاں سے بلی کو دیکھنے لگے مگر پھر دوبارہ بلی نظر نہیں آئی ان کی سہاگ رات تمام ارمان پورے عالم سے پورے ہو گئے اور یہ خوشیوں کی رات گزر گئی۔

دن پر دن گزرنے لگے عدنان اپنے بزنس میں بزی ہو گیا اور انیلہ پر چودھویں کی رات وہی کواب دیکھتی اور ڈر کر اٹھ جاتی اس کی زندگی جیسے بلی نے عذاب بنا کر رکھ دی تھی انیلہ غزل نے عدنان سے بھی کئی بار اس بلی کے بارے میں بات کی مگر عدنان نے ہنسی مذاق میں بات ٹال دی انیلہ سے عدنان کے امی ابو بھی بہت خوش تھے اور زندگی میں سب کچھ صحیح تھا مگر انیلہ غزل کے پاس بلی سے نجات کا کوئی چھٹکارہ نہیں تھا اور وقت پر لگا کر گزرنے لگا چند مہینوں کے بعد انیلہ غزل امید سے ہو گئی جب یہ خوشی عدنان کو پتہ چلی انہوں نے اس

خوشی میں ایک گرینڈ پارٹی رکھی آڑوس پڑوس اور دوستوں کو اس پارٹی میں مدعو کیا گھر برقی قمقموں کی پر مزین روشنی سے سجا تھا جیسے اس گھر میں نور برس رہا تھا خوبصورت پوشاکوں میں ملبوس لوگ خوشی اور دل جمعی سے عدنان اور انیلہ غزل کو مبارک باد دے رہے تھے، انیلہ غزل نے بلیو اور وائٹ نگینوں والی کام دار میکسی پہنی تھی اور عدنان نے بلیک اینڈ وائٹ تھری پیس سوٹ پہنا تھا پارٹی میں دونوں کی جوڑی چاند سورج کی مانند دکھائی دے رہی تھی جب پارٹی عروج پر تھی رات گہری ہو چلی تھی ایک کالی بلی غراتی ہوئی ایک کونے میں سے نمودار ہوئی اور مست چال سے چلتی ہوئی انیلہ غزل کے پاؤں میں بیٹھ گئی اور اپنے خونخوار آنکھوں سے انیلہ غزل کو گھورنے لگی میاؤں میاؤں۔ بلی کی آواز سن کر انیلہ خوف سے کانپ اٹھی اور اس کے ہاتھ سے کولڈ ڈرنک کا گلاس چھوٹ کر بلی کے اوپر گر کر الٹ گیا بلی غرا کر وہاں سے بھاگ گئی مشروب بلی کو گیلا کر گیا تھا عدنان نے ہنس کر انیلہ غزل کو خود سے قریب کیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی پتہ نہیں تم کیوں بلی سے خوفزدہ ہوتی ہوں بلی تو بڑی بے ضرر جانور ہے۔ انیلہ غزل نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے صرف مسکراہٹ لبوں پر طاری کی حالانکہ وہ اندر سے سخت ہراساں ہو چکی تھی جیسے اس نے کالی بلی کے بجائے موت کو دیکھ لیا ہو۔ پارٹی خوشی خوشی انجام کو پہنچ چکی تھی۔

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے انیلہ غزل ہسپتال میں تھی اس کے گھر والے ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ کے باہر پریشانی سے کھڑے تھے انیلہ غزل نے موت کو شکست دے کر ایک بچے کو جنم دیا ایک لیڈی ڈاکٹر وارڈ سے باہر نکلی سب پریشانی سے لیڈی ڈاکٹر کے گرد جمع ہو گئے اور انیلہ غزل اور بچے کی صحت یابی کے بارے میں پوچھا۔ لیڈی ڈاکٹر بولی۔

مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مسز انیلہ غزل پھر کبھی بھی ماں نہیں بن سکے گی مسٹر عدنان انیلہ غزل خیریت سے ہیں اور اسکا بچہ بھی صحت مند ہیں ہماری انتھک کوشش سے ہم نے ماں اور بچے کو دونوں کو بچالیا ہے ڈاکٹر کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے ڈاکٹر کی باتیں سن کر سب کی پریشانیاں ختم ہو گئیں مگر عدنان لیڈی ڈاکٹر کے پریشان چہرے کو دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔

ڈاکٹر صاحبہ کیا اس کے علاوہ کوئی پریشانی ہے۔

ہاں مسٹر عدنان۔ آپ میرے ساتھ آئیں باقی سب لوگ یہی پر رکے رہیں لیڈی ڈاکٹر کی بات سن کر عدنان لیڈی ڈاکٹر کے ساتھ وارڈ میں چلا گیا۔ اندر انیلہ غزل بیڈ پر گرین لباس میں بے سدھ پڑی تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اس کے سرہانے کے قریب ایک خوبصورت لکڑی سے بنا ہوا بے بی جھولا تھا اس میں ایک بچہ لیٹا ہوا تھا۔

ڈاکٹر صاحبہ پریشانی کی کیا بات ہے۔ عدنان نے پریشانی سے پوچھا۔

آپ خود ہی دیکھ لیں ڈاکٹر نے عدنان سے کہا۔ عدنان نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کے چہرے سے لحاف ہٹایا۔ اور خوف سے اس کی گھگی بند ہو گئی۔ وہ تھر تھر کانپ اٹھا۔

یہ۔۔۔یہ۔۔۔ میرا بچہ ہے عدنان حیرت سے بولا

ہاں۔ یہ آپ کا بچہ ہے لیڈی ڈاکٹر نے کندھے اچکا کر کہا۔ عدنان اپنی جگہ گم صم کھڑا تھا کچھ لمحے وہ گم صم کھڑا رہا پھر اس نے اپنے بچے کو اٹھایا اور غور سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا۔ ڈر کر اس نے بچہ دوبارہ جھولے میں ڈال دیا اور دوسری

جانب منہ پھیرلیا۔ انیلہ غزل نے ایک صحت مند بچے کو جنم دیا تھا مگر اس بچے کی شکل بلی جیسی تھی باقی دھڑ انسانی تھا مگر بلی کی جلدی کی طرح اس بچے پر بال نہیں تھے عام انسانی جلد تھی اس کے کان کھڑے تھے ناک نہیں تھی بلکہ ناک کی جگہ دو عدد سوراخ تھے اس کی باریک مونچھیں تھیں اور بالکل اس کی شکل بلی کی تھی کچھ ہی دیر میں سارے گھر والوں کو بچے کی شکل کا شرف دیدار بخشا گیا سب بچے کی شکل دیکھ کر سہم گئے۔ اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور نظریں چرانے لگے گم صم سی صورت حال تھی چند دن رہ کر انیلہ غزل کو ہسپتال سے ڈسچارج کردیا انیلہ غزل نے صحت یابی کے بعد بچے کو پالنے سے انکار کر دیا اور عدنان سے درخواست کی کہ اس بچے کو ختم کردوں ورنہ بڑا ہوکر یہ مجھے مار دے گا۔ چالیسویں کے بعد انیلہ غزل نے اپنے بچے کو خود سے جدا کیا اور اسے ایک گورنس کی زیر نگرانی میں پرورش کے لیے چھوڑ دیا انیلہ غزل جب بچے کو دیکھتی تو اسے وہ منحوس خواب اور وہ منحوس لمحے یاد آجاتے جب اس کے کمرے کے کھڑکی کے سامنے بلی نے بچے دیئے تھے انیلہ غزل ہر چیز سے بے نیاز ہوگئی تھی کیونکہ اسے پتہ چل چکا تھا کہ اس بلے نما انسان کو پیدا کرتے وقت اس میں کچھ بے قاعدگیاں آگئی تھیں اب وہ دوبارہ کبھی بھی ماں نہیں بن سکتی تھی اور اوپر سے وہ سخت مضطرب اور ہراساں تھی ساری زندگی بلیوں سے شدید نفرت کی اب کیا بلے نما انسان کو پال پوس کر بڑا کرے۔ وہ روتی رہتی آنسو بہاتی رہتی اپنے منحوس قسمت کو کوستی رہتی رورو کر خدا سے شکوہ کرتی کہ اے خدا یہ میرا نصیب میں کیسا منحوس لمحہ لے آیا کہ اب مجھے ساری عمر ایک بلے کو بیٹا بنانا ہوگا۔ رورو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ انیلہ غزل مکمل طور پر اپنے نومولود بچے سے بے نیاز تھی اور اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتی تھی

وقت پر لگا کر گزر گیا پانچ مہینے گزر گئے۔ اس کا بچہ عام بچوں کی طرح بڑھ رہا تھا گورنس بوڑھی عورت تھی اور سمارٹ جسم کی مالک تھی عدنان مہینے میں ایک بار اسے اچھے خاصے پیسے دیتا تھا گورنس نے پوری تندہی سے بچے کی پرورش کی عدنان بھی کبھار اپنے بچے کے ساتھ وقت گزارتا اس کا بچہ روتا ہنستا بالکل بھی نہیں تھا وہ ہر وقت گم صم سنجیدہ رہتا تھا عدنان نے پوری کوشش کی کہ انیلہ غزل دوبارہ نارمل حالت میں آجائے مگر وہ گم صم ہوتی جارہی تھی چاند کی چودھویں رات کو ڈر کر اٹھ جاتی اور ایک ہی بات کہ دیتی عدنان تم اس بچے کو کنوئیں میں پھینک دو وہ بڑا ہوکر مجھے مار دے گا عدنان انیلہ غزل کے رویئے سے بری طرح پریشان ہوگیا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ تمام پریشانیوں کو کیسے ختم کردوں اور دوبارہ اپنی وہ خوشحال زندگی حاصل کرے جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے منحوس لمحوں کی گویاں الٹی میٹم شروع ہوگئی ہیں۔

چاند کی چودھویں کی رات تھی آوارہ بادل پورے آسمان پر چھائے ہوئے تھے ستاروں کی دھندلی چمک بادلوں نے اپنے اوٹ میں چھپا رکھی تھی چاند بادلوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا کبھی کبھی جب چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ جاتا ماحول تاریکی کے دبیز چادر تلے گم ہوجاتا۔ انیلہ غزل اپنے ماں باپ کے گھر آئی ہوئی تھی اور اپنی کھڑکی میں کھڑی لائمیں قدیم کنوئیں کو گھور رہی تھی لان میں اچانک کہیں سے سست چال سے چلتی ہوئی بلی کسی کونے سے نمودار ہوئی اور چلتی ہوئی کنوئیں کے منڈیر پر چڑھ گئی اور اپنی تیز آواز میں میاؤں میاؤں کی صورت میں نکالی۔ انیلہ غزل نے جب بلی کو دیکھا تو خف سے کانپ اٹھی یہی منحوس بلی نے میری زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے انیلہ غزل بلی کو

گھورنے لگی جبکہ بلی سرخ نظروں سے انیلہ غزل کو گھور رہی تھی انیلہ نے کھڑکی کا پردہ برابر کیا اور پلنگ پر لیٹ گئی دو آنسو اس کے رخساروں پر بہہ کر نکلے اسے پتہ نہیں چلا کہ وہ کب سو گئی تھی۔ انیلہ غزل بے تحاشہ رو رہی تھی اس کے پیچھے ایک بارہ تیرہ سالا بچہ رو رہا تھا وہ اس بچے سے سخت ہراساں تھی چاند کی چودھویں رات تھی چاند نے ہر چیز کو روشن ومنور کر دیا تھا۔ اس کا اپنا بچہ تھا جو اس کو پکڑنے کے لیے بے تحاشہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا انیلہ غزل کے بال بکھرے ہوئے تھے اور خوف کی پرچھائیاں اس کے چہرے سے عیاں تھیں وہ دوڑتی ہوئی قریب قریب کنویں پر پہنچ گئی اچانک پتہ نہیں کہیں سے وہی کالی بلی اس کی راہ میں آ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور زور سے غراتی ہے۔ انیلہ غزل چیخ مار کر اٹھ جاتی ہے وہ خوف اور پسینے سے بری طرح نڈھال ہو چکی تھی اس کے سرہانے عدنان بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر اس کی تھوڑی بہت ڈھارس بندھی انیلہ عدنان کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ عدنان کو نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے ان کے پیچھے آ گیا تھا انیلہ غزل نے عدنان کو خواب سنایا تو اس بار وہ سنجیدہ نظر آیا اور خواب سن کر بولا۔

ہم ضرور اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے تم پریشان مت ہو میں ہوں ناں تمہارے ساتھ ہم کسی عامل سے رابطہ کریں گے یقین خدا بہتر کرے گا۔ جواب میں انیلہ صرف روئے جا رہی تھی عدنان نے اس کے آنسوؤں کو پونچھا اور اس سے پیار کرنے لگا اور رات ان کی ایک دوسرے میں مدغم گزر گئی۔

دونوں بابا کے ڈیرے پر چلے گئے عدنان نے بابا کو انیلہ غزل کے خواب بتایا اور اس سے چھٹکارے کا حل مانگا جبکہ دونوں نے کچھ باتیں بابا سے چھپا لیں عدنان نے بچے کے بارے میں بتانا پسند نہ کیا۔ تو انیلہ نے بلی کے بچے جو کنویں میں پھینکے تھے وہ بات باباجی سے چھپائی یہ بات تو انیلہ غزل نے عدنان سے بھی چھپائی تھی بابا نے ان کا مسئلہ سرسری سنا اور ان دونوں کا مسئلہ اس کی نظر میں قطعی کوئی گھمبیر نہ تھا اس لیے باباجی نے انیلہ کو ایک عدد تعویذ دیا اور دم کیا ہوا پانی اسے دے دیا اور سختی سے تاکید کی کہ جب تک تمہارے گلے میں یہ تعویذ جب تک تمہارے گلے میں رہے گا تمہیں ڈراؤنے خواب نہیں آئیں گے جس دن تعویذ گم ہو گیا تمہیں پھر سے ڈراؤنے خواب آنے شروع ہو جائیں گے اس لیے احتیاط سے اس تعویذ کی حفاظت کرنا اور اس بوتل میں دم کیا ہوا پانی ہے یہ پانی شام کے وقت تین وقفوں میں پینا ہے پوری بوتل خالی کرنی ہے انیلہ غزل اور عدنان نے باباجی کے کہنے پر عمل کیا اور پھر دن پر دن گزرتے چلے گئے ڈراؤنے خوابوں کا سلسلہ بند ہو گیا بلی بھی کہیں وقت کی دھول میں گم ہو گئی وقت کے ساتھ ساتھ اس کا بلی نما بچہ بھی بڑا ہونے لگا۔

لمحے پلوں کی صورت میں گھنٹے بنتے گئے گھنٹے دنوں میں اور دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں مہینے سالوں میں بدل گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وقت کا پہیہ گھومتا ہوا بارہ سال آگے چلا گیا۔ انیلہ غزل نے اس عرصہ میں کوئی بھیانک سپنا نہیں دیکھا تھا اور نہ وہ منحوس بلی دوبارہ اس کے سامنے آئی تھی جب سے انہوں نے بابا کا دم کیا ہوا پانی پیا تھا اور وہ نورانی تعویذ گلے میں ڈالا تھا سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا اس عرصہ میں عدنان نے انیلہ کو سمجھایا کہ اپنے بچے سے منہ نہ موڑے یہ اپنا خون ہے اور یہی ہماری کل کائنات ہے مگر جواب میں انیلہ غزل چیختی۔ عدنان دیکھنا ایک دن یہی بچہ میرا گلہ گھونٹے گا۔ یہ جو تم اسے پال رہے ہو یہ تم ایک سانپ کو پال رہے ہو

ابھی تو یہ صرف سنو پولیا ہے جب بڑا سانپ بنے گا اس دن تمہاری انیلہ کو ڈس لے گا مجھے اس کی شکل سے نفرت ہے انیلہ کی اس طرح کی باتیں جب عدنان سنتا تو چپ رہ جاتا۔ اکثر انیلہ غزل اس کی خاموشی کو محسوس کر کے کہتی عدنان میں جانتی ہوں تمہیں بچوں کا بڑا ارمان ہے میں تو دوبارہ ماں نہیں بن سکتی تم یتیم خانے سے بچہ لے لو مگر پھر عدنان اس کی بات کی نفی کرتا اور یوں وقت پر زور رفتار سے گزر کر بارہ سال آگے چلا گیا۔ گورنرس روزینہ نے ان کے بچے کی پرورش پوری تندہی اور توجہ سے کی تھی مگر پتہ نہیں اس کی شخصیت میں کہاں کمی رہ گئی تھی کہ وہ چپ چاپ گم صم سنجیدہ رہتا عدنان پھر بھی دن میں بچے کی خبر لے لیتا تھا۔ مگر انیلہ غزل اس بچے سے لاتعلق ہو گئی تھی اور بچے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ جبکہ عدنان کے ابو ان عرصے میں گزر گئے تھے جبکہ ماں فالج زدہ ہو کر کمرے میں مقید ہو کر رہ گئی تھی۔ انیلہ کے ممی پاپا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فارن کنٹری چلے گئے تھے اور اپنا گھر انیلہ غزل کے اور عدنان کے نام کر گئے تھے عدنان نے بیچ کی دیوار گزر کر گھر کو وسیع بنا دیا تھا۔ اور اب دونوں گھروں کا لان ایک بڑا لان بن گیا تھا پرانا ممنوع کنواں اب بھی لان میں موجود تھا جس پر لوہے کا سر موجود تھا۔

بارہ سال کا عرصہ گزر گیا تھا انیلہ غزل بلی کو بھلا چکی تھی خواب ماضی میں کہیں دھند کی طرح گم ہو چکے تھے انیلہ کے گلے میں تعویذ ابھی بھی موجود تھا مگر سالوں گزرنے کے بعد بہت ہی پرانا ہو چکا تھا مگر جب خواب چھوٹے اور بلی غائب ہو گئی تب اس نے تعویذ پر توجہ کم کی۔ باتھ روم میں نہاتے ہوئے انیلہ نے تعویذ اتار کر کھونٹی سے لٹکایا اور نہا کر دوبارہ پہننا بھول گئی ہلکی پھلکی ہو کر وہ دوبارہ کمرے سے نکلی جب کچھ دیر کے بعد اسے تعویذ کا خیال آیا اور وہ باتھ روم میں گئی تو حیرت سے گنگ رہ گئی کیونکہ تعویذ کا نام و نشان نہیں تھا البتہ اس نے بلی کا سایہ روشن دان سے باہر جاتے ہوئے دیکھا۔ خوف کی سرلہریں اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کرتی ہوئی محسوس ہوئی مگر اگلے لمحے اس نے اپنے خوف پر قابو پایا اور سر جھٹک کر باتھ روم سے باہر آ گئی انیلہ غزل تعویذ کی گمشدگی پر ذرا بھی پریشان نہیں ہوئی تھی اس کی نظر میں اب سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا کیونکہ عرصہ بیت گیا تھا اس نے اپنے بچے کو بھی نہیں دیکھا تھا دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن لندن سے فاریہ تبسم آ گئی فاریہ تبسم عدنان اور انیلہ غزل کی انٹی کی بیٹی تھی جو عدنان سے عمر میں آٹھ سال چھوٹی تھی عدنان اور انیلہ غزل کے ابو آپ میں بھائی تھے وہ دونوں چاچا زاد کزن تھے جبکہ فاریہ ان کی پھوپھو زاد کزن تھی۔ فریہ تبسم کی ماں شادی کر کے باہر سیٹ ہو گئی تھی وہ یہ سوچ کر یہاں آئی تھی کہ یہاں پر اسے زبردست پروٹوکول ملے گا مگر سب سے پہلے تو یہ دیکھ کر وہ چونک گئی کہ گھر میں یاسیت سی چھائی ہوئی ہے انیلہ غزل اپنی خول میں بند رہتی ہیں بات چیت کرنا گوارہ نہیں کرتی عدنان خود آفس سے لیٹ آتا ہے گھر میں ایک گورنرس روزینہ تھی جس کے پاس ایک بدشکل بارہ سال کا بچہ ہر وقت موجود ہوتا اور وہی گورنرس اس بچے کا خیال رکھتی عدنان تو اب بھی خوبرو تھا مگر وقت نے جیسے اس کے اندر کو تبدیل کا تھا ہر وقت وہ بھی سنجیدہ سنجیدہ سا رہتا۔ چند دنوں میں ہی فاریہ تبسم اس گھر سے اکتا گئی تھی کبھی کبھی وہ عدنان کی امی اپنی مامی کے پاس جا کر بیٹھ جاتی مگر وہ بھی فالج زدہ مریضہ تھی بات چیت نہیں کر سکتی تھی اس لیے اکتا کر کبھی اس بلے نما بچے کی طرف حیرت سے دیکھا کرتی اور سوچا کرتی قدرت سب کچھ کر سکتی ہے۔

دن پر دن گزر رہے تھے وقت نے جو دھول اور دھند حالات واقعات پر ڈال دی تھی اب وہ زنگ جو آئینوں پر پڑ چکی تھی رفتہ رفتہ دوبارہ سے صاف ہو رہی تھی بلی دوبارہ سے نمودار ہوئی تھی انیلہ غزل کمرے میں بیٹھی ایم اے راحت کی کوئی پراسرار ناول پڑھ رہی تھی یہ ناول بہت معروف مقبول ناول تھا اور اس کے کردار بہت زیادہ پراسرایت لئے ہوئے تھے رات کے بارہ بجے کا وقت تھا انیلہ غزل ناول میں گم ہو گئی تھی میاؤں بلی کی منحوس آواز سن کر ناول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا لی سے اسے نفرت ہو گئی اور بلی کی آواز سن کر اور وہ بھی رات کے وقت وہ اپنے لیے خطرے کا الارم محسوس کر رہی تھی۔

میاؤں میاؤں۔ بلی نے اس بار اونچی آواز میں میاؤں کہا۔ انیلہ غزل تھر تھر کانپ اٹھی وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑکی میں آ گئی باہر کھلے لان میں بلب کی روشنی میں لان دکھائی دے رہا تھا ایک بلی اس ممنوع کنویں کے بند سر پر بیٹھی ہوئی تھی کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی بلی کو دیکھ کر پرانے خواب پھر سے انیلہ غزل کے ذہن میں فلم سکرین کی طرح تازہ ہو گئے۔ اس نے کھڑکی بند کی اور دوبارہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ بلی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی اور خوف سے اس کا برا حال تھا عدنان بیڈ پر بے سدھ لیٹا ہوا تھا انیلہ غزل نے اسے مناسب نہ سمجھا کہ اسے جگائے اس لیے ساری رات خوف میں مبتلا ہو کر گزاری صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو عدنان جا چکا تھا عدنان کے ساتھ فاریہ تبسم بھی اس کے آفس جا چکی تھی وہ گھر میں سخت بور ہو گئی تھی صبح صبح انیلہ غزل نے اپنے بچے کو لان میں کسی بلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو وہ سخت بدمزہ ہو گئی۔ اس نے چیخ چیخ کر گورنس روزینہ کو سخت سنائیں اور اپنے بیٹے کو پکڑ کر اس کی خوف چھتر ول کی۔ انیلہ غزل نے رات لی والا غصہ اپنے بچے پر نکال دیا گورنس نے بڑی مشکلوں سے اس بچے کو بچا لیا ورنہ انیلہ نے تو جیسے اس بچے کا خون ہی کر دینا تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد عدنان کے ساتھ ساتھ فاریہ تبسم ہنستی مسکراتی گھر میں آ گئی دونوں کسی بات پر قہقہے لگا رہے تھے انیلہ غزل تو پہلے ان دونوں کے بے ساختہ قہقہوں پر چونک کر ان دونوں کو دیکھنے لگی مگر پھر سوچ میں پڑ گئی کہ کتنا عرصہ بیت گیا ہے کہ ہم دونوں کبھی کھل کر اس طرح سے ہنسے ہوں۔ باقی رات تک گپ شپ ہوتی رہی۔ رات کو کمرے میں انیلہ نے عدنان سے کہا۔

عادی مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے۔

ہوں ہاں۔ ہاہوں کھل کر بتاؤ۔

عادی پھر سے وہ منحوس بلی آ گئی ہے مجھے پھر سے وہ خواب نظر آنے لگے ہیں میں پھر سے وہی خواب دیکھنے لگی ہوں مجھے لگتا ہے کہ میں مر جاؤں گی یہ کہ جسے میں نے جنم دیا ہے یہی مجھے مار دے گا۔

انیلہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا میں ہوں ناں میں سب کچھ سنبھال لوں گا تم مجھ پر بھروسہ کرو۔

نہیں عادی مجھے تمہیں کچھ اور بھی بتانا ہے دراصل یہ جو میرے ساتھ ہو رہا ہے اس کی ایک وجہ ہے اور وہ وجہ وہی بلی کے بچے ہیں جسے میں نے بے رحمی سے قتل کر ڈالے تھے انیلہ غزل نے اب مکمل اور ساری بات عدنان کو بتائی۔ جسے سن کر عدنان کے ہوش اڑ گئے۔ عدنان اس بے زبان بلی نے مجھے بددعائیں دی تھی وہی بددعائیں میرا پیچھا نہیں چھوڑتی کسی بے زبان پر کبھی بھی ظلم نہیں کرنا چاہیے اللہ بے نیاز ہے وہی اس دنیا میں بھی انسان کو ذلت دے سکتا ہے۔

انیلہ غزل تم سو جاؤ ہم کل دوبارہ بابا جی کے پاس جائیں گے وہ اللہ لوگ ہیں وہ ضرور ہماری مدد کریں گے۔

عادی جو اللہ نے لکھا ہے جو بد دعا قبول کی ہے وہی ہو گا اگر دعا سے قسمت بدل سکتی ہے تو بد دعا سے بھی زندگی عذاب بن جاتی ہے بہت عرصہ بیت گیا ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

انیلہ غزل میری جان کل ہم ضرور جائیں گے باباجی کے پاس اور ان سے وہ سب باتیں کریں گے جو پہلے ہم نہیں کر سکے تھے۔

ٹھیک ہے عادی۔ پھر وہ دونوں سو گئے۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ انیلہ نے پھر سے وہی خواب دیکھا اور ڈر کر اٹھ گئی۔ عدنان کو اس نے اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور پھر ساری رات کروٹیں بدل بدل کر گزار دی۔

صبح وہ دونوں بابا رمانی کے پاس آ گئیں بابا کے چہرے سے پرنور روشنی کی شعاعیں سی نکل رہی تھیں وہ پہلے سے کچھ بوڑھے ہو گئے تھے مگر اس کا چہرہ پرنور ہو گیا تھا بابا نے ان دونوں کو دیکھ کر پہنچان لیا۔ اور ان سے کہا کہ آپ لوگ تو بارہ سال کے بعد آئے ہی نہیں۔ عدنان اور انیلہ غزل نے بابا کی باتیں سن کر حیران رہ گئے وہ تو سوچ رہے تھے کہ بابا ان کو بھلا چکا ہو گا۔ اور دوبارہ سے انہیں وہ کہانی سنانی پڑے گی دونوں نے باباجی کو ساری باتیں کھل کر بتائیں جو باتیں انہوں نے پہلے چھپائی تھیں بابا نے ان کی باتیں تحمل سے سنیں اور ساری باتیں سن کر بولے۔

انیلہ بیٹا۔ آپ ذرا باہر جائیں مجھے عدنان سے کچھ باتیں کرنی ہیں انیلہ کے باہر جاتے ہی باباجی عدنان سے کہا۔

عدنان بیٹا مجھے جو علم تھا کہ تم نے جو باتیں چھپائی تھیں اب وہ باتیں جان کر بھی میں کچھ خاص مدد نہیں کر سکتا اگر تم دونوں بارہ سال پہلے مجھے وہ سب کچھ بتا دیتے جو آج بتا رہے ہو تو ہو سکتا تھا کہ میں کچھ کرتا میرے خیال میں اب کچھ نہیں ہو سکتا بس تم حوصلہ نہ ہارنا ہمت سے کام لینا۔

باباجی کیا ہم ساری زندگی اس طرح رہیں گے

دیکھو بیٹا غیب کا علم صرف خدا ہی جانتا ہے اور وہی اپنے مستقبل پر دسترس رکھتا ہے ہاں میری ایک بات غور سے سنو آنے والی چاند کی رات خطرناک ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ پورے چاند کی رات کو انیلہ خواب میں دیکھتی رہتی ہے اگر کسی طرح سے آنے والی چاند کی چودھویں رات گزر جائے تو پھر میرے پاس آ جانا میں پوری کوشش کروں گا کہ اس بلی سے مکمل طور پر تمہارا چھٹکارہ دلا سکوں۔

ٹھیک ہے باباجی۔ وہ اٹھ گیا۔

عدنان اور انیلہ وہی س چلے آئے انیلہ کھوئی ہوئی تھی جبکہ عدنان کچھ پریشان لگ رہا تھا چاند کی چودھویں میں دو تین دن باقی تھے اس یاسیت بھرے ماحول سے فاریہ تبسم تنگ آ گئی تھی مگر وہ چند دن مزید رک گئی تھی دو تین گزر گئے رات کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے چاند آسمان پر پوری طرح چمک رہا تھا چاند کی روشنی نے ہر طرف ہر چیز کو روشن کر دیا تھا عدنان نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ پوری رات نہیں سوئے گا مگر پتہ نہیں کیسے اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گیا۔ گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی انیلہ غزل نے آج پھر سے وہی خواب دیکھا آج اس نے پورا خواب دیکھا تھا وہ بری طرح سے پسینے سے شرابور تھی اور ساتھ میں تھر تھر کانپ بھی رہی تھی وہ پلنگ سے نیچے اتری اس کے بال کھلے تھے اور اس کے پشت پر بکھر گئے تھے انیلہ غزل نے ٹیبل کے دراز سے عدنان کا پسٹل نکالا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ چاند کی روشنی میں ہر چیز چمک رہی تھی ماحول پر سوگواریت طاری تھی انیلہ غزل چلتی ہوئی اپنے بلے نما بچے کے کمرے کے دروازے پر رک

گئی اس نے دروازہ دھکیلا دروازہ اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔اس کا بچہ دروازہ کے قریب کھڑا تھا۔
تم مجھے مارو گے ۔میں تمہیں مار دوں گی۔
انیلہ نے پستول کا رخ اپنے بچے کی طرف کر دیا۔ اور اگلے ہی لمحے میں ٹریگر دبا دیا ڈز کی آواز سنائی دی۔مگر بچے نے پھرتی سے چھلانگ لگا دی اور گولی اس کے بازو کو چھو کر گزر گئی۔ سانپو لیے آج تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی تمہیں مار کر ہی دم لوں گی اس سے پہلے کہ وہ دوسری گولی چلاتی بچے نے انیلہ پر چھلانگ لگا دی پستول انیلہ کے ہاتھ سے گر گئی۔اور اس نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔اس کا بچہ بیچے گر گیا بچہ بھی اس کے پیچھے بھاگا۔انیلہ غزل بے تحاشہ ڈور رہی تھی اس کا بچہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا پستول کی آواز سنکر عدنان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا جبکہ فاریہ تبسم بھی فائر کی آواز سن کر اٹھ بیٹھی تھی۔چاند کی روشنی میں ہر چیز صاف وشفاف نظر آرہی تھی ماحول پر گہری خاموشی کے سائے جھلملا رہے تھے۔اور چاند کی روشنی میں پورا لان صاف نظر آرہا تھا۔ماحول پر گہری خاموشی سائے جھلملا رہے تھے اور چاند کی روشنی میں پورا لان صاف نظر آرہا تھا دوڑتے دوڑتے انیلہ غزل کی پرچھائیاں رقص کناں تھیں کنویں کے پاس وہ جیسے ہی پہنچی ایک غراہٹ کی آواز اس کے سماعتوں میں گونجی وہی کالی بلی اس کے قدموں کے آگے کھڑی تھی اور اس پر غرا رہی تھی بلی کی سرخ نظریں جیسے ہی کنویں کے لیند سر پر ٹھہری کنویں کا لوہے سے بنا سر خود بخود کھل گیا یہ سب لمحوں میں ہو گیا۔انیلہ غزل ڈر کر کنویں کے منڈیر پر چڑھ گئی اس کے بلے نما بچے کو پکڑ لیا اور دونوں ماں بیٹے آخری لمحے میں گرتے چلے گئے کنویں کے اندر گرتے ہی ان دونوں کی ارتعاش شدہ چیخیں کنویں کے اندر سے نکلنے لگی عدنان لان میں دوڑ رہا تھا اس کے پیچھے فرایہ تبسم آرہی تھی جیسے ہی انیلہ غزل اور اس کا بچہ کنویں میں جا گرے عدنان کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی۔

انیلہ۔لہ لہ۔لہ لہ۔۔عدنان دوڑتا ہوا جیسے ہی کنویں کے منڈیر پر پہنچا وہ کنویں کے اندر کودنا چاہتا تھا کہ پیچھے سے فاریہ نے سے روک لیا۔

عادی یہ کیا بیوقوفی کر رہے ہو۔

فاریہ چھوڑو مجھے میں بھی ان کے ساتھ ہی مرنا چاہتا ہوں۔

ہوش کرو خودکشی گناہ ہے کیا تم خودکشی کرنا چاہتے ہو۔۔فاریہ چیخی۔

ہاں میں مایوس ہو گیا ہوں چھوڑو مجھے وہ بھی چیخا

فاریہ نے پوری قوت سے اسے پکڑ رکھا تھا مگر عدنان نے خود کو چھڑا لیا فاریہ پوری قوت سے اسے تھپڑ مار دیا۔تراخ کی آواز پورے لان میں گونج اٹھی عدنان حیران نظروں سے فاریہ تبسم کو دیکھنے لگا۔

جاؤ دے دو جان مگر اتنا یاد رکھنا کسی ایک انسان کے چلے جانے سے کسی کی دنیا ختم نہیں ہو جاتی یہ دنیا انسانوں سے بھری ہوئی ہے تم مر کر بھی انیلہ غزل کو حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے پاس جانا چاہتے ہو مگر تم مر کر بھی اسے پا نہیں سکو گے اس نے خودکشی نہیں کی تھی آخری لمحے تک انیلہ غزل نے اپنا بچاؤ کیا تھا مگر اس کے بچے نے اسے کنویں میں دھکا دے دیا انیلہ غزل نے اس پراسرار بچے کے شر سے دنیا کو بچانے کے لے اس بچے کو بھی اپنے ساتھ کنویں میں لے گئی۔

کنویں کا سر ڈھرم کی آواز کے ساتھ دوبارہ بند ہو گیا فاریہ اور عدنان نے حیرانی سے کنویں کو دیکھا پھر اس کالی بلی کو جو کنویں پر اپنی نظریں جمائے کھڑی تھی اچانک بلی کے اردگرد دھواں پھیلنے لگا اور پھر اس دھویں میں سے بلی کی جگہ ایک سانولی

رنگ کی پختہ عمر کی عورت باہر نکلی۔ عدنان اور فاریہ تبسم پھٹی پھٹی نظروں سے اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔

حیران مت ہو میں قوم جنات سے تعلق رکھتی ہوں میرا نام انزشیا ہے میں ہی وہ بلی ہوں جیسے کچھ دیر قبل تم دیکھ رہے تھے بارہ سال پہلے میں بیک وقت چار بچوں کی ماں بن گئی جس رات میرے بچے پیدا ہوئے تھے وہ اسی طرح پورے چاند کی رات تھی اور میرا شوہر بہت خوش تھا اچانک ہمارے علاقے پر یہودی جنات نے حملہ کر دیا آسمان سے آگ کے گولے برسنے لگے میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں انسانی دنیا میں بھیج رہا ہوں اور بچے بھی تمہارے ساتھ جائیں گے مگر پہلے تم بلی کے بہروپ میں آجاؤ۔ میرے شوہر نے اپنی مخفی طاقت سے ہمیں انیلہ غزل کے گھر میں ڈال دیا اور خود جنگ کرنے کے لیے چلا گیا جب تک میرا شوہر واپس نہیں آتا تب تک ہمیں بلیوں کے بہروپ میں رہنا تھا مگر انیلہ غزل نے میرے بچے اس رات کنویں میں پھینک دیئے میں نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر میری طاقتیں سلب ہو چکی تھی میں صرف بلی کے روپ میں تھی اپنے بچوں کے لیے کچھ نہیں کر سکی تب میرے دل سے انیلہ کے لیے بد دعا نکلی اور میری بد دعا اس کے لیے روگ بن گئی تب انیلہ غزل خود بلے بچے کی ماں بن گئی اور بابا کے دیئے ہوئے تعویذ کی وجہ سے میں کچھ سالوں کے لیے اپنی دنیا میں چلی گئی میں یہاں انیلہ غزل سے کوئی انتقام لینے نہیں آئی تھی میں تو اپنے بچوں کی یاد میں یہاں آتی ہوں۔ خدا نے جو لکھا تھا وہ پورا ہوتا ہے اب میں ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں میرا شوہر جنگ میں ہی مر گیا تھا مگر یاد رکھنا آئندہ کسی بے زبان جانور پر ظلم نہ کرنا کیونکہ سب کا خدا ہوتا ہے چاہے وہ جو کوئی بھی ہو انسان ہو حیوان ہو یا جنات میں سے ہو وہ چلی گئی دوسرے دن انیلہ غزل اور بچے کو دفنا دیا گیا عدنان نے وہ کنواں ہمیشہ کے لیے پر کر دیا فاریہ تبسم نے اپنی کوششوں سے عدنان کو زندگی کی طرف مائل کر دیا چند مہینے کے بعد دونوں نے شادی کر لی۔

اب کئی سال بیت چکے ہیں عدنان اور فاریہ دو جڑواں بچوں کے ماں باپ ہیں اس کے بچے خوبصورت حسین اور گول گپے کی طرح گول مٹول ہیں خدا سب کو ان کی نصیب کی خوشیاں دے دیتا ہے ان کی زندگی میں کوئی غم کوئی کمی کوئی پچھتاوا نہیں ہے البتہ کبھی کبھی عدنان کو انیلہ غزل بے تحاشا یاد آجاتی ہے مگر فاریہ تبسم کو دیکھ کر وہ مستقبل کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے۔

اشعار

تمہاری راہ گزر کو سجا دیا میں نے
جلا کے خود کو اندھیرا مٹا دیا میں نے
تیری خطا ہے نہ شکوہ ہے مجھے زمانے سے
یہ دل تو اپنے ہی ہاتھوں لٹا لیا میں نے

حافظ مرسلین اختر۔ سرگودھا

اگر شر نہ ہے تو بڑھے جو پھول ہے تو کھلے
طرح طرح کی طلب تیرے رنگ لب سے ہے یارو

ساہیوال

سیدھی راہ دکھانے والا ملا جو بھی مجھے
افسوس اس کے چہرے پر دیکھی کبھی ہنسی نہیں

اعجاز کشمیری۔ گاؤں ہنڈالی

یہ آرزو تھی کہ ایسا بھی [illegible] ہوتا
میری کمی نے تجھے بھی ہلا [illegible] ہوتا

مرتضیٰ حسن۔ جنوبی وزیرستان

زندگی مسلسل اداسیوں میں گزاری ہم نے
سنی ضرور ہے دیکھی نہیں خوشی ہم نے

فوجی شاہد احمد۔ گوجرانوالہ

ڈریم گرل

۔۔۔تحریر: سائرہ ارم۔ جہلم۔

ملائیکہ چیخنے لگی۔ ملائیکہ آسمانی مخلوق کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی مہمانوں کی بھیڑ سے نکلتی ہوئی سیدھی گارڈن میں چلی گئی ملائیکہ کی یہ حرکت دیکھ کر لوگ کافی باتیں کرنے لگے۔ لیکن ملائیکہ تو آؤٹ آف کنٹرول تھی کبھی اس کی ذات پر تنقید کرتے تو کبھی اس کی خوبصورتی پر باتیں لیکن ملائیکہ تو یہ سب چھوڑ کر ایک انجانے سائے کی طرف بھاگ رہی تھی جس کی شاید کوئی منزل نہ تھی وہ جو بھی تھا ملائیکہ کی زندگی میں بری طرح حائل ہو چکا تھا جو ملائیکہ کو ہر روز ہی اپنی فیملی سے دور لے جاتا تھا۔ کیا ملائیکہ کسی اور کی بن سکتی ہے یا اس کی ساری زندگی یونہی شام ڈھلے گزرے گی رات بھر ایک جن کی بانہوں میں میں یا کبھی اس کی لامحدود دنیا میں۔ کیا وہ ملائیکہ کی دنیا کو نہیں ایسا کبھی ممکن نہیں۔ ویسے صاعقہ مجھے کہنا تو نہیں چاہیے پر تمہاری بہن کو اس وقت تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا صوفی دھیرے سے تھکیے انداز میں بولی۔ جانتی ہو پر یہ بچپن سے ہی بہت مغرور ہے کسی سے اتنا فری ہو کر بات ہی نہیں کرتی اور نہ ہی اتنا ٹائم دیتی ہے اس کی نیچر ہی ایسی ہے، ہم تو اس کے عادی ہو چکے ہیں بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن زور نہیں چلتا ہمارا اس پر بہت ضدی لڑکی ہے ضد میں آ کر خود کو نقصان دیتی ہے۔ ماما اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہیں ادھر صاعقہ کی منگنی ہو گئی تھی اس کی زندگی میں اس کا ہمسفر آ گیا تھا۔ دو ماہ بعد اس کی شادی تھی صائقہ اپنی پاپا کی وجہ سے بہت غم کھائے جا رہی تھی کیونکہ صائقہ ہی تھی جو اپنا زیادہ وقت مس روحی کے ساتھ گزارتی تھی ماں کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک تھی میرے بعد کیا ملائیکہ ماما کا خیال رکھ پائے گی ماما کتنی اکیلی ہو جائے گی۔ زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جنہیں چاہ کر بھی ہم ان سے منہ موڑنا نہیں چاہتے لیکن وقت بہت ظالم ہے اب ملائیکہ کی زندگی کھنڈر نما گھر میں ویرانی شام کے علاوہ کے کچھ نہیں تھی۔ سب ختم ہو گیا مگر ملائیکہ نہیں۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

ایک ایسی لڑکی کی کہانی جو خوابوں میں پیار کر بیٹھی حقیقت میں وہ چہرہ اسے کبھی دکھائی دیا ہی نہیں۔ ڈریم گرل روز اپنے سپنوں کے شہزادے سے ملتی جبکہ وہ یہ جانتی تھی کہ یہ ایک سپنا ہے جو آنکھ کھلنے پر ہمیشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دن ہفتوں میں ہفتے مہینوں میں گزرتے رہے مگر ملائیکہ آج بھی بالکل اسی کنڈیشن میں تھی۔ صاعقہ کی شادی کو دس برس بیت گئے تھے مس روحی دنیا فانی سے کوچ کر گئی تھی صاعقہ اپنے بچوں کے ساتھ لندن میں شوہر کے ساتھ مقیم تھیں۔ مسٹر ریحان اور مس روحی کا شاندار گھر اک اجڑا کھنڈر بن گیا تھا قریب کے رہائشی گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر ملائکہ آج بھی اسی احساس میں گرفتار تھی وہی شامیں وہی خامشی وہی سناٹا اور ایسے میں گھنگھروں کی آوازیں اور پھر ایسے عالم میں اسکا جھولا جھولنا۔ اور کسی انجان سے رشتے میں بندھی انجان سائے کے ساتھ کتنا سفر طے کر رہی تھی نہ تو کبھی کسی نے اس کے حالات کو جانا اور نہ ہی جاننے کی کوشش کی اسی طرح ملائیکہ نے بھی تو اس دنیا



کوتسلیم ہی نہ کیا۔اس کی دنیا تو شام کے منظر میں پرندوں کی چہچاہٹ پر کھل کر ہنسنا اور پھر صبح ہونے پر دل کھول کر رونا رات بھر خوابوں کی دنیا میں بن دیکھے سپنوں کے شہزادے کو محسوس کرنا اس کے حصار میں خود کو مبتلا کرنا اگر اس کے بس میں ان سب چیزوں سے جان چھڑانا ممکن ہوتا تو آج یہ آزاد ہوتی کیا اس کی زندگی ہمیشہ ایسے ہی اس کھنڈر میں گزرے گی۔

دسمبر کی ٹھنڈی تاریک رات میں بیٹھی ملائیکہ ہمیشہ کی طرح خود کو کسی دوسری ذات میں شامل کر لیتی وہ وجود بھی انوکھا سا جس کا کوئی نشان تک نہیں آخر کیوں کیا ماجرا ہے۔

جو بھی ملائیکہ کو چھوتا ہے جان دے دیتا ہے ملائیکہ اک ایسی لڑکی جو دیکھتا اس کی طرف مائل ہو جاتا۔بیس برس کی ملائیکہ اور خوبصورتی میں کمال کیوں نہ ہنی کسی گھر کا لال۔

آج سے اٹھارہ سال پہلے کی بات ہے جب مس روحی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ جھیل سیف الملوک گھومنے گئی۔مس روحی اپنے شوہر کی وفات کے بعد بالکل تنہا ہوگئی تھی سوائے دو بیٹیوں کے اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا یہی اس کا کل اثاثہ تھیں بڑی بیٹی صاعقہ اور چھوٹی ملائیکہ۔مس روحی شام میں اکثر اپنے شوہر کی یادوں میں کھو جاتی تھی وہ اپنے بیتے دنوں کو یاد کرنے لگیں جب وہ مسٹر ریحان کے ساتھ روز شام میں آؤٹنگ کے لیے جاتی تھیں دونوں میں بہت پیار و اتفاق تھا لیکن شاید یہ سب بہت کم وقت کے لیے تھا مسٹر ریحان کی ناگہانی ڈیتھ کے بعد مس روحی بہت سہمی سہمی رہتی تھیں وہ جب بھی اس منظر کو یاد کرتی تو آپ سے باہر ہو جاتیں ایسے میں صاعقہ اور ملائیکہ مس روحی کے حالت سے بہت نروس ہو جاتیں۔

مسٹر ریحان کی آج پہلی برسی تھی مس روحی نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا صبح سے شام ہوگئی مہمانوں کا ہجوم دھیرے دھیرے کم ہو گیا مس روحی اور صاعقہ جلدی ہی خواب گوشہ میں چلی گئیں لیکن ملائیکہ تو اپنی ہی دھن میں مگن تھی گارڈن میں لگے ہوئے پھولوں کی خوشبو چہار سو ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوائیں رات کا سناٹا چاند کی چاندنی اور ایسے میں تنہا بیٹھی ملائیکہ اپنی ننھی منی گڑیا ہاتھ میں تھامے ایک انجانی سی خواہش لیے جگنو کی روشنی پر گڑیا کو لوری سناتے سناتے نیند کی آغوش میں چلی گئی رات کا آخری پہر تھا ہر ایک میٹھی نیند میں سو رہا تھا۔

ادھر آسمان میں اڑتا ہوا شاہی خاندان اپنے بچوں کے ہمراہ پرستان جا رہا تھا کہ شہزادہ حاطم کی نظر نیچے باغ میں پڑی تو جھٹ سے بولا۔

ماما جان چلیں یہاں تھوڑی دیر ہم رکتے ہیں بہت تھک گئے ہیں اور دیکھیں کتنی خوبصورت میری ہم عمر بچی یوں باغ میں اکیلی سو رہی ہے۔ مما رکئے ناں۔

نہیں ہم یہاں نہیں رک سکتے پہلے ہی بہت دیر ہوگئی ہے ویسے بھی شہزادہ گل ہمیں بہت ڈانٹیں گے۔

پر ماما۔

میں نے کہاں ناں نہیں۔

شہزادہ حاطم ملائیکہ کے پاس آیا اور دھیرے سے کام میں بولا میں آج کے بعد تیرے خوابوں میں آؤں گا۔چلو شہزادہ حاطم شاہدی خاندان اپنے بچوں کے ہمراہ پرستان جا رہے تھے چھوٹے شہزادے کی نگاہ ملائیکہ پر پڑی ماں کا حکم بجالا کر وہ وہاں سے نا چاہتے ہوئے بھی چل دیا۔

ملائیکہ ملائیکہ تم کہاں ہو مس روحی اپنی بچی کو نہ پا کر فوراً چیخنے چلانے لگی۔

جی ماما کیوں اٹھا دیا مجھے ملائیکہ اپنے چھوٹے چھوٹے قدم آگے بڑھا کر بولی۔

تم کہاں تھی۔

میں جہاں تھی آپ کو کوئی مسئلہ۔

بیٹی تمیز سے بات کرو میں تمہاری ماما ہوں۔
ماں ہوتی تو مجھے بھی آپ صائقہ کی طرح اپنے ساتھ سلاتی نہیں ہو تم میری ماں۔
یہ تم کیا کہہ رہی ہو ملائیکہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔
ملائیکہ اس رات کے بعد بالکل بدل چکی تھی اس نے ایک نیا انداز اپنا لیا تھا شاہد اس کی وجہ سے اس کا عمر شہزادہ حاطم تھا جس نے صرف ایک جھلک میں دیکھا تھا۔
وقت گزرتا چلا گیا۔ ملائیکہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی بچپن میں بھی کمال کی خوبصورتی لیکن جوانی میں تو ملائیکہ پر اتنا حسن تھا کہ جو دیکھتا وہ بہت نقصان اٹھاتا۔ اس کی کیا وجہ تھی جو کوئی بھی آج تک اسے سمجھ ہی نہ پایا تھا یہاں تک کہ اس کی اپنی ماں مس روحی بھی اکثر اوقات اس کی بدلتی رنگت دیکھ کر بہت پریشان ہو جاتیں ملائیکہ ہمیشہ کی طرح دن اپنی فیملی میں گزارتی رات ہوتے ہی خود کو سنوار لیتی بکھرتے بال لال گال خوبصورتی کمال خود کو ایسے تیار کرتی جیسے حقیقت میں کوئی اسے دیکھنے آ رہا ہو لیکن یہ سب تو بڑا عجب منظر تھا شام ہوتے ہی باغ میں بنے جھولے میں بیٹھنا اپنی ہی دھن میں جھولنا خوب ہنسنا یہاں تک کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ شاید یہ لڑکی پاگل ہے جو اکیلی ہی ہنس رہی ہے۔ اس کے ساتھ تو ایک جادوئی منظر تھا وہ تو کسی کے عشق میں بچپن سے ہی گرفتار تھی اسے شام میں پھولوں کے گرد منڈلاتے شام میں پرندوں کی چہچہاہٹ پر خوش ہونا اور پھر جب جب اندھیرا چھاتا اسے بے حد سرور ملتا یہ سب تو اس کی زندگی میں بچپن سے ہی شامل تھا۔
ملائیکہ بیٹی۔
جی ماما۔
میں نے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔
جی بولیے۔
کالج جانے سے پہلے ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھی مس روحی ڈرتے ڈرتے ملائیکہ سے مخاطب تھی۔ بیٹی کل شام صائقہ کی منگنی ہو رہی ہے۔
یہ کیا جوک ہے ماما۔
یہ جوک نہیں ہے بیٹی حقیقت ہے۔
مگر ماما آپ مجھے ابھی بتا رہی ہیں۔ اور صائقہ آپی آپ کب سے باتیں چھپانا شروع ہوئیں ہیں
نہیں ملائیکہ وہ بات یہ ہے کہ ہم جب بھی تم سے بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں تمہارا موڈ خراب ہوتا ہے۔
واٹ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپی۔ بھلا میرا موڈ کیوں خراب ہو گا ملائیکہ بھیگ اٹھاتے ہوئے ٹھیک ہے ماما شام میں بات ہو گی ملائیکہ نارملی انداز میں کہہ کر چلی گئی۔ رستے میں گاڑی خراب ہو گئی دیکھتے ہی دیکھتے طوفان نے گھیر لیا گاڑی بھی جنگل کے قریب ہی خراب ہوئی۔ یا اللہ یہ صبح صبح اتنا طوفان اوشٹ یہ گاڑی یہ راستہ کتنا خوفناک لگ رہا ہے اے اللہ میری مدد فرما یا یہ مجھے کیا ہو رہا ہے یہ منظر تو مجھے شام میں اچھا لگتا ہے مجھے اس طوفان میں بھی کتنا سکون مل رہا ہے کیا منظر ہے یہ۔
شہزادہ حاطم جو ملائیکہ کے خوابوں میں آنے والا اجنبی چہرہ تھا۔ جسے وہ دن کے اجالوں میں اکثر ڈھونڈتی تھی مگر وہ نہ ملتا روز خوابوں میں آ کر اس کو دیدار کراتا اسے میٹھی نیند سلاتا ساری رات خواب میں اس کو یہ احساس دلواتا کہ میں تمہارا ہوں لیکن میں ایک جن ہوں صبح ہوتے ہی یہ سارا منظر غائب ہو جاتا۔ آخر کیوں یہ کیا ماجرہ ہے۔ دن کے تین بج رہے تھے ملائیکہ نیم مدہوشی کے عالم میں بولی۔
آپ کہاں ہو پھولوں کی خوشبو کیوں نہیں میرا جھولا کیوں نہیں ہل رہا۔ ٹھنڈی ہوائیں بھی نہیں ہیں ملائیکہ چیخ کر بولی کہاں ہو آپ پاس بیٹھی ہوئی مس روحی تھر تھر کانپنے لگی او یہ تو مجھے کیا ہو گیا ہے ماما مجھے کیا ہوا میں کیوں سو رہی ہوں۔

اللہ جانے تجھے دن بدن کیا ہوتا جارہا ہے انجان سا ایک چہرہ تھا جو تجھے گھر تک چھوڑ گیا ہے کہہ رہا تھا کہ محترمہ رستے میں پڑی تھی شاید انہیں کوئی مسئلہ تھا۔

کون تھا ماما۔

پتہ نہیں بیٹی۔ میں نے بہت پوچھا۔ پر اس نے بتانا مناسب نہ سمجھا میں نے چائے کا بھی بولا لیکن وہ رکا نہیں۔ بھلا ہو اس کا جو تجھے گھر تک چھوڑ گیا۔

خیر ماما ابھی میں ٹھیک ہوں میں اپنی دوستوں کے ساتھ شاپنگ کرنے کے لیے چلی جاؤں نہیں۔

کیوں نہیں ماما۔ ملائیکہ غصے سے بولی مس روحی یکدم ڈر گئیں۔ فوراً بولی۔

چلی جاؤ خیال سے جانا اور ہاں جلدی آنا۔

بائے ماما۔ ملائیکہ تیزی سے پلٹی گرنے ہی لگی تھی کہ کسی انجان سے سائے نے اسے تھام لیا۔ ملائیکہ رات اس سائے کو خواب میں دیکھتی جو اس کے پہلو میں ہوتا اور سحر میں غائب ہو جاتا پھر دن بھر اپنے دماغ میں یہی سوچتا کہ یہ سب کیا ہے وہ میرے سپنوں میں تو آتا ہے حقیقت میں کیوں نہیں آخر میرا یہ خواب حقیقت کب بنے گا۔ اسی سوچ میں ڈوبی ملائیکہ فروا اور اروا کے پاس پہنچ گئی جو پہلے سے ہی جانے کی تیاری میں تھی۔

ہیلو ملائیکہ تم ہمیشہ کی طرح کتنی خوبصورت لگ رہی ہو تیری آنکھوں جیسی اے کاش ہماری آنکھیں ہوتیں۔

اچھا تو پھر کیا ہوتا ملائیکہ چلا کر بولی۔

ویسے ملائیکہ تم نے اپنی کوئی بات ہم سے کبھی شیئر نہیں کی۔

کون سی بات کیسی بات۔

ارے اتنی بچی بھی نہ بنو تم بیوٹی فل گرل ہو کیا تمہاری لائف میں ابھی تک کوئی پرنس نہیں آیا۔

پرنس کا نام سنتے ہی ملائیکہ کے جسم میں ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی۔ آنکھیں لال ہو گئیں۔ بدلتی آنکھیں دیکھ کر دونوں نے فوراً سوری کر لی مجھے نفرت ہے ان مردوں سے جو عورتوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں مجھے اپنی ذات کے علاوہ ان انسانوں سے کوئی پیار نہیں جو مجھے بری نظر سے دیکھے تو مجھے گھن آتی ہے مجھے نہیں تم لوگوں کے ساتھ جانا بائے میں جا رہی ہوں واپس اور نیکسٹ ٹائم مجھ سے بات بھی کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ میں چھوڑوں گی نہیں۔

ملائیکہ کے اچانک بدلتے تیور دیکھ کر اروا اور فروا دونوں سہم گئیں۔ ملائیکہ ایک لمحے اپنی فرینڈز کے ساتھ تھی اور دوسرے لمحہ میں گھر۔ یہ شہزادہ حاطم ہی تھا جو اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اس کی حفاظت کرتا تھا۔

ارے اتنی جلدی آ گئی ہو تم صائقہ بولی۔

کیوں تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔

نہیں تو میں نے تو ایسے ہی پوچھا ہے۔

یہ میں کیا اتنے غصے میں بول دیتی ہوں سوری آپی۔ میں نے آپ سے بدتمیزی کی سوری۔

کوئی بات نہیں ملائیکہ۔

بات سنو۔

جی بولیں آپی۔

شام میں انکل حیدری لوگ آ رہے ہیں تم پلیز آج اپنا ٹائم ہمارے ساتھ گزارنا۔

اوکے ڈیئر آپی آپ فکر نہ کریں میری پیاری آپی کی منگنی ہو رہی ہے اور میں شرکت نہیں کروں میں فریش ہو کر آتی ہوں۔

شام پانچ بجے مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ مس روحی کے جاننے والے لوگ دھیرے دھیرے مسٹر ریحان کی چوکھٹ پر قدم رکھ رہے تھے۔ ادھر ملائیکہ کی پریشانی کا عالم حیرت انگیز تھا اک سوچ کہ میں ان سب میں نہیں بیٹھ سکتی مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ میری شام میری سہانی شام پھیل رہی ہے میں

کیسے خود کو سنبھالوں گی۔ میں کیا کروں کہیں بھری محفل میں میں کوئی بدتمیزی نہ کردوں جس کی وجہ سے ماما اور آپی کو کوئی تکلیف پہنچیں۔

آ۔۔آ میں جارہی ہوں۔ جھولے میں۔ مجھے کوئی احساس کھینچ رہا ہے نہیں جاؤں گی آج۔ دیکھتی ہوں میں خود کو روک سکتی ہوں یا نہیں۔ یہ خوشبو یہ چہچاہٹ مجھے کیوں تنگ کررہی ہیں اور یہ گھنگھروکی آواز اور تیز ہورہی ہے میں کیا کروں مجھے گھٹن آرہی ہے میں کیا کروں۔

ملائیکہ چیخنے لگی۔ ملائیکہ آسمانی مخلوق کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی مہمانوں کی بھیڑ سے نکلتی ہوئی سیدھی گارڈن میں چلی گئی ملائیکہ کی یہ حرکت دیکھ کر لوگ کافی باتیں کرنے لگے۔ لیکن ملائیکہ تو آؤٹ آف کنٹرول تھی کبھی اس کی ذات پر تنقید کرتے تو کبھی اس کی خوبصورتی پر باتیں لیکن ملائیکہ تو یہ سب چھوڑ کر ایک انجانے سائے کی طرف بھاگ رہی تھی جس کی شاید کوئی منزل نہ تھی وہ جو بھی تھا ملائیکہ کی زندگی میں بری طرح حائل ہو چکا تھا جو ملائیکہ کو ہر روز ہی اپنی فیملی سے دور لے جاتا تھا۔ کیا ملائیکہ کسی اور کی بن سکتی ہے یا اس کی ساری زندگی یونہی شام ڈھلے گزرے گی رات بھر ایک جن کی بانہوں میں یا کبھی اس کی لامحدود دنیا میں۔ کیا وہ ملائیکہ کی دنیا کو نہیں ایسا کبھی ممکن نہیں۔

ویسے صاعقہ مجھے کہنا تو نہیں چاہیے پر تمہاری بہن کو اس وقت تمہارے ساتھ ہونا چاہیے تھا صوفی دھیرے سے تھکے انداز میں بولی۔ جانتی ہو پر یہ بچپن سے ہی بہت مغرور ہے کسی سے اتنا فری ہو کر بات ہی نہیں کرتی اور نہ ہی اتنا ٹائم دیتی ہے اس کی نیچر ہی ایسی ہے ہم تو اس کے عادی ہو چکے ہیں بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن زور نہیں چلتا ہمارا اس پر بہت ضدی لڑکی ہے ضد میں آکر خود کو نقصان دیتی ہے۔ ماما اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہیں ادھر صاعقہ کی منگنی ہوگئی تھی اس کی زندگی میں اس کا ہمسفر آگیا تھا۔ دو ماہ بعد اس کی شادی تھی صائقہ اپنی ماما کی وجہ سے بہت غم کھائے جارہی تھی کیونکہ صائقہ ہی تھی جو اپنا زیادہ وقت مس روحی کے ساتھ گزارتی تھی ماں کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک تھی میرے بعد کیا ملائیکہ ماما کا خیال رکھ پائے گی ماما کتنی اکیلی ہوجائے گی۔ زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جنہیں چاہ کر بھی ہم ان سے منہ موڑنا نہیں چاہتے لیکن وقت بہت ظالم ہے اب ملائیکہ کی زندگی کھنڈر نما گھر میں ویرانی شام کے علاوہ کے کچھ نہیں تھی۔ سب ختم ہوگیا مگر ملائیکہ نہیں۔۔ اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

غزل

اک پشیماں سی حسرت سے مجھے سوچتا ہے
اب وہی شہر محبت سے مجھے سوچتا ہے
میں تو محدود سے لمحوں میں ملی تھی اس کو
پھر بھی وہ کتنی وضاحت سے مجھے سوچتا ہے
جس نے سوچا ہی نہ تھا ہجر کا مسکن ہونا
دکھ میں ڈوبی ہوئی حیرت سے مجھے سوچتا ہے
میں تو مر جاؤں اگر سوچنے لگ جاؤں اسے
وہ کتنی سہولت سے مجھے سوچتا ہے
اگرچہ اب ترک تعلق کو بہت دیر ہوئی
اب بھی وہ میری اجازت سے مجھے سوچتا ہے
کتنا خوش فہم ہے وہ شخص کہ ہر موسم میں
اک نئے رخ نئی صورت سے مجھے سوچتا ہے

زاھد اقبال سحر۔ سمندری

سریلی بانسری

---تحریر: ردا جمیل۔ ماموں کانجن۔

جنید کی روح جانے لگی تو وہ چیخ اٹھی مجھے بھی ساتھ لے جاؤ لیکن اس نے کہا میں مرا ہوا ہوں تمہیں کیسے لے جا سکتا ہوں۔ وہ بولی میں مرنا چاہتی ہوں اور پھر اس نے بھی خودکشی لی۔ وہ بھی دنیا کو چھوڑ گئی۔ اس کی روح نکلتے ہی جنید کو ڈھونڈنے لگی اور پھر اس نے جنید کی روح کو ڈھونڈ ہی لیا۔ اور بولی مجھے رومعصہ پر بہت غصہ ہے آؤ مل کر اس سے بدلہ لیتے ہیں۔ پہلے تو جنید منع کر دیتا ہے لیکن نیالش اسے ایسا کرنے پر رضامند کر لیتی ہے وہ مان جاتا ہے اور رومعصہ کو تلاش کرنے لگ جاتا ہے وہ دونوں رومعصہ کے گھر پہنچ جاتے ہیں رومعصہ کا گھر بہت ہی خوبصورت ہوتا ہے جس سے جنید اور نیالش اندازہ لگاتے ہیں کہ رومعصہ لالچی ہے انہوں نے پوری طرح مکان کا جائزہ لیا اور دونوں ایک کمرے میں پناہ لے لیتے ہیں رومعصہ رات کا کھانا کھا کر کمرے میں سونے جاتی ہے سب لوگ سو رہے ہوتے ہیں اور جیسے ہی رات کے بارہ بجتے ہیں جنید اپنے کمرے سے باہر آتا ہے اور کمرے میں آ کر دروازہ کھولتا ہے دروازے کی آواز سے رومعصہ جاگ جاتی ہے اچانک سے جنید موم بتی اٹھائے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہو رہا ہوتا ہے رومعصہ ڈر جاتی ہے اور ڈر کے مارے زور سے چیخنے لگتی ہے اور اپنے شوہر کو زور سے پکارنے لگتی ہے عمیر بھوت بھوت کہہ کر چیخ رہی ہوتی ہے اور جنید اس کے بیڈ کے قریب آ جاتا ہے اس کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو جاتا ہے اتنے میں عمیر اٹھ جاتا ہے اور کمرے کی لائٹیں آن کر دیتا ہے کیا ہوا کیا ہوا کیوں چیخ رہی ہو۔ جیسے ہی کمرہ روشن ہوا جنید وہاں سے غائب ہو گیا اور رومعصہ بہت ڈری ہوئی تھی اور وہ کسی کو سچ بھی نہیں بتا سکتی تھی اتنے میں عمیر دوبارہ سو جاتا ہے اور جنید پھر اسے اس کے پاس آ جاتا ہے اور کہتا ہے میں تمہیں برباد کر دوں گا۔ جیسے تم نے مجھے ذلیل کیا ہے مجھے دھوکہ دیا ہے رومعصہ پھر سے ڈر جاتی ہے اور وہ چیخنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ چیخ نہیں پاتی ہے اور نہ ہی کچھ بول پا رہی تھی اس کا جسم حرکت کر رہا تھا اور ایسا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

ایک گرمیوں کا موسم تھا آج دن بہت خوشگوار تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کالے بادل آسمانوں پر چھائے ہوئے تھے جیسے ابھی بارش ہونے والی ہو وہ جنگل میں کھیل رہی تھی اور اچانک سے تیز بارش ہونے لگی۔ وہ پانی میں بھیگتی ہوئی گھر گئی تھی امی جان کہنے لگی نیالش اب تم بڑی ہو گئی ہو تمہیں شرم نہیں آتی تمہاری بہنیں گھر پر بیٹھی کام کرتی رہتی ہیں اور تم ہر وقت کھیلتی رہتی ہو عاصلہ نائیلہ جلدی سے نیالش کے لیے کپڑے لے کر آؤ امی جان کہنے لگی عاصمہ اور نائلہ کپڑے لے کر آ گئیں۔ اور کہنے لگی کہ امی آپ کی لاڈلی کی تو موجیں ہیں جب چاہے گھر آ جائے کھا لے پی لے اور سو لے بس یہی اس کا کام ہے گھر کا کام اس کی ذمہ داری نہیں ہے نیالش اپنے کپڑے لے کر چپ چاپ چینج کرنے چلی گئی۔



رہتی تھی اس کا گھر چھوٹا سا تھا ایک بڑا سا کمرہ تھا جو کہ اندر سے کچا تھا اور اس کی چھت سرکنڈوں سے بنائی گئی تھی اور ایک دو موٹی لکڑیوں کو چھت میں ڈال کر بنایا ہوا تھا ایک چھوٹا سا باورچی خانہ تھا جس کو بھی خالص سرکنڈوں سے سے بنایا تھا تھا کچا صحن تھا ان کے گھر کے باہر ایک جنگل تھا جو کہ سفیدے کے درختوں سے بھرا ہوا تھا اور انہوں نے صاف ستھرا کیا ہوا تھا جنگل کے بعد ایک چھوٹی سی ندی تھی جس میں عموما لوگ کپڑے دھونے کے لیے آتے تھے نیالش اکثر وہاں نہانے جایا کرتی تھی اور ہر وقت وہیں کھیلتی رہتی تھی میٹرک کرنے کے بعد نیالش فارغ تھی اور بس کھیل کود میں مصروف رہتی تھی ایسے ہی دن گزرنے لگے اور پھر اب رات ہوگئی تھی سب سو گئے تھے اور نیالش خوابوں کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی کہ وہ ایک راج کماری ہو سب کچھ اس کی مرضی کا ہو یہ سوچتی سوچتی وہ سو جاتی تھی رات کے بارہ بج رہے تھے اور جنگل سے خوبصورت پرکشش اور سحرانہ آواز گونج رہی تھی جو کہ بانسری کی آواز تھی بانسری مسلسل بجے جارہی تھی بانسری کی آواز اتنی پرکشش تھی جیسے وہ کسی کو اپنے اور کھینچ رہی تھی جیسے وہ آواز کی لو اپنے پاس بلا کر کچھ بتانا چاہتی ہو مسلسل بانسری بجنے کی وجہ سے نیالش کی آنکھ کھل گئی بہت خوبصورت آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی جیسے ان کے صحن میں بیٹھا کوئی بجا رہا ہو۔ اب نیالش کمرے سے باہر آئی اور باہر کا دروازہ کھول کر باہر جنگل کی طرف چل دی۔

بانسری کی لے اس کو اپنی طرف کھینچے جارہی تھی وہ مدہوش سی چلتی جارہی تھی باہر کا موسم بہت ہی سہانا تھا چاند اپنے جوبن پر چمک رہا تھا ہر طرف چاند کی سفیدی پھیلی ہوئی تھی ہلکی ہلکی مگر ٹھنڈی ہوا کے ساتھ بانسری کی آواز بہت ہی پرکشش منظر پیش کررہی تھی نیالش چلتی چلتی جنگل سے باہر آگئی اور وہ دیکھتی ہے کہ ایک لڑکا ندی کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اس نے سفید کلر کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اتنا صاف ستھرا تھا جیسے ابھی ابھی نہا کر آیا ہو اور مسلسل بانسری بجا رہا تھا نیالش اس کے بائیں طرف جا کر بیٹھ گئی اس کی تمام تر توجہ بانسری کی طرف تھی وہ بانسری کی لے میں ڈوبتی جارہی تھی کافی دیر تک وہ بانسری بجاتا رہا پھر اس نے بانسری بجانا بند کردیا۔ تب وہ اپنی پشت کی جانب دیکھنے لگا اس کی نظر ایک سانوی سلونی سی اور پرکشش لڑکی پر پڑی تو حیران ہوگیا پھر اس نے اٹھنا چاہا۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔

کون ہو تم اور جو بھی ہو یہاں سے چلی جاؤ۔ اور آئندہ کبھی بھی مت آنا۔

نیالش نے اس کا سخت رویہ دیکھا تو وہاں سے چلی آئی۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ یہ کیسا لڑکا ہے میں تو اس کی بانسری کی لے میں کھو کر اس کے پاس گئی تھی لیکن نجانے اس نے میرے بارے میں کیا سوچ لیا ہوگا کہ میں اس کو پھنسانے آئی ہوں لیکن یہ اس کی غلط سوچ ہے یہی سوچیں سوچتی ہوئی وہ گھر جا پہنچی۔ اور پھر بستر پر گر گئی اور کچھ دیر اس کو نیند نے آگھیرا۔ اور وہ سو گئی۔ صبح اٹھ کر وہ سب سے پہلے نماز ادا کی اور پھر جنگل سے گزرتی ہوئی ندی کنارے چلی گئی۔ وہاں پہنچ کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی اس کی نظریں اس لڑکے کو تلاش کررہی تھی لیکن وہ اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔ کافی دیر تک وہ ندی کنارے بیٹھی رہی پھر واپس گھر آگئی۔

دوسری رات سب سو رہے تھے جبکہ نیالش کو نیند نہیں آرہی تھی وہ بانسری بجنے کا بے صبری سے انتظار کررہی تھی کہ اچانک اسے بانسری کی آواز سنائی دی وہ کل والی غلطی پھر سے کرنے لگی بستر سے اٹھی

اور ندی کنارے کی طرف جانے لگی وہ خود نہیں جانتی تھی کہ بانسری میں ایسی کیا بات تھی جو اس کو گھر سے باہر ندی کی طرف لے جا رہی ہو۔ وہ چلتی ہوئی ندی کنارے پہنچ گئی۔ اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ وہ مسلسل بانسری بجاتا چلا جا رہا تھا اور وہ سنتی جا رہی تھی جب اس نے بانسری بجانا بند کیا تو اس کی نظر اسی کل والی لڑکی پر پڑی اسے دیکھتے ہی وہ غصہ سے لال سرخ ہونے لگا۔

میں تمہیں نہیں جانتا ہوں شاید تم مجھے بھی نہیں جانتی ہو تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم اپنے گھر جاؤ اور جا کر سو جاؤ نیالش بولی۔

میں تمہاری بانسری کی گونج سن کر یہاں آتی ہوں اگر یہ سمجھتے ہو کہ میں اس لیے آتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے تو یہ تمہاری بھول ہے مجھے تم سے کوئی بھی محبت نہیں ہے اور ہاں یہ جنگل ہمارا ہے اور تمہیں کیا میں جہاں مرضی چاہوں جاؤں۔ تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے۔ اب میں جا رہی ہوں اور میں یہاں سے تمہارے کہنے پر نہیں جا رہی ہوں بلکہ میں یہاں سے اپنی مرضی سے جا رہی ہوں وہ اتنا کہہ کر گھر چلی آئی۔ اور جا کر سو گئی۔

اسی طرح وہ روز اس ندی کنارے اس کی بانسری سننے چلی جاتی اسی دوران نیالش کو اس انجان اور اجنبی لڑکے سے محبت سی ہونے لگی وہ ہر وقت اس لڑکے کے خوابوں میں کھوئی رہنے لگی یہی سوچتی کہ شاید یہ وہی نوجوان ہے جس کی اسے تلاش تھی جس کے لیے وہ دن رات سوچتی رہتی تھی۔ یہ سوچیں اس کے دماغ سے نکل نہ پاتی تھیں۔

رات بارہ بج رہے تھے اور نیالش جاگ رہی تھی آج باہر بہت اندھیرا تھا اور بانسری اپنے جوبن پر تھی آج باہر بہت اندھیرا تھا اماوس کی راتیں شروع ہو گئی تھیں آج نیالش کو باہر جانے میں ڈر لگ رہا تھا اور وہ آہستہ آہستہ اپنے بستر سے اٹھی اور چلتی ہوئی گھر سے باہر نکل گئی اندھیرے میں ڈرتے ڈرتے وہ جنگل میں سے ہوتے ہوئے ندی کنارے پہنچ گئی۔ بانسری سننے میں مصروف ہو گئی۔ جب اس نے بانسری بجانا بند کیا تو اس لڑکے نے کہا کہ تمہیں اتنے دن ہو گئے تم یہاں پر آ رہے ہو لیکن تم نے کبھی بھی یہ نہیں سوچا کہ میں کون ہوں نیالش کے ذہن میں بھی یہی بات تھی لیکن اس نے پوچھی نہیں خیر نیالش نے پوچھا۔

تم کون ہو۔

میں ایک روح ہوں۔

روح کا لفظ سنتے ہی نیالش کے منہ سے قہقہے پھوٹنے لگے اور وہ اس لڑکے کو عجیب و غریب نظروں سے دیکھنے لگی۔

یہ تم ہنس کیوں رہی ہو۔

تم روح ہو۔ ہاہاہا۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک روح ہو اگر تم روح ہو تو پھر مجھے نظر کیوں آ رہے ہو۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔

وہ اس لیے کہ جو تمہارے خون میں کشش ہے وہ کسی اور کے خون میں نہیں ہے۔ اس لیے میں تم کو دکھائی دے رہا ہوں۔

میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتی اگر تم روح ہو تو اس کا مجھے ثبوت دو۔

یہ لو ثبوت اتنا کہہ کر وہ لڑکا یکدم غائب ہو گیا۔ نیالش نے اسے غائب ہوتے ہوئے دیکھا تو ڈر گئی اور بھاگنے لگی وہ اتنی تیز بھاگ رہی تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب گھر پہنچی۔ صبح دیر سے اس کی آنکھ کھلی۔ اور وہ ناشتہ کرنے کے بعد عاصمہ اور نائلہ کے پاس بیٹھ گئی۔ اور بولی۔

تم لوگوں کو رات کو کسی بانسری کی آواز سنائی دیتی ہے۔

نہیں تو کیسی بانسری کیسی آواز ہمیں تو کچھ بھی سنائی نہیں دیتا ہے۔

ان کی بات سن کر وہ سمجھ گئی کہ وہ لڑکا جھوٹ نہیں

بول رہا تھا سچ کہہ رہا تھا پھر وہ دو دن تک جنگل میں نہ گئی۔ اس کے دماغ میں اسی کی باتیں گونج رہی تھی کہ وہ ایک روح ہے۔ بس اسی وجہ سے وہ گھر میں ہی رہی لیکن تیسرے دن وہ پھر ندی کنارے جا پہنچی اور وہاں بیٹھ کر وہ گنگنانے لگی۔ یکدم اسے آواز سنائی دی۔

تم دو دن سے آئی کیوں نہیں۔

آواز سن کر نیالش ڈر گئی اور کوئی بات کیے بھاگ کھڑی ہوئی اور گھر جا پہنچی۔ رات کے ایک بجے کا وقت تھا کہ نیالش کو بانسری بجنے کی گونج سنائی دی۔ وہ کافی دیر تک بانسری کی گونج سنتی رہی اسکے قدم خود بخود جنگل کی طرف جانے کو بے تاب ہونے لگے وہ کوشش کر رہی تھی کہ خود کو روکے لیکن پوری طرح وہ ناکام ہو رہی تھی اور پھر وہ گھر سے نکل پڑی اور چلتے چلتے وہ ندی کنارے جا پہنچی۔ اور وہاں جا پہنچی جہاں وہ بیٹھا ہوا بانسری بجا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بانسری بجانا بند کر دیا۔ اور اس لڑکی کی طرف دیکھا اور بولا۔

تم مجھ سے پوچھو گی نہیں کہ میں بانسری کیوں بجاتا ہوں۔ کس لیے بجاتا ہوں اور میں روح کیسے بنا یہ سب سن کر نیالش خاموش رہی وہ لڑکا پھر بولا میرا نام جنید ہے ایک بار ایسا ہوا کہ میں سیکنڈ ائیر کا طالب علم تھا اور مجھے بانسری بجانے کا بہت شوق تھا میں نے کسی سے یہ بجانا سیکھی جس سے میں بانسری سیکھنے جاتا تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رومعصہ تھا وہ لڑکی بہت پیاری تھی لیکن مجھ سے وہ چالاک تھی میں روزانہ ان کے گھر جاتا اور وہ روزانہ میری بانسری سنا کرتی تھی میں جب جاتا تھا تو وہ روز دروازہ کھولتی تھی اور مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھا کرتی تھی ایک دن ایسا ہوا کہ میرے استاد صاحب کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے میں وہاں گیا تو رومعصہ نے دروازہ کھولا اور کہا اندر آجاؤ میں اندر چلا گیا اس نے مجھے اندر بلا کر کہا آج ابو گھر نہیں ہیں میں فوراً باہر آنے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے بانسری سناؤ میں اس کی بات سن کر بیٹھ گیا اور بانسری بجانے لگا۔ جب میں فارغ ہوا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں پسند کرتی ہوں اور تمہاری بانسری کو بھی میں یہ سب سن کر اٹھ آیا اور گھر آ گیا۔ دو تین دن میں بانسری سیکھنے نہ گیا کیونکہ میں ان چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا لیکن بار بار اس کا چہرہ میری نظروں میں آجاتا تیسرے دن جب میں گیا تو میری نظر بھی اس کو تلاش کرنے لگی یوں جیسے مجھے اس سے پیار ہو گیا ہو۔ کچھ دن گزرنے کے بعد میں نے سنا کہ اس کی منگنی طے ہو گئی ہے اور دو ماہ بعد اس کی شادی ہے میں اس سے ملنے گیا اس نے کہا کہ چلو ہم تم بھاگ چلتے ہیں لیکن میں نے منع کر دیا اور کہا کہ نہیں میں تمہارے ابو سے بات کرتا ہوں کچھ دنوں کے بعد جب میں ان کے گھر گیا تو دیکھتا ہوں کہ رومعصہ کے طور طریقے ہی بدلے ہوئے تھے وہ مجھ سے محبت کا اعتراف کرتی تھی لیکن دوسری جانب اپنے منگیتر سے گپیں ہانک رہی تھی مجھے بہت غصہ آیا میں اس کے پاس گیا تو اس نے گھبرا کر فون بند کر دیا اور میں اس کا بازو پکڑ کر اس کے والد صاحب کے پاس لے آیا اور میں نے اپنے استاد کو سارے قصے سے آگاہ کیا۔ تو رومعصہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ بابا جی آپ کا شاگرد جھوٹا ہے میں وہاں سے غصے میں آیا اور میں ساری رات سوچتا رہا میں نے پوری ڈبی نیند کی گولیوں کی کھالی جس کی وجہ سے میں مر گیا اور میں روز یہاں بانسری بجانے لگا اور میں نے تمہیں پہلے دن سے یہی کہا تھا لیکن تم باز نہیں آئی میں تمہیں دھوکہ نہیں دینا چاہتا لہذا اس لیے میں نے تمہیں ساری بات بتا دی میں نے کچھ بھی نہیں چھپایا۔

نیالش بولی جنید مجھے چھوڑ کر مت جاؤ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی تم بھلے سے میرے مت ہو لیکن تم یہاں ہر روز مجھ سے ملنے کے لیے آیا کرو۔

نہیں نیالش اب یہ ممکن نہیں ہے میرا مقصد صرف کسی کو حقیقت سے آگاہ کرنا نہیں ہے اب میں یہاں سے جا رہا ہوں اور کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ جنید یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور وہ روئی رہ گئی اس رات اس نے بھی خودکشی لی۔ وہ بھی دنیا کو چھوڑ گئی۔ اس کی روح نکلتے ہی جنید کو ڈھونڈنے لگی اور پھر اس نے جنید کی روح کو ڈھونڈ ہی لیا۔ اور بولی مجھے رومعصہ پر بہت غصہ ہے آؤ مل کر اس سے بدلہ لیتے ہیں۔ پہلے تو جنید منع کر دیتا ہے لیکن نیالش اسے ایسا کرنے پر رضامند کر لیتی ہے وہ مان جاتا ہے۔ اور رومعصہ کو تلاش کرنے لگ جاتا ہے وہ دونوں رومعصہ کے گھر پہنچ جاتے ہیں رومعصہ کا گھر بہت ہی خوبصورت ہوتا ہے جس سے جنید اور نیالش اندازہ لگاتے ہیں کہ رومعصہ لالچی ہے انہوں نے پوری طرح مکان کا جائزہ لیا اور دونوں ایک کمرے میں پناہ لے لیتے ہیں رومعصہ رات کا کھانا کھا کر کمرے میں سونے جاتی ہے سب لوگ سو رہے ہوتے ہیں اور جیسے ہی رات کے بارہ بجتے ہیں جنید اپنے کمرے سے باہر آتا ہے اور کمرے میں آ کر دروازہ کھولتا ہے دروازے کی آواز سے رومعصہ جاگ جاتی ہے اچانک سے جنید موم بتی اٹھائے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہو رہا ہوتا ہے رومعصہ ڈر جاتی ہے اور ڈر کے مارے زور سے چیخنے لگتی ہے اور اپنے شوہر کو زور سے پکارنے لگتی ہے عمیر بھوت بھوت کہہ کر چیخ رہی ہوتی ہے اور جنید اس کے بیڈ کے قریب آ جاتا ہے اس کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو جاتا ہے اتنے میں عمیر اٹھ جاتا ہے اور کمرے کی لائٹیں آن کر دیتا ہے

کیا ہوا کیا ہوا کیوں چیخ رہی ہو۔ جیسے ہی کمرہ روشن ہوا جنید وہاں سے غائب ہو گیا اور رومعصہ بہت ڈری ہوئی تھی اور وہ کسی کو سچ بھی نہیں بتا سکتی تھی اتنے میں عمیر دوبارہ سو جاتا ہے اور جنید پھر اسے اس کے پاس آ جاتا ہے اور کہتا ہے میں تمہیں برباد کر دوں گا۔ جیسے تم نے مجھے ذلیل کیا ہے مجھے دھوکہ دیا ہے رومعصہ پھر سے ڈر جاتی ہے اور وہ چیخنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ چیخ نہیں پاتی ہے اور نہ ہی کچھ بول پا رہی تھی اس کا جسم حرکت کر رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی بھاری چیز اس سے لپٹ گئی ہو۔ کچھ دیر بعد وہ ٹھیک ہو گئی اور وہ ساری رات نہ سو سکی صبح وہ ناشتہ بنانے کے لیے اٹھی اور فریش ہو کر کیچن کی طرف جانے لگی وہ سب کے لیے ناشتہ بنا کر ٹیبل پر لگاتی ہے چائے بھی دیتی ہے جب سب لوگ ناشتہ کرنے ڈائننگ ٹیبل پر آتے ہیں تو جب سب لوگ اس کا سسر ساس دیر اور ایک نند اور اس کا شوہر چائے پینے لگتے ہیں تو سب چائے نیچے گرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اف کتنا نمک ہے یہ کوئی چائے ہے اچانک سے رومعصہ کی سوئی آنکھیں چائے پی کر جاگ اٹھتی ہیں کہ چائے میں اتنا نمک کیسے آ گیا۔ وہ پریشان سی ہو گئی۔ اور پھر دوپہر کا کھانا پکا کر چیک کرنے کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر لگانے لگی تو نیالش نے اس کے کھانے میں مرچیں اتنی زیادہ ڈال دیں اور ایسی سیمل ڈال کی جیسے یہ خمیرے آٹے سے بنائی ہوئی ہو سب لوگ کھانا کھانے لگے تو ایسا کھانا دیکھ کا سب لوگ ہی پانی مانگنے لگے۔ اور کانوں کو ہاتھ لگانے لگے وہ پریشان ہو گئی کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اس نے تو اتنا اچھا کھانا پکایا تھا اور پھر یہ یکدم اس میں مرچیں زیادہ کیسے ہو گئیں یہ کیا چکر ہے مجھے یہ کس جرم کی سزا ملنے لگی ہے وہ سوچنے لگی کہ کہیں یہ سب جنید تو نہیں کر رہا ہے جنید کا تصور اس کے ذہن میں آتے ہی وہ ڈر سی گئی ہاں وہ ہی ایسا کر رہا ہے۔ رات کو وہ کپڑے استری کرنے لگی تو استری کرنے کے بعد وہ چلی گئی نیالش اس کے کپڑوں پر استری کو رکھ دیتی ہے جس سے اس کے کپڑے جل جاتے ہیں جو کہ اس کے شوہر کے ہوتے ہیں عمیر کو جب پتہ چلتا ہے کہ اس کے کپڑے جل گئے ہیں تو وہ غصہ سے لال سرخ

ہوتا ہے اور بیوی کو ڈانٹتا ہے کہ تم نے یہ کیا کر دیا ہے میرے کپڑوں کو جلا دیا ہے رومعصہ بہت روتی ہے اور سب کو اپنی حقیقت سے آگاہ کر دیتی ہے کہ مجھے یہاں کوئی تنگ کر رہا ہے لیکن اصلیت نہیں بتاتی کہ آخر یہ کون ہے جو اس کو تنگ کر رہا ہے۔ جنید کو رومعصہ سے سخت نفرت ہو جاتی ہے اور وہ رومعصہ کو تباہ کرنا چاہتا ہے کوئی بھی رومعصہ کی بات کا یقین نہیں کرتا بلکہ ہر کوئی یہی کہتا کہ یہ رومعصہ کے چھوٹے بہانے ہیں رات ہو جاتی ہے تو رومعصہ کو بانسری بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے وہ اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے اور پھر کمرے سے باہر نکل آتی ہے تو اس کے کانوں میں دلکش بانسری کی جگہ ڈراؤنی آوازیں آنے لگتی ہیں میں تمہیں برباد کر دوں گا رومعصہ ان آوازوں کو سن کر گھبرا جاتی ہے اور روتی کمرے میں بھاگ جاتی ہے اور ڈری ڈری سی سہمی سہمی سے رہنے لگتی ہے لیکن کوئی بھی اس کا علاج نہیں ڈھونڈتا ہے رومعصہ اپنے خاوند کو بھی کہتی ہے کہ مجھے یہ مسئلہ ہے اور کہتی ہے کہ آپ میرا علاج کروائیں۔ لیکن ہر کوئی اس سے تنگ آ جاتا ہے ایسے ہی کچھ دن گزرنے کے بعد رومعصہ گھر پر اکیلی ہوتی ہے اور جنید اور نیالش پلان بناتے ہیں کہ آج تو ہم لوگ رومعصہ کو قتل کر دیں رومعصہ سوچتی ہے کہ اب سارا جادو ختم ہو گیا ہے کیونکہ جنید نے اسے ڈرایا دھمکایا نہیں تھا آج رومعصہ سارے گھر کی صفائی کرتی ہے اور اچھا سا کھانا بناتی ہے اور جب وہ خود تیار ہو کر باہر جاتی ہے تو اچانک سے چیں کر کے دروازہ کھلتا ہے اور رومعصہ ڈر جاتی ہے جنید اور نیالش اپنی اصلی حالت میں موجود ہوتے ہیں لمبے لمبے دانت منہ سے خون بہہ رہا ہوتا ہے اور لمبے لمبے ناخن الٹے پاؤں نیالش کے کھلے بال دیکھ کر رومعصہ دھنگ رہ جاتی ہے اس کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا ہے اور وہ زوروں سے رونے لگتی ہے۔ چیخنے چلانے لگتی ہے کہ مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ لیکن آج رومعصہ کی اس دنیا میں سے آخری گھڑیاں چل رہی ہوتی ہیں جنید رومعصہ کی گردن دبوچ لیتا ہے اور ایک بھیانک جنگل میں لے جاتا ہے وہاں پہنچ کر رات ہو جاتی ہے اور اردگرد سے او۔او۔اوہوں۔ہوں۔ہوں کی آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں اور کتوں کے بھونکنے کی بھیانک آوازیں جنہیں سن کر وہ ڈر جاتی ہے جنید اور نیالش اس کو خوفزدہ دیکھ کر قہقہے لگانے لگتے ہیں اور اس کی طرف بڑھنے لگتے ہیں وہ ان کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر مزید ڈر جاتی ہے اور ادھر ادھر بھاگنے لگتی ہے اس کے منہ سے زوردار چیخیں نکلنے لگتی ہیں لیکن اس کی چیخوں کو سننے والا کوئی نہیں ہوتا ہے۔ وہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھاگتی ہے جہاں بھی بھاگ کر جاتی ہے سامنے وہی دونوں ہوتے ہیں اور ان کے بھیانک قہقہے گونج رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ کب تک بچتی ان کے قابو آ گئی جنید نے اسے پکڑ لیا اور زوردار قہقہے لگانے لگا۔ اور کہنے لگا دیکھا آج تو تم ہمارے قبضے میں ہو۔ اور تمہیں ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے یہ کہہ کر وہ اس پر جھپٹ پڑتا ہے اور نیالش بھی اس پر ٹوٹ پڑتی ہے جنید کے لمبے دانت اس کے جسم میں گھس جاتے ہیں۔ اس کے منہ سے ایک دل خراش چیخ ابھرتی ہے اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا جاتی ہے۔ رومعصہ بچے کی ماں بننے والی ہوتی ہے اس کے قتل ہوتے ہیں اس کے پیٹ میں موجود بچہ بھی خون سے لت پت ہو جاتا ہے۔

کافی دنوں کے بعد بھیانک جنگل میں سے رومعصہ کی لاش ملتی ہے لیکن اس کی موت کا ثبوت کہیں سے بھی نہیں ملتا ہے کہ اس کو کس نے مارا ہے اور کیوں مارا ہے۔ لیکن جو بھی اس کی لاش کو دیکھتا ہے کانوں کو ہاتھ لگانے لگ جاتا ہے۔ اور خوف سے کانپنے لگ جاتا ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتی تھی سچ

کہتی تھی۔ کہ کوئی اس کو تنگ کرتا ہے وہ گھر میں رہ کر روتی تھی چیختی تھی لیکن ہم لوگوں نے اس کی کسی بھی بات کا یقین نہیں کیا تھا اور آج اس کی موت بھی اس نے ہی لی ہے جو اس کو تنگ کر رہا تھا جو اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا وہ کون تھا کیا تھا کوئی بھی کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اتنا ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ یہ موت کوئی حادثی موت نہ تھی بلکہ اس کو قتل کیا گیا تھا اور وہ بھی کسی انسان نے نہیں بلکہ کسی جن بھوت نے۔ لیکن اب بہت دیر ہو گئی تھی دیر تو بہت ہو گئی تھی لیکن کسی کو اس کے پیچھے ہونے والی حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ مرنے کے بعد ان کی روحیں جب اکٹھی ہوئی تو رومعصہ کیا دیکھتی ہے کہ نیالش اور جنید دونوں آپس میں بہت خوش ہیں اور رومعصہ اکیلی رہ جاتی ہے اور اس بات سے وہ تنگ آ کر لوگوں کو مار کر ان کا خون نوش کرنا شروع کر دیتی نے نیالش کو اس کا سچا پیار مل جاتا ہے اور وہ بھی خوش رہتے ہیں جبکہ رومعصہ اکیلی روتی رہتی ہے اور سوچتی ہے کہ کاش اس نے کسی کو دھوکہ نہ دیا ہوتا تو وہ آج مرنے کے بعد بھی اکیلی نہ ہوتی۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

قطعات

پل جدائی کے بے قرار کرتے ہیں
حالات میرے مجھے لاچار کرتے ہیں
خود ہی پڑھ لو میری جھکی نگاہیں
ہم خود کیسے کہیں ہم آپ سے پیار کرتے ہیں

جذبۂ عشق ناکام نہیں ہونے دیں گے
دل کی دنیا میں شام نہیں ہونے دیں گے
محبت کا ہر الزام اپنے سر لیں گے
پر جانِ من تجھے کبھی نہ بدنام ہونے دیں گے

نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

راز

۔۔۔تحریر: اسد شہزاد۔ گوجرہ۔ منڈی بہاؤالدین۔ آخری حصہ۔

دروازے کے بالکل سامنے وہی سفید کپڑوں والی زخمی اور لہولہان عورت موجود تھی جو سالوں سے مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن کس نے اس کی مدد نہیں کی تھی اس کے پیچھے ایک تنومند آدمی لوہے کی راڈ اٹھائے ہوئے موجود تھا اس کا سر گھٹا ہوا تھا اور کرخت چہرے پر ہلکی داڑھی تھی اس عورت کے بال پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ رابعہ غصہ سے چلائی۔ نہیں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ بہت ہو گیا بہت ظلم کر لیا تم نے اس کے ساتھ چلے جاؤ یہاں سے۔ اس وقت رابعہ سارا خوف بھول گئی تھی اور اسے اس شخص پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ جو ایک بے گناہ عورت کو اذیت دے رہا تھا آدمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر یوں دھندلا پڑنے لگا جیسے دھوئیں سے بنا ہوا ور دھواں منتشر ہو رہا ہو کچھ دیر بعد وہاں مرد نہیں تھا۔ جیسے جیسے مرد غائب ہو رہا تھا عورت کے زخموں کے نشانات غائب ہوتے جا رہے تھے مرد کے غائب ہوتے ہی وہ بالکل ٹھیک نظر آنے لگی۔ اس نے مسکرا کر رابعہ کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹ ہلے جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی ہو پھر وہ چلتی ہوئی برابر فوزیہ کے کمرے میں دروازے تک گئی پھر وہاں کوئی نہ تھا رابعہ سحر زدہ کھڑی دیکھ رہی تھی عورت کے ہٹتے ہی عمر ہمت کر کے آگے آیا اور اس نے راہداری میں جھانکا اور رابعہ سے پوچھا۔ وہ کہاں گئی۔ بڑی خانم کے کمرے کے سامنے پہنچ کر غائب ہو گئی ہے۔ میرے خدا۔ عمر اچھل پڑا اور تیزی سے فوزیہ کے کمرے کی طرف جھپٹا اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ سامنے فوزیہ بستر پر دراز تھی اس کی کھلی آنکھیں اوپر دیکھ رہی تھیں رابعہ عمر کے پیچھے تھی۔ اور انہوں نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ فوزیہ زندہ نہیں ہے اس کی آنکھیں اور سینہ دونوں ساکت تھے عمر نے اس کا ہاتھ تھاما اور مایوسی سے بولا نبض ساکت ہے۔ اسی لمحے رابعہ کی نظر بستر پر کھلی دائری پر پڑ گئی۔ اس نے وہ ڈائری اٹھا لی اس پر یہاں ایک نوٹ ادھورا لکھا ہوا تھا۔۔ آج میرے انتقام کا ایک حصہ اور پورا ہو جائے گا آج اس خاندان کا ایک اور فرد مٹ جائے گا اگر رخسانہ کی روح نے ایسا نہ کیا تب بھی میں تو ہوں جیسے پچھلی بار رخسانہ نے خالد کو زندہ چھوڑ دیا تھا لیکن یہ کام میں نے کر دیا تھا چائے کی پیالی میں خواب آور دوا ڈالنا آسان تھا اور اسے دینا بالکل آسان تھا ٹب میں ڈبونا مشکل کام تھا لیکن یہ میں نے کر لیا خالد ہی میرا اصل مجرم تھا اسنے مجھے مسترد کیا تھا وہ میرا محبوب تھا لیکن مجھے ٹھکرا کر میرا بدترین دشمن بنا دیا تھا۔ اسکو مارنے کے بعد پیار کیا کچھ نہیں کروا دیتا میں نے چھوٹا خط لکھ کر اسے اسی لیے یہاں بلایا تھا کہ دادی اماں نے مجھے نہیں کہا تھا اسے مار کر میرے اندر برسوں سے سلگتا انتقام اب پورا ہوا ہے لیکن نہیں ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں ابھی اس خاندان کا ایک فرد باقی ہے کل صبح تک وہ بھی نہیں رہے گا تب یہ جاگیر اور حویلی میرے بھائیوں کو مل جائے گی میرا انتقام تب جا کر پورا ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

اچانک رابعہ کو لگا جیسے کہیں دور کسی عورت نے اذیت بھری سسکی لی ہو۔ رابعہ کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے وہ اس آواز کو وہم قرار نہیں دے سکتی تھی بے شک آواز دور کی تھی لیکن بہت



واضح تھی وہ ہم
تن گوش ہوگئی دوسری بار آواز بہت واضح تھی اور زیادہ نزدیک سے آئی رابعہ نے بے ساختہ بالکونی کے دروازے کی طرف دیکھا اسے لگا جیسے آواز بالکونی سے آئی ہو لیکن بالکونی خالی تھی اور وہاں تک رسائی کا واحد راستہ اس کے کمرے سے گزر کر جاتا تھا کمرا اندر سے بند تھا پنکھا ساکت تھا اس کے باوجود بھی بالکونی کے دروازے اور کھڑکیوں پر موجود پردے لہرانے لگے جیسے شیشے غائب ہوں اور باہر ان پردوں کو اڑا رہی ہو۔ پھر رابعہ کی آواز حلق میں گھٹ گئی اس نے پردہ اڑنے سے بالکونی کے دروازے کے نیچے عورت کے پاؤں دیکھے جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا رابعہ نے بمشکل اپنی چیخ پر قابو پایا اور بستر سے اتر کر دروازے کی طرف لپکی کسی چیز سے اس کا پاؤں الجھا ہوا تھا وہ منہ کے بل گری قالین کی وجہ سے اسے شدید چوٹ نہیں آئی۔ اس کے باوجود اس کا ماتھا لگا اور اسے چکر آ گیا وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی اس کا سر چکر ا رہا تھا اور ہر چیز گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی لیکن وہ جلد از جلد اس کمرے سے نکل جانا چاہتی تھی ہر لمحے اسے لگ رہا تھا کہ ابھی وہ عورت بالکونی کا دروازہ کھول کر اندر آ جائے گی اور وہ اس کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ ہر لمحے اسے لگ رہا تھا کہ ابھی وہ عورت بالکونی کا دروازہ کھول کر اندر آ جائے گی اور وہ اسکی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی جب اس نے پہلی بار اس عورت کا چہرہ دیکھا تو اسے لگا کہ جیسے اس کی آنکھ کی جگہ موجود گڑھے اسے نگل جانا چاہتے ہوں۔

اس نے دروازہ کھولا اور باہر راہداری میں آ گئی۔ راہداری ویران تھی اور تمام کمروں کے دروازے حسب معمول بند تھے رابعہ نے چیخ کر کسی کو مدد کے لیے پکارنا چاہا لیکن اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی بیک وقت خوف اور بے بسی کے احساس سے اسکی آواز بند کردی تھی وہ ہراساں نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی اچانک راہداری کے آخری سرے پر واقع دروازہ کھولا اور اندر سے کسی مرد کے بولنے کی آواز زور زور سے آ رہی تھی اور ایک عورت کی التجا آمیز آواز آنے لگی مرد کے لہجے میں نفرت اور درشتی تھی کمرے میں تیز روشنی نیم روشن راہداری میں آ رہی تھی۔

رابعہ سحر زدہ سی اس طرف دیکھ رہی تھی اس کے ذہن میں یہ خیال محو ہو گیا تھا کہ یہ کمرہ گذشتہ چالیس سال سے خالی ہے اور اس میں کوئی نہیں رہتا تھا۔ پھر کسی کشش کے زیر اثر وہ اس طرف بڑھنے لگی اس کے پاؤں لرز رہے تھے لیکن کوئی انجانی طاقت اسے کشاں کشاں اس طرف لیے جا رہی تھی رابعہ کو اپنی سوچ پر مکمل اختیار نہیں تھا رفتہ رفتہ وہ کمرے کے اتنے قریب آ گئی کہ اندر کا منظر واضح نظر آنے لگا پہلی نظر میں ایسا لگا کہ کمرے میں کوئی طوفان آ کر گزر گیا ہے کوئی چیز صحیح سلامت نظر نہیں آ رہی تھی شیشے اور دوسرے میٹریل سے بنی اشیاء کپڑے بوتلیں اور دوسری اشیا بکھری پڑی تھیں اور ان میں اکثر ٹوٹ چکی تھیں مرد اور عورت کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن وہ اب تک سامنے نہیں آئے تھے رابعہ رفتہ رفتہ کمرے کے سامنے پہنچ گئی اور اب وہ پورے کمرے کا منظر واضح دیکھ سکتی تھی مگر اسے کمرے میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مرد اور عورت کے لڑنے کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں لیکن وہ نظر نہیں آ رہے تھے آوازیں بالکل سامنے سے آ رہی تھیں رابعہ کا ذہن چکرانے لگا۔ پراسرار معاملہ تھا جو اس کی سمجھ سے باہر تھا اس کے کمرے میں کوئی نہیں رہتا تھا لیکن اب یہاں سے آوازیں

بھی آ رہی تھیں کمرہ بھی کھلا ہے نظر بھی کوئی نہیں آ رہا ہے آوازیں قریب سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں رابعہ بے ساختہ راہداری کے آخر میں دیوار کے ساتھ چپک گئی دو سائے کمرے سے نکلے اور پھر اس نے اسی عورت کو دیکھا وہ اسی سفید لباس میں تھی اس کے چہرے اور سر سے خون بہہ رہا تھا اور زخموں کے نشانات تھے جیسے اس کے ساتھ مارا پیٹ کی گئی ہو اس کا لباس بھی جا بجا لہو رنگ ہو رہا تھا وہ کسی سے ڈر کر پیچھے ہٹ رہی تھی رابعہ کو دوسرا سایہ ایک شخص کا نظر آیا اس کے چہرے پر درشتی کے تاثرات تھے عورت کی آنکھیں سلامت تھیں اور ان سے اتنا خوف جھلک رہا تھا کہ رابعہ نے اس سے پہلے کبھی کسی کی آنکھوں میں اتنا خوف نہیں دیکھا تھا۔

خدا کے لیے۔۔ خدا کے لیے۔

عورت کے منہ سے درد بھری آوازیں نکل رہی تھی وہ دیوار کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی تھی وہ اس شخص سے ڈر رہی تھی اچانک عورت الٹ کر نیچے گری اور کچھ دیر ساکت پڑی رہی اس شخص نے اسے تھپڑ مارا تھا اور وہ روتے کراہتے ہوئے فرش پر چاروں ہاتھوں پیروں کے بل رینگنے لگی پھر ہمت کر کے اٹھی اور کھڑی ہوگئی پھر اس نے راہداری میں مخالف سمت میں موجود دروازہ پیٹنا شروع کر دیا وہ چیخ چیخ کر پناہ مانگ رہی تھی پھر وہ رابعہ کے کمرے سے پہلے والے کمرے کا دروازہ پیٹنے لگی اس کی درد بھری آواز پوری راہداری میں گونج رہی تھی۔ رابعہ کو تعجب ہوا اس کے سوا کوئی نہیں نکلا تھا یہاں فوزیہ اور دادی کے کمرے تھے کسی نے اس کی چیخیں اور فریاد نہیں سنی تھی ابھی عورت دروازہ پیٹ رہی تھی کہ عقب سے آنے والے شخص نے اس پر دوبارہ وار کیا اس بار اس کے سر پر بوتل ماری تھی عورت کا سر پھٹ گیا تھا اور چیخ کر دیوار کے ساتھ ٹکرائی تھی پھر دیوار کے سہارا لے کر آگے بڑھی اب وہ رابعہ کے کمرے کے دروازے پر تھی وہ ہاتھ مار کر التجا کر رہی تھی اچانک وہ مڑی اور اس نے چیخ مار کر جھکائی لی جیسے کسی وار سے بچ رہی ہو اور پھر پلٹ کر دوسرے کمرے تک آئی اور اسے بجانے لگی خوف سے اس کی آواز پھٹ رہی تھی اب اس سے بولا نہیں جا رہا تھا رابعہ سوچ رہی تھی کہ یہ عورت آگے کیوں نہیں جا رہی ہے خالی کمروں کے دروازے پیٹ رہی ہے۔ اسے فوزیہ یا دادی اماں کے کمرے کی طرف جانا چاہیے اس دروازے سے مایوس ہو کر عورت دادی ماں کے کمرے کی طرف گئی اس کی بے تابی سے لگ رہا تھا کہ اگر اسے پناہ نہ ملی تو پھر شاید موت ہی اسے پناہ دے سکے گی اس عورت نے دادی اماں کے دروازے کو پیٹنا شروع کر دیا رابعہ نے سکون کا سانس لیا اب اس عورت کو پناہ مل جائے گی اور وہ شخص کی دست درازی سے بچ جائے گی۔ مگر دروازہ بجانے پر کوئی ردعمل نہ ہوا کسی نے دروازہ نہیں کھولا نہ ہی کوئی آواز سنائی دی۔ عورت اب سسکیاں لے رہی تھی مسلسل چیخنے سے اس کی آواز بیٹھ گئی تھی وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پیچھے ہٹی کہ اچانک گر پڑی اور پھر وہ شخص اسے بالوں سے پکڑ کر کھینچنے لگا۔ وہ پوری قوت اور بے رحمی سے کھینچتا ہوا اسے آخری تک لے آیا اور جیسے ہی وہ اندر گئے دروازہ ایک دھماکے سے بند ہوگیا اور سناٹا چھا گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہوا اسی لمحے کسی نے رابعہ کے دائیں شانے پر ہاتھ رکھا رابعہ نے مڑ کر دیکھا تو اس کے سامنے وہی عورت تھی زخم زخم چہرہ اور آنکھوں کی جگہ تاریک گڑھے تھے رابعہ کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی پھر اسے کچھ بھی ہوش نہیں رہا۔

نیند یا غنودگی میں رابعہ کو کئی بار ایسا لگا جیسے لوگ اس کے پاس بول رہے ہو اس کے بارے

میں بات کر رہے ہوں وہ ان کی باتیں سن رہی تھی اس کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے کمرے میں بستر پر تھی ایک ہلکا کمبل اس کے سینے پر تھا اس کا جسم یوں سن اور کمزور ہو رہا تھا جیسے وہ نہ جانے کتنے دنوں بعد نیند سے اٹھی ہو سب سے پہلے اس کی نظر قالین پر سر جھکائے ہوئی بیٹھی نور پر پڑی۔ پھر اس نے ڈرپ سٹینڈ دیکھا جس ڈرپ لگی ہوئی تھی اور اس سے قطرہ قطرہ ڈرپ نکل کر سوئی جو کے اس کے بازو میں لگی ہوئی تھی جسم میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ گھبرا گئی کیا میں بیمار ہوں اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسے باہر تاریکی کی جھلک دکھائی دی اسے تعجب ہوا کہ ابھی تک رات ہے کیا صبح نہیں ہوئی ہے نور بانو نے اس کی حرکت دیکھ لی اور لپک کر رابعہ کے پاس گئی اور کہا۔

شکر ہے بی بی جی آپ کو ہوش آ گیا ہے سب پریشان ہو گئے تھے۔

مجھے کیا ہوا تھا۔ رابعہ نے پوچھا۔

اٹھیں نہیں لیٹیں رہیں آپ نور نے کہا ایک منٹ میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں اور ساتھ میں بڑی خانم کو بھی بتاتی ہوں آپ لیٹی رہیں۔ پانچ منٹ بعد فوزیہ اندر آئی اس نے جھک کر رابعہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور بولی۔

شکر ہے بخار اتر گیا۔

مجھے کیا ہوا تھا۔

پتہ نہیں میں رات کو کمرے سے باہر نکلی تو تم راہداری میں بے ہوش پڑی تھی اور تم کو تیز بخار تھا۔

آج رات۔

فوزیہ مسکرائی۔ آج انتیس ستمبر ہے اور رات کے دس بجے ہیں تم ستائیس تاریخ کی رات بارہ بجے مجھے راہداری میں بے ہوش نظر آئی تھیں اور تمہیں تقریباً دو دن بعد ہوش آیا ہے۔

دو دن بعد۔ رابعہ حیران رہ گئی۔

فوزیہ نے سر ہلایا۔ بخار بہت شدید تھا اور بار بار چڑھ اتر رہا تھا ڈاکٹر مسلسل دیکھتا رہا اور آج دو پہر میں بخار اتر گیا کمزوری سے بچانے کے لیے تمہیں ڈرپ لگائی ہے اور طاقت کی دوائیں دیتے رہے تھے اب کیسا محسوس کر رہی ہو۔

ہلکی سی کمزوری ہے۔ وہ آہستہ سے بولی۔

تم اتنی رات گئے کیوں نکلی ج کہ تمہاری طبیعت خراب تھی فوزیہ نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

مجھے کچھ یاد نہیں ہے رابعہ نے اصل بات گھول کرتے ہوئے کہا اس دوران نور ڈاکٹر کو لے آئی اس نے رابعہ کا مکمل معائنہ کیا اور بولا۔

یہ ٹھیک ہیں بس کمزوری ہے ایک یا دو دن میں ہلکی غذا کھانے سے ٹھیک ہو جائیں گی دس پندرہ منٹ کے علاوہ بستر سے نہ اٹھیں ڈاکٹر ہدایات کے ساتھ کچھ گولیاں دے کر رخصت ہو گیا۔ اس نے ڈرپ نکال دی۔

اب اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کو ریسٹ کی ضرورت ہے ڈاکٹر واپس چلا گیا اب اس کی ضرورت نہیں ہے نور بانو اس کا سامان لے کر چلی گئی اکیلا ہوتے ہی فوزیہ نے رابعہ کو کہا۔

کسی کو معلوم نہیں کہ تم راہداری میں بے ہوش پائی گئی ہو اس لیے کسی کو بتانا بھی مت میں تمہارے لیے سوپ بھجواتی ہوں۔

رابعہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ عمیر اور دادی ماں اور اسد اس کو دیکھنے آئے ہیں یا نہیں لیکن وہ پوچھ نہ سکی۔ پھر اس کے ذہن میں رات والے منظر گھومنے لگے وہ سوچ میں گم تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اس نے اجازت دی تو عمر اندر آیا رابعہ جلدی سے اٹھی اور اس نے دوپٹہ لے لیا۔

ا۔۔ طبیعت کیسی ہے۔،،عمر اس کے پاس آ کر بولا۔

ٹھیک ہوں لیکن آپ کو کیا۔رابعہ نے شکوہ کیا اب دیکھنے آئے ہیں،،۔وہ ہنسا۔

کل سارا دن میں اور اسد تمہارے پاس ہی رہے ہیں صرف کھانے کے لیے یہاں سے گئے رات کو بھی نہ چاہتے ہوئے لیکن اسد کی والدہ بیمار ہوگئیں تھیں اس کو چھوڑنے چلا گیا تھا صبح تقریبا گیارہ بجے آیا ہوں پھر فارم پر ایک مسئلہ بن گیا تھا ادھر چلا گیا۔عمر کو رابعہ کا شکوہ کرنا اچھا لگا۔اس سے بھی نمٹ کر ابھی آرہا ہوں،،۔

رابعہ اسد کی امی کا سن کر پریشان ہوگئی۔

اوہ سچ میں بتانا بھول گیا کہ اسد کی ٹرننگ ختم ہوگئی ہے وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن مجبورا اپنی والدہ کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے چلا گیا،،۔

رابعہ شرمندہ ہوئی۔۔سوری مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ آئے ہیں یا نہیں اور اسد کی والدہ کی طبیعت اب کیسی ہے،،۔

پہلے سے بہتر ہے۔اور میں ہی نہیں بلکہ دادی اماں بھی تم کو دیکھنے آئی تھیں بڑی مشکل سے میں ان کو واپس لے کر گیا تھا۔

رابعہ کا چہرہ چمک اٹھا سچ دادی جان آئی تھیں،،

عمر کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔رابعہ تم کو یقین نہ آئے یہاں موجود سب لوگ تم سے بہت محبت کرتے ہیں،،۔

سب کون لوگ۔،،رابعہ نے پوچھا۔

بڑی خانم۔دادی اماں اور میں بھی۔آخری الفاظ عمر نے جھجک کر کہے۔رابعہ شرما گئی۔لیکن اس کی بات کا اصل مفہوم سمجھ نہ پائی۔

اچھا تو آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے تمام واقعات کے بارے میں بتائیں گے۔،،

ہاں کیا تو تھا۔لیکن آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں آپ کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔،،

نہیں میں ٹھیک ہوں آپ مجھے بتایئے اس حقیقت سے پردہ اٹھایئے یہ راز کیا ہے میں سب کچھ جاننا چاہتی ہوں۔،،

اچھا یہ بتاؤ تم باہر کیوں گئی تھی۔بڑی خانم فوزیہ بتا رہی تھی کہ تم کو کچھ یاد نہیں ہے۔،،

ہاں ان کو میں نے یہ ہی کہا ہے۔،،

عمر چونکا۔یعنی اصل بات کچھ اور ہے۔،،

میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔لیکن پہلے مجھے آپ یہ بتائیں کہ یہ کیا پراسراریت ہے جس نے ہمارے خاندان کو ختم کر کے رکھ دیا ہے عمر سوچ میں پڑ گیا جیسے واقعات ذہن میں تازہ کر رہا ہو۔پھر اس نے کہا۔،،

واقعات نا قابل یقین ہیں خود مجھے بھی یقین نہیں آرہا تھا۔جب تک میں نے خود ان کا مشاہدہ نہیں کرلیا۔اکبر اور عامر اپنے باپ کے دو ہی وارث تھے اور یہ سارا علاقہ انگریزوں کے دور میں اسے الاٹ ہوا تھا پھر مرنے سے پہلے اس نے طے کر دیا تھا کہ پہاڑ کا شمالی حصہ اکبر اور جنوبی حصہ عامر کو ملے گا اکبر کے تین بیٹے تھے اکبر خود معمولی پڑھا لکھا تھا لیکن اس کی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے پڑھیں اسے بیٹی کی خواہش تھی لیکن قدرت نے اس کے مقدر میں صرف بیٹے ہی لکھے تھے اس لیے جب عامر کے گھر تین اولاد بیٹی کی صورت میں ہوئی تو اس نے بھائی سے اسے مانگ لیا۔

فوزیہ خالہ سے پانچ سال چھوٹی تھی فوزیہ کی بڑی بہن شازیہ احمد کی منگ تھی لیکن اکبر کو یہ بیل منڈھے چڑھتے ہوئے نظر نہ آرہے تھے کیونکہ احمد فطرت برے کردار کا مالک تھا تنگ نظری لڑاکا اور خود پسند خود غرض اور نہایت سفاک گھر ہوتا تو بھابیوں کو مارتا پیٹتا۔اور ان کی چیزیں توڑتا باہر

جاتا تو ملازموں کے بچوں پر تشدد کرتا شکایتیں آتیں تو مجبوراً اکبر نے اس کے گھر سے نکلنے پر پابندی لگادی۔ گھر میں قید ہوکر احمد نے گھر والوں کا جینا حرام کر دیا بھائی اس سے چھوٹے تھے لیکن اتنے بھی چھوٹے نہ تھے کہ اس کی زیادتیاں خاموشی سے برداشت کرلیتے۔ نتیجے میں جھگڑے شروع ہوگئے اور ایک موقع پر ریاض اور خالد نے مل کر احمد کو مارا تو اکبر کو حالات کی سنگینی کا علم ہوا۔ یہاں خاندان میں بڑوں کا ادب کیا جاتا تھا اکبر اور دادی جان نے اپنی اولاد کو یہ ہی سکھایا تھا لیکن احمد کی وجہ سے اکبر اور دادی کو یہ فیصلے کرنے پر مجبور کر دیا کہ احمد کو گھر سے دور شہر بھیج دیا جائے وہیں رہے وہیں تعلیم حاصل کرے۔ رحم کی کمی نہ تھی اکبر نے شہر میں اس کو ایک گھر لے کر دیا اور ملازم رکھا جو اس کی خدمت کرتے تھے وہ ہر مہینے بڑی رقم احمد کو بھیجتا تھا احمد سے جان چھڑاتے ہوئے اکبر یہ بول گیا تھا کہ اس نوجوان لڑکے کو اکیلے رہنے کا موقع ملے گا تو وہ مزید بگڑ جائے گا۔

کئی سال بعد اکبر کو پتہ چلا کہ احمد نہ صرف شراب کا عادی ہوگیا ہے بلکہ اس نے خراب عورتوں سے تعلقات بھی استوار کر لیے ہیں اس نے احمد پر سختی کرنا چاہی لیکن بائیس سال کا احمد اس کے قابو سے باہر ہوگیا تھا اب اکبر کے پاس ایک ہی حل رہ گیا تھا کہ اس نے احمد کا جیب خرچ بند کر دیا لیکن احمد نے جواب جرم کی راہ اختیار کی تو مجبوراً اکبر کو اس کا جیب خرچ بحال کرنا پڑا احمد اس کے لیے ناسور بن گیا تھا جس کا واحد علاج یہ تھا کہ اسے کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا جائے مگر وہ اس کی اولاد تھا اکبر بیٹے کی وجہ سے جلتا کڑھتا رہا اور صرف پچاس برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوگیا اس وقت خالد چھوٹا تھا مرنے سے پہلے اکبر نے خود شازیہ سے احمد کی منگنی ختم کر دی اور عامر کو مجبور کیا کہ وہ شازیہ کی شادی کسی اور سے کر دے باپ کے مرتے ہی احمد حویلی واپس آ گیا اور باپ کی دولت اپنے بے جا شوق کی نذر کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ جاگیر کو ڈوبو دیتا دادی اماں نے بروقت فیصلہ کیا اور انہوں نے خاندان کے بڑوں کو جمع کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جاگیر کی آمدنی کے چار حصہ ہوں گے اور وہ اس کے تین بیٹوں اور ایک وہ خود لے گی البتہ جاگیر تقسیم نہیں ہوگی۔

احمد نے اس فیصلہ پر بہت ہنگامہ کیا لیکن جب اسے یہاں سے نکال دینے کی دھمکی دی تو وہ ٹھنڈا ہوگیا۔ ویسے بھی احمد کا دل یہاں نہیں لگا تھا اس لیے وہ شہر واپس چلا گیا۔ اب وہ صرف اپنا حصہ لینے حویلی آتا تھا دادی اماں کی دانش مندی نے جاگیر اور زمین کو ایک ڈاکو کی دست برد سے بچالیا تھا احمد کے علاوہ تمام بھائی پڑھے لکھے تھے اور سلجھے تھے دونوں بھائی نے زمین کو اچھی طرح سنبھال لیا لیکن خالد کو زمین کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس نے اماں سے کہا۔

میں پڑھنا چاہتا ہوں دادی اماں نے اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے پڑھنے کے لیے شہر بھیج دیا۔ اس نے ایف ایس سی کا انتخاب کیا وہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لینا چاہتا تھا کالج میں پہلے سال کے امتحان سے پہلے خالد گھر آیا کیونکہ اس کے بعد اسے سال بھر گھر آنے کا موقع نہیں ملتا اس کا کالج گرمیوں میں تین مہینے کے لیے بند ہونا تھا اور وہ ستمبر میں واپس چلا جاتا گھر پر ایک حیرت انگیز خبر اس کی منتظر تھی احمد نے شادی کر لی تھی وہ کچھ دن پہلے حویلی آیا تھا اس کے ساتھ ایک جوان اور خوبصورت عورت تھی رخسانہ سے شادی احمد نے چند مہینے کے لیے کی تھی شامیر اور احمد کے درمیان کاروباری تعلق تھا اور رخسانہ شامیر کی بیٹی تھی شامیر جرائم پیشہ شخص تھا شریف تو خود احمد بھی

نہیں تھا اور وہ جس کاروبار میں شریک تھا وہ بھی ایسا ہی تھا۔ احمد اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا اس نے زبردستی رخسانہ اور احمد کا نکاح کروادیا۔ رخسانہ سے نکاح کر کے وہ اسے کچھ عرصہ بعد حویلی لے آیا تھا دادی اماں اس شادی پر راضی نہیں تھیں اس لیے انہوں نے اور باقی سب نے احمد اور رخسانہ کا بائیکاٹ کردیا سجاد کے دوسرے بھائی ریاض کی شادی ہوگئی تھی خالد اس وقت اٹھارہ سال کا تھا دادیاماں کی خواہش تھی کہ اس کی شادی کردی جائے لیکن خالد نے فی الحال شادی کرنے سے انکار کردیا وہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتا تھا اس نے آتے ہی محسوس کرلیا تھا کہ رخسانہ ایک مظلوم عورت ہے احمد اس پر تشدد کرتا ہے اور ویسے بھی اسے ٹھیک سے نہیں رکھتا تھا ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس کی بیوی نہیں اس کی زرخرید غلام ہو جس کے ساتھ وہ جیسا سلوک چاہے کرے اوپر سے سب نے رخسانہ کو نظرانداز کررکھا تھا خالد نے دادی اماں سے کہا۔

اس معاملے میں رخسانہ کا کوئی قصور نہیں ہے۔

تم اس معاملے میں دخل نہ دو دادی اماں نے سختی سے کہا اس کا یہ قصور کم ہے کہ وہ میری مرضی کے بغیر اس حویلی میں آئی ہے۔

اسے تو شاید پتہ بھی نہ ہو کہ احمد بھائی کون ہے اور اس کو کہاں لے جائیں گے جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس شادی میں اس سے پوچھا بھی نہیں گیا ہے اس لیے اس کے ساتھ یہ درست رویہ نہیں ہے۔

آپ اس کی اتنی حمایت کیوں کررہے ہیں فوزیہ نے کہا۔

ان دنوں دادی اماں کی طبیعت خراب تھی اور وہ انہیں دیکھنے آئی تھی تیرا سال کی فوزیہ کے لہجے میں حسد تھا اس لیے کہ وہ سچ مچ ایک مظلوم عورت ہے خالد نے سنجیدگی سے کہا اور مظلوم کے ساتھ زیادتی کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہیں ہے۔

بڑی باتیں آگئی ہیں تم کو اب تم بتاؤ گے کہ غلط کیا ہے اور کیا ٹھیک ہے۔

میری ایسی مجال کہاں امی جان لیکن امی جان میں نے جو بات محسوس کی ہے وہ کہہ دی ہے اتنا حق تو بنتا ہے اب آگے آپ کی مرضی ہے۔

تب تم اس معاملے میں مت بولو دادی اماں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور وہ عورت اسی قابل ہے اس نے احمد کو اپنے چنگل میں پھنسایا ہے۔

خالد کو افسوس ہوا امی جان اپنے بیٹے کی فطرت کو اچھی طرح جانتی ہے اس کی زندگی میں کسی دوسرے کے لیے جگہ نہیں ہے وہ صرف اپنے لیے جیتا ہے ان کے نزدیک ہر چیز اور ہر انسان استعمال کی چیز ہے رخسانہ خاصی خوبصورت عورت تھی شاید اسی لیے فوزیہ نے اس کا غلط مطلب لیا تھا حالانکہ خالد کے نزدیک وہ اس کی بڑی بھابھی تھی اور وہ اس کو احترام کے لائق سمجھتا تھا مگر حویلی والے اس کو وہ مقام دینے کے لیے تیار نہ تھے گھر والے اطمینان سے احمد شہر ہوگا رخسانہ اس کے نزدیک اس شخص کی بیٹی تھی جس نے زبردستی رخسانہ کو اس کے پلو سے باندھ دیا ہے اور اس کو طرح طرح کی اذیت دیتا وہ بے چاری سہا کرتا نا کہتی۔

صاحب جی اس میں میرا کیا قصور ہے۔

تیرا قصور یہ ہے کہ تو اس شخص کی بیٹی ہے۔

حالانکہ شامیر نے بے غیرتی سے اپنی بیٹی احمد جیسے درندے کے حوالے کردی تھی رخسانہ اس سارے معاملے میں مظلوم ترین تھی جیسے اپنے باپ کے عیش وعشرت کی بھینٹ چڑھنا پڑا دادی اماں کا

رویہ خالد نے دیکھ لیا تھا اس کے دوسرے بھائی رخسانہ سے ہمدردی رکھتے تھے تب بھی دادی اپنی بیویوں اوراحمد کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔اوپروالے فلور میں کونے والا کمرہ احمد کا تھا۔تین بھائی اوردادی جان اسی فلور میں رہتے تھے سب کو معلوم تھا کہ احمد شراب پیتا ہے دادی اماں نے اس پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں پیئے گا اور نشے کی حالت میں کمرے سے باہر نہیں نکلے گا اس لیے احمد سرشام ہی کمرے میں قید ہوجاتا جب زیادہ پینے سے نشہ ہوجاتا تو وہ کسی بہانے سے رخسانہ پر ظلم کرتا مارپیٹ اورگالیوں ودھمکیوں کی آوازیں باہر راہداری تک سنائی دیتی تھیں احمد کا مالی مشکلات کا شکار تھا شہر والا مکان گنوا چکا تھا اسی مکان کو فروخت کرکے اس نے شامیر کے ساتھ کاروبار میں پیسے لگائے تھے جاگیر سے وصول ہونے والا حصہ وہ زیادہ دیر چلا نہ سکتا تھا اسے ہمیشہ اضافی رقم کی ضرورت ہوتی تھی اس وقت بھی وہ خالی تھا اس لیے حسب معمول زیادہ پینے لگا اوراس کا خبیث باطن بھی زیادہ ابھر کر سامنے آ گیا تھا رخسانہ پر اس کی سختیاں بڑھتی جارہی تھی رخسانہ کو بلا ضرورت کمرے سے باہر آنے کی اجازت نہ تھی وہ بے چاری ہمہ وقت ایک قید میں رہتی تھی کمرے میں اس کا شوہر ہوتا تھا اوروہ ہی اس کے باعث آزاد ہوتا وہ اس بے چاری کے ساتھ بہت ظلم کرتا وہ بھی برداشت کرتی رہی۔

شاید یہ ان کا آخری ستم ہو زندگی
یہ سوچ کر ہم ہر ستم سہہ گئے

وہ اپنے ہاتھ سے اس کے جسم پر زخم لگاتا تھا تو اپنی زبان سے اس کی روح پر زخم لگاتا تھا ستمبر کے اینڈ والے دنوں میں احمد حد سے زیادہ پینے لگا تھا وہ صبح شام نشے میں رہنے لگا۔

تیری شراب کا نشہ صرف ایک رات تک ہے ساقی
تو بھی ہوش میں آجائے اگر دیکھ لے حقیقت کو

اوراسی عالم میں سوجاتا۔رخسانہ کی شامت بھی زیادہ آنے لگتی تھی مارپیٹ اورگالیوں کی آوازیں پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہونے لگی تھیں۔

ایک شام احمد رخسانہ تشدد کا نشانہ بنادیا تھا اتفاق سے خالد اپنے کمرے میں موجود تھا خالد کا کمرہ وہی تھا جو رابعہ کا ملا تھا رخسانہ رورہی تھی اوردبی آواز میں فریادیں کررہی تھی کہ احمد اسے کس بات کی سزادے رہا ہے خالد سنتا رہا پھر اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ کمرے سے نکلا اوراس نے احمد کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آنے والی آوازیں رک گئیں پھر احمد باہر آیا اس نے کھردرے لہجے میں خالد سے کہا۔

کیا بات ہے۔،،

احمد بھائی یہ اچھی بات نہیں ہے آپ اس بے گناہ عورت کے ساتھ برا سلوک کررہے ہیں۔،،

احمد نشے اور غصے میں تھا۔وہ میری بیوی ہے اورمیں اس کے ساتھ جو چاہے کروں تم کون ہوتے ہو اس معاملے میں بولنے والے،،

خالد کو بھی غصہ آ گیا۔۔میں آپ کا بھائی ہوں اوررشتے سے وہ میری بھابھی لگتی ہے آپ کی وجہ سے حویلی کا ماحول خراب ہورہا ہے۔،،

احمد جیسے پاگل ہوگیا اس نے پہلے خالد کا گریبان پکڑ لیا لیکن دوسرے بھائیوں نے آکر اسے چھڑایا تو وہ گن لینے کے لیے کمرے میں گھس گیا اس نے الماری سے گن نکالی لیکن اس موقع پر رخسانہ نے شوہر کو روک دیا وہ اس سے چمٹ گئی اوراسے باہر آنے سے روک دیا اس دوران میں بھائی خالد کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ چیخ چیخ کر احمد کو

برا بھلا کہہ رہا تھا کچھ دیر بعد اس کی بڑی سختی سے دادی اماں کے سامنے پیشی ہوئی وہ کڑے تیوروں کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھی۔

تمہیں کیا ضرورت تھی احمد سے الجھنے کی۔

وہ ابھی تک غصہ میں تھا۔امی جان میں مزید برداشت نہیں کر سکتا اس طرح تو کوئی جانور کے ساتھ بھی نہیں کرتا مجھے حیرت ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے ایک عورت کیساتھ یہ سلوک کیا جارہا ہے اور آپ سب خاموش ہیں۔

خالد۔دادی اماں نے گرج کر کہا تجھے کہا تھا اپنے کام سے کام رکھ اور احمد کے معاملے میں دخل اندازی نہ کرے۔

بہتر ہے۔خالد نے تلخی سے کہا اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔

خالد اسی وقت وہاں سے روانہ ہو جانا چاہتا تھا لیکن پھر بھائی اور بھابھی نے اسے زبردستی روک لیا۔خالد ان کے سامنے مجبور ہو گیا لیکن اب وہ زیادہ وقت حویلی سے باہر گزارتا تھا اور شام کو اپنے کمرے میں سونے کی بجائے مہمان خانے میں رک جاتا تھا یکم اکتوبر کے دن صبح سے موسم بارش والا تھا اور شام ہوتے ہی گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہوگئی خالد کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے مہمان خانے میں رکنے کی بجائے دادی اماں کے حکم پر اپنے کمرے میں آ گیا حالانکہ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا اسے بخار تھا اور سر میں درد تھا اس نے رات برائے نام کھایا اور روکھا سوکھا کھا کر لیٹ گیا رات کسی وقت اسکے ذہن میں غنودگی سی طاری تھی وہ جاگ رہا تھا لیکن اس کا ذہن اردگرد کے ماحول کو سمجھ نہیں پارہا تھا اچانک اسے رخسانہ کے چلانے کی آواز آنی لگی۔

اور ساتھ ہی احمد کے ڈھارنے کی بھی۔

اس وقت دن بجے کا وقت تھا یکدم ہی دروازے پر دستک ہوئی رابعہ جو بڑے انہماک سے اپنے خاندان کی گزری ہوئی زندگی کے واقعات سن رہی تھی یکدم چونکی۔

کون ہے آجاؤ۔رابعہ نے کہا۔

دروازہ کھلا تو فوزیہ تھی فوزیہ کو دیکھ کر عمر کھڑا ہو گیا میں نے تمہارے کمرے کی لائٹ جلتی ہوئی دیکھی تو میں آ گئی اور عمر تم ابھی سونے نہیں گئے۔

بس بڑی خانم رابعہ کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا رابعہ باقی کی بات صبح کریں گے پہلے اس نے فوزیہ سے پھر رابعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔اور کمرے سے چلا گیا۔

رابعہ بہت رات ہوگئی تم بھی سو جاؤ۔

فوزیہ نے جاتے ہوئے کہا۔فوزیہ چلی گئی۔لیکن رابعہ کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا اسے فوزیہ کے آنے پر بہت غصہ آیا لیکن وہ کیا کر سکتی تھی رات کے تین بج رہے تھے رابعہ نے لائٹ بند کی اور سو گئی۔اسے صبح نور نے اٹھایا۔

بی بی آپ نے کچھ نہیں کھایا اور دوا بھی لینی ہے۔

رابعہ کا دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اس نے معمولی سا ناشتہ کیا اور دوا لے کر لیٹ گئی اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے موبائل نکالا۔اس نے چیک کیا اسد کی پچاس مس کال تھیں اور پانچ میسج اس نے میسج پڑھے اسے اسد پر غصہ آنے لگا اس نے اسد کو میسج کیا کہ اس کی طبیعت اتنی خراب تھی اور وہ گھر چلا گیا۔اس نے میسج سینڈ کر دیا ادھر اسے کال آ گئی لیکن رابعہ نے اوکے نہ کی پھر تھوڑی دیر بعد اسد کا میسج آیا کہ اس کی مجبوری تھی اس لیے اس کو واپس آنا پڑا رابعہ نے جوا میں لکھا مجھے نہیں پتہ۔

جان پلیز۔اسد نے جواب دیا۔

مجھے نہیں پتہ میں تم سے ناراض ہوں۔
جواب میں اسد نے ایک غزل بھیجی۔
تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ ایسا کبھی نہ ہو
میں ایک ایک نظر کو ترسوں ایسا کبھی نہ ہو
میں پوچھ پوچھ ہاروں پھر سوال کر کے
تم کچھ بھی جواب نہ دو ایسا کبھی نہ ہو
میرے ساتھ ہی مجھ سے ہی مل کر رونا
مجھ سے بچھڑ کر جی لو ایسا کبھی نہ ہو
کچھ میں جنونی ہوں کچھ میری محبت بھی
نہ محبت تھم جائے ایسا کبھی نہ ہو
تم چاند بن کر رہنا میں دیکھتا رہوں گا
کسی رات تم نہ نکلو جان جی ایسا کبھی نہ ہو
رابعہ نے غزل پڑھی تو ہنس پڑی اس نے اسد کو کال کی۔
کیسی ہو۔اس نے کال پک کرتے ہوئے کہا
تمہیں کیا تم بزی رہو۔اور تم واپس چلے گئے رابعہ نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔
جان میں نے تم کو بتایا تھا میری امی کی طبیعت خراب تھی مجھے جانا پڑا۔
اوسوری میں تو بھول ہی گئی تھی۔اب کیسی طبیعت ہے ان کی۔
اب بہتر ہے تم سناؤ کیسی ہو تمہاری طبیعت ٹھیک ہوئی یا نہیں۔
پہلے سے بہتر ہے رابعہ نے مختصر سا جواب دیا۔
اچھا تم کو ہوا کیا تھا۔اسد نے پوچھا۔
یار تم یہاں آ جاؤ سب کچھ بتا دوں گی۔رابعہ نے کہا۔
میرا آنا تھوڑا مشکل ہے شاید پرسوں آؤں امی کی وجہ سے۔
اوکے میں تمہارا ویٹ کروں گی پھر وہ کافی دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر رابعہ نے اس کو جلدی آنے کا کہہ کر کال بند کر دی۔رابعہ دوپہر تک بیڈ پر لیٹی رہی پھر دروازہ کھلا اور عمر اندر آیا۔عمر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔
میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔عمر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
نہیں نہیں۔میں تو بس آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ کب آئیں گے۔رابعہ نے کہا۔
کاش یہ انتظار تم ہر روز کرو۔۔عمر نے اپنے دل میں کہا۔
اب باقی کے واقعات سنائیں۔رابعہ نے تیز لہجے میں کہا۔
جی اسی لیے حاضر ہوا ہوں عمر نے کہا۔
سنو۔اچانک خالد کو رخسانہ کے چلانے کی آواز آئی اور احمد کے دھاڑنے کی آواز آئی اس وقت دس بج رہے تھے۔احمد حد سے زیادہ تشدد پر اتر آیا تھا رخسانہ کی چیخوں میں کرب اور اذیت نمایاں تھی خالد نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن مارے نقاہت کے اس سے اٹھنے کی سکت نہ رہی آوازوں سے لگ رہا تھا رخسانہ کمرے میں سے نکل آئی ہے اور احمد کے تشدد سے بچنے کے لیے فریاد کر رہی ہے وہ دروازے پیٹ رہی تھی لیکن کوئی اس کی فریادیں نہیں سن رہا تھا سب گونگے بہرے بن کر بیٹھے تھے رخسانہ باری باری سب کے دروازے پر جا رہی تھی پناہ کے لیے التجا کر رہی تھی مگر اس کی التجائیں سب رائیگاں جا رہی تھیں۔
خالد بے بسی کے عالم میں بستر پر پڑا تھا اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی کیونکہ رخسانہ اب اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی احمد اس کے پیچھے پیچھے تھا وہ اسے مسلسل تشدد کا نشانہ بنا رہا تھا اور گالیاں دے رہا تھا اس کے منہ سے نکلنے والی کسی درندے کی غراہٹوں سے مشابہ تھیں۔خالد نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن خالد قالین پر گرا تو

وبارہ نہیں اٹھ سکا پھر رخسانہ آگے چلی گئی لیکن سے کہیں بھی پناہ نہ مل سکی احمد اسے بالوں سے پکڑ کر کمرے میں لے جانے میں کامیاب ہو گیا ہوڑی دیر بعد رخسانہ کی چیخوں کی آواز آنا بند گئی۔ اچانک خاموشی ہوئی تو سب ایک عجیب جرم ے احساس سے باہر نکلے سب نے محسوس کیا تھا کہ وئی خوفناک بات ہوگئی ہے دادی اماں بھی کمرے سے نکل آئی تھیں وہ سب احمد کے کمرے ے سامنے جمع تھے پھر ریاض نے ہمت کر کے تک دی اندر سے احمد بولا۔

کیا بات ہے۔

احمد دروازہ کھولا تم نے رخسانہ کے ساتھ کیا یا۔

احمد نے عجیب سے انداز میں ہنستے ہوئے ہا۔ میں نے اسے مار دیا ہے لیکن یہ کیا یہ تو زندہ ہے میرے سامنے کھڑی ہوگئی ہے اور مجھے مار دے گی۔ بچاؤ بچاؤ احمد نے اندر سے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہوئے کہا حالانکہ کمرہ اندر سے بند تھا۔

پلیز امی جان دروازہ کھولو بھائی دروازہ کھولو مجھے مار دے گی بچاؤ یکدم اندر سے آواز آنا بند ہوگئی دادی اماں بے چین ہو گئیں۔

عامر دروازہ توڑ دو۔

لیکن لکڑی کا دروازہ بہت مضبوط تھا نہیں ٹوٹا نوکر آئے کوشش کی اور لاک والی جگہ نکال دی اور دروازہ کھولتے ہی اندر کا منظر دیکھ کر ڈر گئے منظر تھا ہی اتنا خوفناک۔ ایک طرف رخسانہ کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی احمد اس پر لوہے کے ایک راڈ سے تشدد کرتا رہا تھا۔ اسی راڈ سے آخری وار کر کے اس نے رخسانہ کی گردن توڑ دی تھی اور ایک طرف احمد کی لاش پڑی تھی بہت ہی بری حالت میں خوف سے اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں دادی اماں تو یہ منظر دیکھ کر غش کھا کر گر گئیں باقی سب کا برا حال تھا

خالد ویسے ہی کمرے میں بے سدھ پڑا تھا اسے خبر ہی نہ تھی کہ اس کے گھر میں کتنا بڑا سانحہ ہو گیا ہے اور اگلا دن یہاں کتنی تاریکی پھیلانے والا ہے۔

خالد نے بھائی اور بھابھی کی تدفین میں شرکت کی اور اگلے دن شہر چلا گیا۔ وہ اس سانحے پر دل برداشتہ اور اپنے گھر والوں سے ناراض تھا وقت گزرتا چلا گیا پانچ سال میں ریاض کے گھر میں چار بچوں نے جنم لیا سب سے چھوٹا عمر دراز تھا اس سے بڑا عمران اس سے بڑی زینت اس سے بڑا مہتاب تھا پاس سال بعد خالد انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کر کے واپس حویلی آیا تو حویلی میں خوب جشن منایا گیا دادی اماں بھی خوش تھیں ان کی خواہش تھی کہ خالد بھی اب شادی کر لے۔ فوزیہ بڑی خانم خالد سے پانچ سال چھوٹی تھی دادی اماں نے فیصلہ کیا کہ خالد اور فوزیہ کی شادی اکتوبر میں کی جائے خالد کو کوئی اعتراض نہیں تھا فوزیہ اسے پسند نہیں تھی لیکن ناپسند بھی نہیں خالد کے نزدیک اس کے بڑوں کی پسند تھی اس لیے اس کی پسند بھی تھی کسی کو خیال نہیں آیا کہ اس بار یکم اکتوبر منگل کے دن آرہی تھی اس تاریخ سے دو دن پہلے خالد اپنے کمرے میں تھا کہ اسے عورتوں کے چیخنے کی آواز سنائی دی شام کا وقت تھا وہ باہر نکلا تو احمد کے کمرے سے ملازمائیں بدحواسی میں نکل رہی تھی اس نے ایک ملازمہ کو روکا اور اس سے کہا۔

کیا ہوا کیوں چلا رہی ہو۔

چھوٹے صاحب جی وہاں ایک عورت ہے ملازمہ نے جواب دیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی اس کے ساتھ دوسری ملازمائیں کسی قدر بہتر حالت میں تھیں انہوں نے بتایا کہ وہ اس کمرے کی صفائی کر رہی تھی کہ انہوں نے ایک سفید کپڑے پہنے ایک عورت کو دیکھا وہ اچانک ہی وہاں آئی تھی اس کا چہرہ اور سر بری طرح زخمی تھا اس کی آنکھوں کی

جگہ تاریک گڑھے تھے خالد اور دوسرے لوگ اس عورت کا حلیہ سن کر چونکے اس دوران کمرے میں آس پاس مکمل دیکھ لیا گیا وہاں کوئی عورت نہ تھی یہ ساری ملازمائیں نئی تھیں اور انہیں احمد کے واقعے کا معلوم نہیں تھا۔ انہوں نے رخسانہ کو بھی نہیں دیکھا تھا لیکن انہوں نے جو حلیہ بتایا وہ رخسانہ کا ہی تھا کچھ دیر میں سب دادی اماں کے کمرے میں جمع ہوگئے سب سے پہلے ریاض کی بیوی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

یہ وہی ہے امی جان انتقام لینے آئی ہے۔

چھ سال بعد اسے انتقام کا خیال آیا ہے۔ دادی اماں نے ناگواری سے کہا۔

آپ بھول رہی ہیں۔۔ خالد بولا۔ اس بار یکم اکتوبر منگل کے دن آئے گی۔

وہ سب خاموش اور خوفزدہ ہوگئے ملازماؤں کو جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ کسی نے نہیں بلکہ تینوں نے اس عورت کو دیکھا تھا یکم اکتوبر کی شام کو موسم بے حد خراب ہوگیا اور رہ رہ کر گرج چمک کے ساتھ بارش کا سلسلہ جاری تھا سردی بھی غیر متوقع طور پر بڑھ گئی تھی۔ اسی لیے سب اپنے کمرے میں تھے خالد جاگ رہا تھا اور مطالعہ کر رہا تھا جیسے ہی دس بجے اسے چیخ کی آواز سنائی دی اور مسلسل ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کسی عورت پر تشدد کیا جا رہا ہو۔ خالد کے ذہن میں پانچ سال پہلے والا واقعہ گھوم گیا یہ بالکل ویسی ہی آوازیں تھیں۔ وہ باہر نکلا تو سب ہی خوف زدہ ہو کر اپنے کمروں میں سے نکل آئے تھے آوازیں واضح طور پر احمد کے کمرے سے آ رہی تھیں جو خالی تھا۔ دادی اماں نے اضطراب سے کہا۔

اندر چلو کوئی کمرے سے باہر نہ نکلے۔

لیکن۔ خالد نے کہنا چاہا۔

سنا نہیں۔ دادی اماں نے چلا کر کہا۔ تو سب ہی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے عورت اسی طرح تڑپ رہی تھی اور فریاد کر رہی تھی لیکن کسی کی جرات نہ ہو رہی تھی کہ وہ دروازہ کھولتا سب دم سادھے بیٹھے رہے اور آوازیں سنتے رہے ان کے کمرے کے دروازے بج رہے تھے پھر آوازیں واپس احمد کے کمرے کی طرف چلی گئیں اور دروازہ ایک دھماکے سے بند اور خاموشی چھا گئی۔

بہت دیر بعد خاموشی کے ایک عورت کی چیخ سنائی دی اس بار خالد تڑپ کر باہر نکلا چیخ ریاض کے کمرے سے آئی تھی دوسرے لوگ بھی اس وقت کمروں سے نکل آئے خالد نے دروازے کو کھولا دروازہ کھلا تھا تب اس نے دیکھا کہ ریاض اور اسکی بیوی اپنے بڑے بچے مہتاب سامنے رکھ کر رو رہے تھے مہتاب کی حالت بہت بری تھی اس کی آنکھوں کی جگہ گڑھے تھے اور چہرہ زخمی تھا اسی لمحے خالد نے کچھ دور ایک عورت کو سفید لباس میں دروازے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا وہ دروازے کی بجائے دیوار سے گزر گئی حویلی میں ایک بار پھر صف ماتم بچھ گئی ریاض اور اس کی بیوی کو معلوم نہ تھا کہ مہتاب کے ساتھ یہ کس طرح ہوا ہے وہ جھولے میں پڑا تھا اس کی س چیخنے کی آواز آئی تھی۔

مہتاب کے سوئم کے بعد اسلم نے دادی اماں کو آگاہ کیا امی جان مجھے لگ رہا ہے کہ ہم نے ظلم کا جو بیج بویا تھا وہ پھوٹ نکلا ہے اور اب ہمیں اس کی فصل کاٹنی پڑے گی۔

کیا مطلب۔ دادی اماں نے تھکے برے لہجے میں کہا۔ کیسا ظلم۔

جو ایک مظلوم عورت کے ساتھ اس حویلی میں روا رکھا گیا وہ کسی سے فریدا بھی نہیں کر سکتی تھی خالد تلخی سے بولا۔ اس کی آہ ہے جو اس حویلی کے لوگوں کو لگی ہے۔

خالد تم بہت زیادہ بول رہے ہو۔

جی یہ مجبوری ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے میں یہاں نہیں رہوں گا اس طرح آپ کو میری باتیں سننا نہیں پڑیں گی۔

اس نے انگلینڈ جانے کا ارادہ کرلیا تھا اسے بہت باتیں سننے کو ملی لیکن اس نے پکا ارادہ کرلیا تھا اس نے فوزیہ والی بات بھی ملتوی کردی اور جانے سے پہلے بڑی خانم فوزیہ سے کہا۔

میں تم سے شادی نہیں کرسکتا اور اماں جان کو بھی بتادیا اس کے جانے کے بعد حویلی کا ماحول مزید خاموش ہوگیا اور گھٹا ہوا ہوگیا خالد جاکر واپس نہیں آیا۔

چھ سال بعد پھر ایکم اکتوبر منگل کے دن کو آیا دس بجتے ہی وہی دردناک آوازیں آنا شروع ہوگئیں کمرے سے شروع ہوکر راہداری میں گونجتی رہیں لیکن اس بار ایک اور آواز بھی شامل تھی وہ مہتاب کی تھی بس دادی جان کے کمرے کے آگے سے آواز آئی مجھے آپ کے گناہوں کی سزا ملی ہے پھر اس کے رونے کی آواز آئی پھر احمد کے کمرے میں پہنچ کر بند ہوگئیں اس کے بعد سب باہر نکلے اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔سب زندہ سلامت تھے مگر خدشات ابھی باقی تھے ریاض کی بیٹی زینت کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے اسے دوا کھلا کر سلا دیا گیا تھا آدھی رات کے وقت پھر چیخنے کی اور رونے کی آواز ریاض کے دروازے کے سامنے سے آرہی تھی پھر ایک جانی پہنچانی سی آواز سنائی دی ابو میری امی اور میری بہن کو بچائیں وہ ماردے گی۔ابو بچائیے یہ آواز آفتاب کی تھی پھر یکدم خاموشی چھاگئی ریاض جو کہ سورہا تھا آواز سن کر اٹھ گیا لیکن جب اس نے اپنی بیوی اور بچی کو دیکھا تو بے اختیار اس کی چیخ نکل گئی بیوی اور اس کی بچی لاش پڑی تھی ان کی آنکھیں نہیں تھیں گڑھے اور چہرہ زخمی ریاض کے لیے برداشت کرنا مشکل ہورہا تھا دادی اماں کا غم سے براحال تھا انہوں نے خالد کو مطلع کرنے سے منع کیا ریاض نے دادی اماں یعنی اپنی امی سے کہا قصوروار تو ہم ہیں سزا ان معصوم بچوں کو کیوں مل رہی ہے ہم نے خود ظلم کیا اب ہمیں سزا بھگتنی پڑے گی۔دادی اماں خاموش رہیں حالانکہ یہ بات کہنے پر وہ خالہ سے ناراض ہوگئی تھیں۔

عمران ریاض کا بیٹا اس کو زمین پر کام کرنے کا شوق تھا اس لیے وہ زمین کا کام سنبھالنے لگ پڑا عمر کو پڑھنے کے لیے شہر بھیج دیا اگلی یکم اکتوبر منگل پورے آٹھ سال بعد آئی پھر وہ آوازیں آنا شروع ہوگئیں اس بار شکار عمران تھا اس کی حالت بھی اپنے ماں اور بہن جیسی تھی عمر نے اپنی تعلیم مکمل کرکے زرعی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا عمر کی عمر اس وقت بائیس سال تھی اور وہ گھر آیا ہوا تھا اور اس بار بھی اس سال یکم اکتوبر منگل کے دن کو آرہا تھا۔یکم اکتوبر کا دن آیا عمر نے دیکھا اس کا باپ بہت خوفزدہ ہے اس نے عمر سے کہا۔

لگ رہا ہے اس بار میری باری ہے۔

آپ وہم نہ کریں۔

میرے بچے یہ وہم نہیں حقیقت ہے۔

شام کو ریاض کا خوف بڑھ گیا کیونکہ اس نے مہینے کے دوران اسی عورت کو دیکھا تھا جسے رخسانہ کی روح سمجھ جارہا تھا کسی اور نے اسے نہیں دیکھا تھا ریاض نے عمر کو سارا پرانا قصہ سنادیا جواب تک ہوا تھا عمر کے لیے یہ سب ایک انکشاف تھا پھر جب دس بجے اس نے وہ آوازیں سنیں تو اسے بھی یقین آگیا۔خود اس کے کمرے کا بھی دروازہ بھی بجایا گیا تھا عورت کی دردناک چیخیں سنائی دیں اور اس پر تشدد کرنے والے مرد کی بھی غراہٹیں سنائی دے رہی تھیں پھر آوازیں تھم گئیں کچھ دیر بعد ریاض کی گھٹی گھٹی چیخ سنائی دی۔

عمر بھاگتا ہو کمرے میں گیا اس نے ریاض کو بالکونی میں ریلنگ کے بالکل ساتھ دیکھا وہ ریلنگ کی طرف جھک رہا تھا اور یوں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے خود کو بچانے کی کوشش کر رہا ہو کسی ایسی ہستی جو اسے نیچے دھکیلنا چاہتی ہو عمر بہت تیزی سے بھاگا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ریاض الٹ کر ریلنگ سے نیچے گر چکا تھا اس کی آخری چیخ اتنی تیز تھی کہ پوری حویلی میں سنائی دی جب عمر نے نیچے جھانکا تو اسے باپ کی لاش کے پاس ایک سفید ہیولہ دکھائی دیا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ غائب ہو چکا تھا۔ باپ کی موت پر پہلی بار عمر کو صحیح معنوں میں حالات کی سنگینی کا اندازا ہوا دادی اماں نے عمر کو حویلی سے چلے جانے کو کہا کیونکہ وہ بہت ڈر گئی تھیں لیکن عمر نے انکار کر دیا دادی جان موت سے کوئی آدمی نہیں بھاگ سکتا۔ پھر میں چلا گیا تو جاگیر اور زمین کون دیکھے گا۔ اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہ تھا حویلی میں وہی واحد مرد رہ گیا تھا خالد انگلینڈ میں تھا پہلے تو وہ ناراض تھیں لیکن اب اس کی حفاظت کی غرض سے اسے حویلی بلانا نہ چاہتی تھی اب اکثر ان کی طبیعت خراب رہنے لگی ایک دن بہت زیادہ خراب ہوگئی ان کو ہسپتال لے جایا گیا لیکن فالج نے ان کے دایاں حصے کو بالکل مفلوج کر دیا تھا وہ بالکل زندہ لاش بن چکی تھی انہوں نے سارا نظام فوزیہ کے ہاتھ میں دے دیا تھا خالد کی طرف سے شادی کے انکار کرنے کے باوجود بھی فوزیہ نے حویلی سے گھر جانے سے انکار کر دیا تھا دادی اماں اور فوزیہ کے گھر والوں کے زور دینے پر کہ وہ بھی ابھی بہن شازیہ کی طرح شادی کرلیں لیکن فوزیہ نے انکار کر دیا وہ حویلی میں رہنا چاہتی تھی اور دادی اماں کی خدمت کرنا چاہتی تھیں۔

فوزیہ کے فیصلے کے آگے سب مجبور تھے دادی اماں مجبور تھیں فوزیہ ان کی خدمت کرتی تھی اور ساتھ میں حویلی کے معاملات چلاتی تھی اس نے کچھ عرصہ میں سب کچھ بہت اچھی طرح سنبھال لیا تھا۔ عمر بھی زمین پر محنت سے کام کرتا اب دادی ماں اس پر شادی کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے لیکن وہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے فوزیہ بڑی خانم سے کہا شاید آنے والی منگل کی دوپہر میرا نام لکھا ہو اور میں کسی کو اپنی بدقسمتی میں شامل نہیں کرنا چاہتا۔ دادی اماں جاگیر کا وارث چاہتی ہیں کیا فائدہ ایسے وارث کا جو پیدا ہوتے ہی مر جائے گا بات اسکی بھی سچ تھی وہ دونوں خاموش ہوگئی صاف لگ رہا تھا کہ اب اس کی جاگیر کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔

ریاض کے حادثے کو چھ سال ہو چکے تھے ستمبر کے شروع میں دادی اماں بیمار رہنے لگ پڑی یہاں تک کہ اہ اب انکے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا برسوں سے خالد سے ملنے کی خواہش دبائے بیٹھی تھیں لیکن اب مرنے سے پہلے وہ خالد سے ملنا چاہتی تھین اس کی خواہش تھی کہ خالد یکم اکتوبر سے پہلے آئے اور ان سے مل کا چلا جائے۔ ان کی خواہش پر نہ چاہتے ہوئے بھی بڑی خانم فوزیہ نے خط لکھ دیا خالد کو خط تاخیر سے ملا اور ستمبر کے آخری دنوں میں آیا اور واپس جانے سے بھی انکار کر دیا اور یکم اکتوبر کی رات اپنے باتھ روم میں ٹب کے اندر مردہ حالت میں پائے گئے ڈاکٹر کے مطابق اس کی موت ڈوبنے کی وجہ سے ہوئی ہے پوسٹ مارٹم روپوٹ کے مطابق معدے میں ایک خواب آور دوا کے اثرات ملے تھے۔

رابعہ گم صم تھی اس کی نظروں کے سامنے پہلے والا منظر گھوم رہا تھا اب اسے کوئی شک نہ تھا کہ اس نے رخسانہ اور احمد کو دیکھا تھا نہ جانے ی کیا بھید تھا

مرنے والوں کی روحیں ہر باراس مخصوص تاریخ کو آتی تھیں۔اور حویلی والوں کے سامنے اس کاری پلے کر کے دکھاتی تھیں اس کے بعد حویلی کے لوگو ں میں سے کسی ایک کی قضا آجاتی تھی رابعہ نے عمر کے تفصیل بتانے کے بعد اسے بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔

عمر نے کہا۔اس سے ثابت ہوا کہ رخسانہ کی روح حویلی والوں سے انتقام لے رہی ہے۔

پھر بھی نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے حالانکہ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں۔

خالد چاچا بھی اس کا شکار بن گئے حالانکہ وہ یہاں سے کتنی دور چلے گئے تھے ان کی موت اسی طرح لکھی تھی شاید رابعہ نے سرد آہ بھری پھر چونکی۔

لیکن ایک بات کی سمجھ نہیں آئی کہ بابا نے رخسانہ کی حمایت کی تھی اور یہ اس کی روح کررہی ہے تو اس نے بابا سے انتقام کیوں لیا۔

ہاں یہ سوچنے والی بات ہے اس طرح تو انتقام اندھا ہو گیا دیکھا جائے تو رخسانہ اس حویلی میں بسنے والے کسی فرد کو نہیں بخشے گی مجھے لگ رہا ہے کہ جو لوگ شکار ہوئے ہیں انہوں نے شاید کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔

آپکا مطلب ہے کہ روح کو اندر جانے کا موقع مل گیا تو آپ بھی دیکھ چکے ہیں اور میں بھی کہ دیواریں اور دروازے اس کا راستہ نہیں روک سکتے تب وہ انتخاب کیسے کرتی ہے۔

یہ تو سمجھ نہیں آرہا۔عمر نے کہا۔

خیر نجانے کیوں میرا دل نہیں مان رہا کہ بابا ئی موت بھی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح حویلی کے دوسرے لوگ بھی مارے گئے۔

نہیں انکی موت سے پہلے بھی خوفناک آوازیں آئی تھیں اتفاق سے میں یہاں نہیں تھا۔لیکن بڑی خانم نے خالد چاچا کے کمرے کے باہر اس پراسرار عورت کو دیکھا تھا اور انہوں نے خود جا کر دیکھا تھا کہ خالد چاچا باتھ روم میں موجو د تھے اور ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

بابا نے کبھی کوئی خواب آور دوا استعمال نہیں کی۔

ممکن ہے یہاں ان کو ضرورت پڑ گئی ہو عمر نے کہا اور کھڑا ہو گیا کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے آپ تیار ہو کر نیچے آجایئے اور کمرے سے چلا گیا رات کے کھانے کے لیے وہ تیار ہو کر نیچے گئی۔ڈنر ٹیبل پر فوزیہ اور عمر دونوں موجود تھے وہ دونوں کی سنجیدہ ہی دکھائی دے رہے تھے کھانے کے بعد فوزیہ نے کہا۔کل یکم اکتوبر ہے میں اور سب چاہتے ہیں کہ تم کل کے دن حویلی میں نہ ہو۔

عمر نے کہا میں نے بھی دوسرے شہر جانا ہے۔ وہاں ایک ہوٹل میں کمرہ بک کروادیا ہے تم بھی وہاں ہی رہوگی۔

میں کہیں نہیں جارہی۔رابعہ نے انکار کردیا۔

احمقانہ بات۔فوزیہ نے کہنا چاہا۔

معذرت کے ساتھ۔رابعہ نے اس کی بات کاٹی میں بھی اسی خاندان کی ہوں میں صرف ڈر کر یہاں سے نہیں جاسکتی۔دوسرے یہ کہ میرا بابا کی طرح ایمان ہے کہ موت اپنے وقت پر اور اپنی جگہ پر آئے گی۔ انسان اسے کسی صورت جھٹلا نہیں سکتا میں نے کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تو کوئی میرے ساتھ برا کیوں کرے گا۔

خالد نے بھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تھا فوزیہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔لیکن وہ بھی اس طرح اور اسی تاریخ کو موت کا شکار بنا۔

ٹھیک ہے بابا کی موت یکم اکتوبر کو ہوئی لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ کسی کے انتقام کا نشانہ بنے ہیں۔

وہ انتقام کا ہی نشانہ بنا ہے فوزیہ بولی تو رابعہ

نے چونک کر اسے دیکھا اسے فوزیہ کا لہجہ عجیب سا لگا تھا لیکن وہ کچھ نہ بولی تھی۔
میں کل یہیں رہوں گی اور زندہ رہی تو برسوں صبح یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلی جاؤں گی میں ا بھی دادی جان سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس سے پہلے کہ فوزی کچھ کہتی عمر نے کہا۔
تمہاری طبیعت خراب ہونے پر وہ جتنی پریشان تھیں میرے خیال میں اب تم ان کے کمرے میں برائے راست بھی جا سکتی ہو۔
ٹھیک ہے مجھے ان سے ملنے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے آپ میرے ساتھ چلیں گے فوزیہ وہی بیٹھی رہی واضح طور پر اس کو یہ بات اچھی نہیں لگی تھی کہ رابعہ برائے راست دادی اماں سے ملے وہ دونوں اوپر آئے دادی اماں جاگ رہی تھیں ملازمہ نے انہیں کھانا کھلا دیا تھا رابعہ کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی ان کی خدوخال کی کرختگی نرمی میں بدل گئی انہوں نے اپنا ہاتھ اوپر کیا اور رابعہ بے ساختہ ان کے سینے سے لگ گئی دادی اماں کے جسم سے رابعہ کو اپنے بابا کی خوشبو آئی اور بے ساختہ رونے لگ پڑی دادی اماں اس کا سر سہلا رہی تھیں۔ وہ باپ کے مرنے کے بعد سب سے قریبی رشتے دار کو پا کر سب کچھ بھول گئی تھیں وہ چھوٹی بچی کی طرح ان سے چپک کر بیٹھ گئی اور انہوں نے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ اور بار بار اسے پیار کرنے لگی رابعہ بار بار ان کا منہ چوم رہی تھیں۔
ہم کل صبح آ جائیں گے تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے عمر نے کہا۔
ٹھیک ہے لیکن صبح میں جس وقت مرضی ان کے کمرے میں آ سکتی ہوں اور کوئی مجھے روکے گا نہیں اور آپ کا ہر کام میں خود کروں گی۔ دادی اماں نے گردن ہلا کر توثیق کر دی رابعہ اتنی خوش تھی کہ آنے والے دن کا خطرہ بھی وہ بھول گئی تھی صبح ہوتے ہی وہ دادی اماں کے کمرے میں آ گئی اور ان کو ناشتہ کروایا اس نے ملازمہ سے طریقہ سیکھ لیا تھا دادی اماں اس کو دیکھ کر اتنا خوش ہوئی تھیں کہ ان کی ملازمہ نے کہا میں دس سال سے ان کی خدمت کر رہی ہوں میں نے کبھی ان کو اتنا خوش نہیں دیکھا۔ ناشتہ کے بعد رابعہ نے ملازمہ کے ساتھ مل کر دادی اماں کو صاف ستھرا کیا اور ان کا لباس تبدیل کیا چونکہ ان پر فالج کا اٹیک ہوا تھا وہ بولنے سے قاصر تھیں اور پھر انہیں وہیل چیئر پر بٹھا کر اپنے کمرے کی بالکونی میں لے آئی۔ کچھ دیر بعد وہ ان کو واپس لے آئی کیونکہ وہ زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی تھیں کل سے فوزیہ بھی نظر نہیں آ رہی تھیں وہ یقیناً اپنے کمرے میں ہو گئیں رابعہ دوپہر میں بھی وہاں ہی رہیں پھر جیسے جیسے شام قریب آنے لگی دادی اماں اور دوسرے لوگ پریشان نظر آنے لگے۔
اس دوران میں فوزیہ ایک بار آئی تھی اس نے دادی اماں کے کان میں کچھ بات سن کر ان کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی۔ اور انہوں نے نہیں میں سر ہلایا اور وہ چلی گئی اس کے بعد نظر نہیں آئی شام ہوتے ہی موسم بدل گیا۔ شفاف آسمان بادلوں کے پیچھے چھپ گیا اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی شام ہوتے ہی عمر حویلی میں آ گیا اور کھانے کے بعد دادی اماں کے کمرے میں آ گیا اس نے رابعہ سے طبیعت کا پوچھا۔ تو رابعہ نے کہا۔
اب بالکل ٹھیک ہوں اور صبح سے دادی کے ساتھ ہوں۔
بہت ضدی ہو عمر نے آہستہ سے کہا۔ نہیں گئی یہاں سے۔
رابعہ مسکرائی۔ آخر کس خاندان کی ہوں۔
رابعہ نے عمر کو فوزیہ کے بارے میں بتایا اس

نے سر ہلا کر کہا آج بڑی خانم کا موڈ خراب ہے۔
اس لیے کہ میں دادی اماں کے کمرے میں بلا روک ٹوک آئی ہوں اجازت نہیں لی رابعہ نے تیکھے لہجے میں کہا۔
شاید۔عمر نے بات کرتے ہوئے کہا۔
ساڑھے نو بج گئے تھے سب کی نظریں گھڑی پر مرکوز تھیں۔دادی اماں کے اشارے پر ملازمہ نے کمرہ اندر سے بند کر دیا تھا۔اچانک جیسے گھٹن سی ہوگئی تھی سب سہمے ہوئے جا رہے تھے کسی کا بات کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا دادی اماں نے اشارے سے دونوں کو اپنے پاس بلا لیا وال کلاک کی سوئی کھسک کھسک کر دس تک پہنچ گئی جیسے ہی دس بجے ایک دردناک آواز فضا میں گونجی رابعہ سہم کر دادی اماں کے ساتھ لگ گئی۔
دادی اماں کے چہرے پر خوف تھا۔آوازیں بڑھ رہی تھیں اور پھر وہ راہداری میں نکل آئیں رخسانہ کی روح ایک دروازے پر جا کر التجا کر رہی تھی رفتہ رفتہ وہ دادی اماں کے کمرے کی طرف آ رہی تھی اس کے ساتھ آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کان کے پردے پھاڑ دے گی۔اسکی ہیبت طاری تھی عمر مرد ہوتے ہوئے بھی گم صم تھا ملازمہ ایک کونے میں سر چادر میں چھپائے ہوئے تھر تھر کانپ رہی تھی پھر آواز دادی اماں کے دروازے تک آ گئی رابعہ نہیں جان سکی کہ اسے کون سی طاقت حرکت میں لے آئی ہے اس سے پہلے کہ عمر اور دادی اماں کوچھ سمجھتے وہ تیزی سے دروازے کی طرف آئی عقب سے عمر نے چلا کر دروازہ کھولنے سے منع کیا لیکن اتنی دیر میں رابعہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔
اودروازے کے بالکل سامنے وہی سفید کپڑوں والی زخمی اور لہولہان عورت موجود تھی جو سالوں سے مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن کس نے اس کی مدد نہیں کی تھی اس کے پیچھے ایک تنومند آدمی لوہے کی راڈ اٹھائے ہوئے موجود تھا اس کا سر گھٹا ہوا تھا اور کرخت چہرے پر ہلکی داڑھی تھی اس عورت کے بال پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ رابعہ غصہ سے چلائی۔نہیں تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے بہت ہوگیا بہت ظلم کر لیا تم نے اس کے ساتھ چلے جاؤ یہاں سے۔اس وقت رابعہ سارا خوف بھول گئی تھی اور اسے اس شخص پر سخت غصہ آ رہا تھا۔جو ایک بے گناہ عورت کو اذیت دے رہا تھا آدمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر یوں دھندلا پڑنے لگا جیسے دھوئیں سے بنا ہوا ور دھواں منتشر ہو رہا ہو کچھ دیر بعد وہاں مرد نہیں تھا رجیسے جیسے مرد غائب ہو رہا تھا عورت کے زخموں کے نشانات غائب ہوتے جا رہے تھے مرد کے غائب ہوتے ہی وہ بالکل ٹھیک نظر آنے لگی۔اس نے مسکرا کر رابعہ کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹ ہلے جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہی ہو پھر وہ چلتی ہوئی برابر فوزیہ کے کمرے میں دروازے تک گئی پھر وہاں کوئی نہ تھا رابعہ سحر زدہ کھڑی دیکھ رہی تھی عورت کے ہٹتے ہی عمر ہمت کر کے آگے آیا اور اس نے راہداری میں جھانکا اور رابعہ سے پوچھا۔
وہ کہاں گئی۔
بڑی خانم کے کمرے کے سامنے پہنچ کر غائب ہوگئی ہے۔
میرے خدا۔عمر اچھل پڑا اور تیزی سے فوزیہ کے کمرے کی طرف جھپٹا اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھل گیا۔سامنے فوزیہ بستر پر دراز تھی اس کی کھلی آنکھیں اوپر دیکھ رہی تھیں رابعہ عمر کے پیچھے تھی۔اور انہوں نے پہلی نظر میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ فوزیہ زندہ نہیں ہے اس کی آنکھیں اور سینہ دونوں ساکت تھے عمر نے اس کا ہاتھ تھاما اور مایوسی سے بولا نبض ساکت ہے۔اسی لمحے رابعہ کی نظر بستر

پر کھلی ڈائری پر پڑ گئی جس پر ایک چھوٹا سا پین بھی رکھا تھا رابعہ نے غیر ارادی طور پر ڈائری اٹھالی اس دوران عمر نے حویلی کے ڈاکٹر کو کال کر دی رابعہ نے کھلا صفحہ دیکھا یہاں ایک نوٹ ادھورا لکھا ہوا تھا آج میرے انتقام کا ایک حصہ اور پورا ہو جائے گا آج اس خاندان کا ایک اور فرد مٹ جائے گا اگر رخسانہ کی روح نے ایسا نہ کیا تب بھی میں تو ہوں جیسے پچھلی بار رخسانہ نے خالد کو زندہ چھوڑ دیا تھا لیکن یہ کام میں نے کر دیا تھا چائے کی پیالی میں خواب آور دوا ڈالنا آسان تھا اور اسے دینا بالکل آسان تھا ٹب میں ڈبونا مشکل کام تھا لیکن یہ میں نے کر لیا خالد ہی میرا اصل مجرم تھا اسنے مجھے مسترد کیا تھا وہ میرا محبوب تھا لیکن مجھے ٹھکرا کر میرا بدترین دشمن بنا دیا تھا۔ پیار کیا کچھ نہیں کروا دیتا میں نے چھوٹا خط لکھ کر اسے اسی لیے یہاں بلایا تھا کہ دادی اماں نے مجھے نہیں کہا تھا اسے مار کر میرے اندر برسوں سے سلگتا انتقام اب پورا ہوا ہے لیکن نہیں ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں ابھی اس خاندان کا ایک فرد باقی ہے کل صبح تک وہ بھی نہیں رہے گا تب یہ جاگیر اور حویلی میرے بھائیوں کو مل جائے گی میرا انتقام تب جا کر پورا۔۔۔۔۔

تحریر یہاں تک پہنچ کر رک گئی شاید موت نے جو رخسانہ کی صورت میں آئی تھی۔ اس کو آگے لکھنے کی مہلت نہ دی ہو کہ وہ اپنی تحریر اور انتقام پورا کر سکے رابعہ نے ڈائری ڈوپٹے تلے کر لی کیونکہ ڈاکٹر آ گیا تھا اور فوزیہ کو دیکھ رہا تھا کسی وجہ سے اچانک دل بند ہونے کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے ذرا سی دیر میں یہ خبر ساری حویلی میں پھیل گئی ملازمائیں بھی آ گئیں عمر نے عامر کی حویلی کال کر کے اطلاع دے دی تھی دادی اماں کو رابعہ نے بتایا وہ صدمے میں دو چار تھیں رابعہ نے ڈائری اور اس کی تحریر کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا۔ وہ چاہتی تھی کہ پہلے فوزیہ کے تدفین کا کام ہو جائے پھر وہ ڈائری عمر کو دکھائے گی اسد کو بھی کال کر کے بتا دیا گیا تھا وہ بھی پہنچ گیا تھا عمر نے سارے واقعات اسد کو بتا دیئے تھے کچھ دیر بعد فوزیہ کے بہن بھائی آ چکے تھے اور وہ اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے عمر نے ان کو سمجھایا کہ وہ اس کو اپنے ابائی قبرستان میں دفن کریں گے لیکن وہ نہ مانے اور اپنے ساتھ لے گئے عمر اور اسد بھی ساتھ چلے گئے تھے رابعہ دادی اماں کا بہانہ بنا کر رک گئی وہ اپنے باپ کے قاتل کی شکل دیکھنے کو تیار نہ تھی شام کو اسد اور عمر واپس آئے تو رابعہ نے ڈائری عمر کو دکھائی۔ ڈائری پڑھ کر عمر سکتے میں آ گیا ڈائری میں ایسی اور بھی تحریریں تھیں جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اس خاندان سے کتنی نفرت کرتی ہیں جب کوئی حویلی کا فرد مرتا تھا تو وہ خوشی سے اپنے کمرے میں رقص کرتی تھیں رخسانہ کی روح سے اسے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ وہ خود اس میں ملوث تھی اگر تھا بھی تو وہ خطرہ مول لینے کو تیار تھی عمر نے ڈائری بند کرتے ہوئے کہا۔

بڑی خانم ایسی بھی ہو سکتی ہیں میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا خیر اب میرے خیال سے یکم اکتوبر والا آسیب اب جان چھوڑ گیا ہے۔

ہاں اس کے حق میں کوئی تو بولا۔ وہ بچاری اس انتظار میں تھی کہ کوئی تو اس کے حق میں بولے۔

ہاں اور تم بولی عمر نے ستائش بھرے لہجے میں کہا

میرے خیال میں اب یہ معاملہ بھی ختم ہو گیا ہے رابعہ نے کہا۔

ہاں کیا واقعی تم واپس جانا چاہتی ہو عمر نے بے چین لہجے میں کہا۔

ہاں میں جس راز کو جاننے آئی تھی جان

لیا ہے۔

لیکن دادی اماں چاہتی ہیں کہ تم ہمیشہ اس گھر میں رہو اور میں بھی۔

کیا مطلب۔ رابعہ نے پوچھا۔

اسد عمر اور رابعہ کی باتیں سن رہا تھا چوری دروازے کے پیچھے دادی جان چاہتی ہیں کہ ہم دونوں کی شادی ہو جائے اور میں بھی۔

کیا دادی یہ چاہتی ہیں۔ رابعہ نے پچھا۔

ہاں اور میں بھی چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہو۔ کیا تم کو یہ رشتہ منظور ہے عمر نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

رابعہ عجیب سی کشمکش میں پھنس کر رہ گئی تھی ایک طرف اس کا پیار اسد دوسری طرف سارے رشتے دار۔ اس نے دادی کے لیے کہہ دیا ہاں مجھے یہ رشتہ منظور ہے عمر تو خوشی سے پاگل ہو گیا۔ لیکن اسد یہ جو سب سن رہا تھا وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اس کی آنکھوں میں سے آنسو بہنے لگے وہ اسی وقت وہاں سے باہر نکل گیا اور اپنے شہر کی طرف چل دیا۔ اس نے اپنے دوست کے لیے پیار کی قربانی دے دی۔ لیکن اسے اس بات کا دکھ تھا کہ رابعہ نے بے وفائی کی اور اس سے جدا ہو گئی۔ رابعہ نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسد نے کوئی جواب نہ دیا وہ اس کی بے وفائی کے بعد بہت اکیلا رہ گیا اور اب تنہائی اس کا مقدر ہے اب تنہا ہی وہ رہنا چاہتا ہے اور وہ اسد کوئی اور نہیں میں خود ہوں۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

سمیرا کے نام اک پیغام

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہو گا
اک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہو گا

م جہاں میرے لئے سیپیاں چنتی ہو گی
وہ کسی اور ہی دنیا کا کنارا ہو گا
زندگی! اب کے میرا نام نہ شامل کرنا
گر یہ طے ہے کہ یہی کھیل دوبارہ ہو گا
جس کے ہونے سے میری سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارہ ہو گا
یہ اچانک جو اجالا سا ہوا جاتا ہے
دل نے چپکے سے تیرا نام پکارا ہو گا
عشق کرتا ہے تو دن رات اسے سوچتا ہے
اور کچھ ذہن میں آیا تو خسارہ ہو گا
یہ جو پانی میں چلا آیا سنہری سا غرور
اس نے دریا میں پاؤں اتارا ہو گا
کون روتا ہے یہاں رات کے سناٹوں میں
میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہو گا
مجھ کو معلوم ہے جونہی میں قدم رکھوں گا
زندگی تیرا اور کنارا ہو گا
جو میری روح میں بادل سے گرجتے ہیں کاوش
اس نے سینے میں کوئی درد اتارا ہو گا
کام مشکل ہے مگر جیت بھی لوں گا اس کو
میرے مولا کا کاوش جونہی اشارہ ہو گا

نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

ماں مجھے نیند نہیں آتی ہے...... اک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے...... ماں! مجھے لوری سناؤ نا...... سلا دو نا مجھے...... رت جگے تو اب مقدر ہیں میری پلکوں کا...... نیند آئے تو لئے آتی ہے بغداد کی یاد...... آنکھ لگتے ہی کوئی بیوہ اٹھا دیتی ہے...... پیٹ جتنا بھی بھرروں بھوک نہیں مٹتی ہے...... جلتے بصرہ کی مجھے پیاس جگا دیتی ہے...... کوئی قندھار کی وادی سے بلاتا ہے مجھے...... ذکر تندور کا آئے تو مجھے لگتا ہے...... کاٹ کے مرگ کوئی ہنستا ہے، جلاتا ہے مجھے...... بم کی آوازیں کچھ نہیں کہتی ہیں مگر...... زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے...... ماں مری آنکھیں ت پتھر کی ہوئی جاتی ہیں...... نوجوان لاشے پہ رونے نہیں دیتے ہیں مجھے...... میرے سینے پہ رکھو ہاتھ...... رلا دو نہ مجھے......!

نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

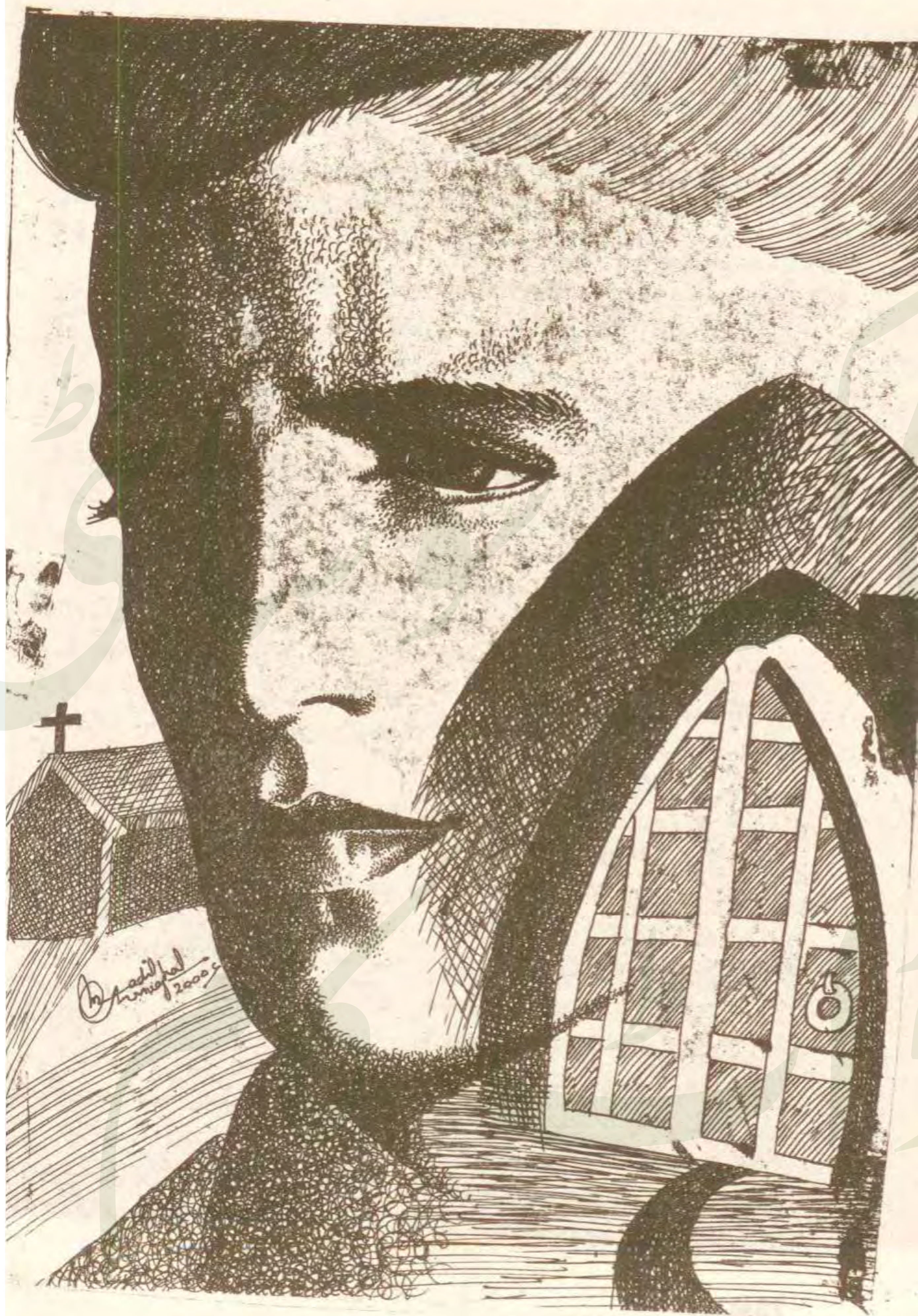
خوف

---تحریر: قم قم نشاد۔ رتوال۔ فتح جنگ۔

آپ دونوں اپنی آنکھیں بند کرلیں جل پری نے کہا تو سلمان اور نوریہ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو انہیں ایک جھٹکا لگا۔اب اپنی آنکھیں کھول دو جل پری کی آواز سن کر دونوں نے آنکھیں کھول دیں۔نوریہ اس جگہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ جل پری تم جاؤ اور قالوس کو مار کر اس کا سر میرے پاس لے آؤ سلمان نے حکم دیتے ہوئے کہا۔جیسے آپ کا حکم آقا میں ابھی اس کا سر لے کر آتی ہوں لیکن آپ کو میری ایک شرط ماننا ہوگی۔کیسی شرط۔سلمان نے حیرانگی سے پوچھا۔تمہیں مجھے آزاد کرنا ہوگا۔کیونکہ میں پانی کے بغیر ادھوری ہوں مجھے پانی کے بغیر تکلیف محسوس ہوتی ہے اگر میں زیادہ دن تک پانی سے باہر رہی تو میں مرجاؤں گی میں صرف پانی میں ہی زندہ رہ سکتی ہوں۔جل پری نے روہانسی لہجے میں کہا۔ٹھیک ہے میں تمہیں آزاد کردوں گا سلمان نے کہا تو جل پری بہت خوش ہوئی اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ بولی۔آقا آپ بہت اچھے ہیں۔اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔اس کے غائب ہونے کے بعد سلمان اور نوریہ غار کی طرف چلنے لگے غار کے پاس پہنچے تو غار سے باہر خون کی ایک لکیر لگی ہوئی تھی نوریہ تم جلدی سے غار میں داخل ہو جاؤ تا کہ قالوس کا حصار ٹوٹ جائے۔اور میں غار میں داخل ہوسکوں۔سلمان نے نوریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو نوریہ غار میں داخل ہوگئی۔اس کے غار میں داخل ہوتے ہی خون کی لکیر خود بخود غائب ہوگئی سلمان بھی غار میں داخل ہوگیا نوریہ حیران سی ہوکر غار کو دیکھ رہی تھی زندگی میں پہلی بار اس نے ایسی جگہ کو دیکھا تھا۔تہہ خانے تک پہنچ گئے تہہ خانے کے باہر بھی خونی لکیر لگی ہوئی تھی لیکن نوریہ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ لکیر بھی غائب ہوگئی تو سلمان بھی تہہ خانے میں داخل ہوگیا کافی دیر چلنے کے بعد وہ تہہ خانے میں پہنچ گئے سامنے ہی میز پر کھوپڑی پڑی ہوئی تھی جس میں سلمان کی طاقتیں تھیں نوریہ نے ہاتھ آگے بڑھایا اس کے ہاتھ لگاتے ہی اس کھوپڑی سے نیلے رنگ کی روشنی نکلی۔اور سلمان کے اندر سما گئی سلمان اپنے اندر زیادہ طاقت محسوس کررہا تھا اس کی کھوئی ہوئی طاقتیں اسے پھر سے مل گئی تھیں اچانک ہی ان کے سامنے جل پری آگئی اس کے ہاتھ میں قالوس کا سر تھا اس کی آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے جن سے خون بہہ رہا تھا اور چہرہ جگہ جگہ سے نوچا ہوا تھا جل پری نے اس کا بہت ہی برا حال کیا تھا۔

ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

نوریہ اپنے کمرے میں سکون کی نیند سو رہی تھی کہ ایک آہٹ کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی سامنے دیکھتے ہی اس کے حلق سے ایک خوفناک چیخ برآمد ہوئی۔اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اسے ڈری ڈری نظروں سے دیکھنے لگی۔اس اپنے سامنے دھواں دکھائی دیا۔دھواں بہت ہی زیادہ گہرا تھا دھویں کے اندر اسے کوئی بھی وجود نظر نہیں آرہا تھا کک کون ہو تم نوریہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا اس کے ساتھ ہی دھواں بے قرار سا ہوا تھا اور وہ بے قراری سے ادھر ادھر اڑتا ہوا نظر آرہا تھا نوریہ دھویں کی بے قراری دیکھ کر اور زیادہ ڈر گئی اس سے پہلے بھی وہ اس دھویں کو روزانہ اپنے کمرے میں دیکھتی آرہی تھی لیکن کبھی نوریہ نے اس سے بات نہیں کی تھی وہ دھواں بھی چند منٹ وہاں رہتا اور پھر غائب ہو جاتا۔آج جب نوریہ نے



اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے تو دھواں بے قرار سا ہو گیا اور اسے کمرے میں ادھر ادھر حرکت کرتے دیکھ کر نویرہ کافی خوفزدہ ہو گئی پہلے وہ دھواں بھی صرف ایک ہی جگہ کھڑا رہتا تھا اور پھر غائب ہو جاتا تھا ایک گھنٹے تک وہ دھواں بے قراری سے ادھر ادھر اڑتا رہا پھر غائب ہو گیا۔

نویرہ نے بھی سکون کا سانس لیا اور دوبارہ لیٹ گئی۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی وہ دھواں کیسا تھا وہ دھواں روزانہ میرے کمرے میں کیا کرنے آتا ہے کیا اس دھویں کا بھی کوئی وجود ہے یا نہیں نویرہ نے لیٹے لیٹے سوچا لیکن ان سب سوالوں کے جواب کے اس کے پاس نہیں تھے وہ جتنا اس بارے میں سوچتی اس کا دماغ اتنا ہی الجھ رہا تھا آخرکار کروٹیں بدلتے بدلتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس کے کمرے کا دروازہ بری طرح بج رہا تھا وہ اٹھی اور آنکھیں ملتے ہوئے دروازے کے پاس آ گئی کون ہے نویرہ نے ہلکی سی آواز میں کہا۔ میں رباب ہوں یار دروازہ کھولو غصے سے بھری آواز اسے سنائی دی تو اس نے دروازہ کھول دیا۔

یار حد ہوتی ہے ابھی آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے تمہارے دروازے کے پاس کھڑی تمہیں آوازیں دے رہی تھی لیکن تم نے اب جا کر دروازہ کھولا ہے مجھے تو پریشانی لگ گئی تھی کہ کہیں تم اندر مری پڑی نہ ہو ابھی اگر تم دروازہ نہ کھولتی تو کسی سے کہہ کر تمہارے کمرے کا دروازہ ہی تڑوا دیتی رباب غصے سے بولتی جا رہی تھی۔

اندر آ جاؤ۔ نویرہ نے آہستہ سے کہا تو رباب اسے گھورتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

اچھا اب بتاؤ اتنی دیر سے دروازہ کیوں کھولا۔ رباب نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ یار رات کو دیر سے سوئی تھی اس لیے ایسا ہو گیا۔ نویرہ نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا رباب نے اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ کافی پریشان بھی لگ رہی تھی۔

نویرہ کیا آج پھر وہ دھواں تمہارے کمرے میں آیا تھا۔

ہاں رباب وہ آج پھر میرے کمرے میں آیا تھا اور آج اس میں بہت بے چینی سی تھی نویرہ نے کہا۔

کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں۔ رباب نے تجسس سے پوچھا۔

پہلے تم میرے لیے اور اپنے لیے چائے بنا کر لاؤ پھر بتاؤں گی نویرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا میں چائے بناتی ہوں تب تک تم فریش ہو کر چھت پر جاؤ میں دو منٹ میں چائے بنا کر لاتی ہوں رباب نے کہا اور اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ نویرہ اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی اور پھر نویرہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

نویرہ اور رباب آپس میں بہت اچھی سہیلیاں ہیں ابھی کچھ ہی دنوں پہلے نویرہ کے ماں باپ اور بھائی ایک حادثے میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ان کے جانے کے بعد نویرہ اکیلی رہ گئی تھی وہ خود کو بہت تنہا تنہا محسوس کرنے لگی تھی وہ ہر وقت کھوئی کھوئی سی رہتی تھی لیکن رباب کی بہت زیادہ محنت سے وہ دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی رباب نے اسے اپنے گھر چلنے کو کہا اس کے امی ابو بھی اسے لینے آئے لیکن وہ نہ مانی اس گھر میں اس کے ماں باپ اور بھائی کی یادیں تھیں وہ کیسے اس گھر کو چھوڑ کر جاتی رباب کا کوئی بھائی نہیں تھا ورنہ وہ کب کی اسے اپنی بھابھی بنا کر اپنے گھر لے گئے ہوتے۔ نویرہ گھر میں اکیلی رہ کر کافی خوفزدہ ہو چکی تھی ابھی کچھ ہی دنوں سے وہ اپنے کمرے میں دھویں کو دیکھ رہی تھی جس وجہ سے وہ بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی اس

نے یہ بات رباب کو بتائی تھی۔ رباب نے اسے پھر اپنے گھر چلنے کو کہا لیکن نویرہ نے کہا کہ وہ ابھی اس گھر کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی ہے۔

رباب چائے بنا کر چھت پر آ گئی تو نویرہ گھم صم بیٹھی ہوئی مسلسل ایک ہی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ لو چائے رباب نے چائے کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تو وہ یک دم ڈر سی گئی اور پھر خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے رباب سے چائے لی رباب بھی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ رباب نے نویرہ کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھا تو وہ چائے پینے میں مصروف تھی رباب نے بھی اس سے نظریں ہٹائیں اور چائے پینے میں مصروف ہوگئی۔

اچھا اب بتاؤ رباب نے چائے کا خالی کپ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ نویرہ جو چائے کے خالی کپ کو ہاتھ میں پکڑے خیالوں میں گم تھی کہ اس کی بات پر چونکی اور چائے کا کپ ایک طرف رکھ دیا۔ پھر کہنے لگی۔

رباب میں نے کل رات پھر دھویں کو کمرے میں دیکھا تھا میں نے پوچھا کہ کون ہے تو اس میں بے چینی سی پیدا ہوگئی اور وہ بے چینی سے ادھر ادھر اڑنے لگا اور وہ پورا ایک گھنٹہ ادھر ادھر حرکت کرتا رہا اور پھر غائب ہو گیا۔ رباب مجھے اس دھویں سے خوف آنے لگا ہے ہر وقت اس دھویں کا خوف مجھے اپنے حصار میں باندھے رکھتا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ دھواں میری جان ہی نہ لے لے نویرہ نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

نویرہ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو اس گھر پر اب اس دھویں کا سایہ ہے اور یہ سایہ کسی بھٹکی ہوئی بدروح کا ہے اور یہ بھٹکی ہوئی بدروحیں صف اس پر حملہ کرتی ہیں جو اکیلا ہو رباب نے کہا تو نویرہ کانپ اٹھی۔

ہاں رباب تم ٹھیک کہتی ہو میں تمہارے ساتھ ضرور جاؤں گی بلکہ ابھی جاؤں گی تم ایسا کرو کہ میرے کپڑے وغیرہ پیک کرو میں تب تک یہاں ہی بیٹھتی ہوں نویرہ نے کہا تو رباب بہت خوش ہوئی۔

سچ نویرہ۔ رباب نے خوشی سے کہا تو نویرہ مسکرا دی۔

اچھا اب جلدی جاؤ اور میرے کپڑے پیک کرو نویرہ نے ہا تو رباب مسکراتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی نویرہ بھی اٹھی اور ادھر ادھر ٹہلنے لگی اچانک ہی اپنے سامنے دھویں کو پھیلتا دیکھ کر وہ کانپ اٹھی۔ اور خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی دھواں اس کے سامنے ہی کھڑا حرکت کر رہا تھا۔

کون ہو تم اگر ہمت ہے تو میرے سامنے آؤ کیوں میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو آخر تم مجھ سے چاہتے کیا ہو بزدل نویرہ غصے سے بولی آج وہ پہلی بار غصہ سے بولی تھی وہ خود بھی حیران ہو رہی تھی کہ آج اس میں اتنی ہمت کہاں سے آ گئی کہ وہ اس سے غصہ سے بول رہی تھی۔

آج تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دیتا ہوں ایک کڑک دار آواز اسے سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس دھویں نے ایک شکل اختیار کر لی جسے دیکھ کر وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی اس کے سامنے ایک بہت ہی خوفناک شخص کھڑا تھا اس کی بڑی بڑی سرخ آنکھوں میں وحشت ہی وحشت تھی کالے کلاے لمبے بال اس کے پورے جسم پر اگے ہوئے تھے ہاتھ اور پاؤں بندر کے پنجوں جیسے بدصورت تھے۔

کون۔ کون ہو۔ تت۔ تم نویرہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

ہاہاہا۔ میں قالوس بھوت ہوں تمام بھوتوں کا اور جنوں سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں میری اتنی دہشت ہے کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں بھوت اور جن مجھے دیکھ کر کانپ جاتے ہیں ان کے چہروں پر خوف

چھا جاتا ہے کسی میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ مجھ سے آنکھ ملا کر بات کریں اور تو ایک کمزور سی لڑکی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہی ہے چل میرے ساتھ میں تجھے لینے آیا ہوں اس بھوت نے قہقہہ لگا کر کہا۔

کک۔کیوں۔نویرہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

مجھے تمہاری ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں تم ہی وہ لڑکی ہو جو میری طاقتوں میں اضافہ کر سکتی ہو قالوس نے کہا تو وہ کانپ کر گئی۔

نن نہیں۔نہیں میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔وہ چیختے ہوئے بولی۔

تمہیں میرے ساتھ جانا ہوگا۔قالوس نے غصہ سے کہا اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گئی قالوس نے ایک قہقہہ لگایا اور نویرہ کی طرف بڑھا اس نے نویرہ کو اٹھا کر کندھے پر رکھا اور پھر وہ دھواں بن کر غائب ہو گیا۔

نویرہ کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک بند کمرے میں پایا کمرے کا کوئی بھی دروازہ یا کھڑکی نہیں تھی نویرہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی وہ ڈری ڈری سی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی ڈر و خوف کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے یہ یہ میں کہاں ہوں مجھے کون لایا ہے یہاں نویرہ بڑبڑائی اچانک ہی اس کو ایک چیخ کی آواز سنائی دی تو وہ چونک سی گئی چیخ کی آواز اس طرف سے سنائی دی تھی جس طرف اندھیر ہی اندھیرا تھا وہ کافی دیر وہاں بیٹھی روتی رہی آنسو اس کی آنکھوں سے تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے پھر وہ اٹھی اور اس طرف چلنے لگی جس طرف بہت اندھیرا تھا وہ چلتے چلتے کافی آگے نکل چکی تھی اندھیرے کے سوا اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا وہ آہستہ آہستہ اور خود کو سنبھال کر چل رہی تھی تاکہ کسی چیز سے ٹکرا نہ جائے اب آہستہ آہستہ روشنی ہو رہی تھی

کچھ ہی دیر بعد اسے تمام منظر صاف دکھائی دینے لگا کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس کمرے کی دیواریں اتنی کالی تھیں کہ اسے خوف آنے لگا ایک عجیب سی بے چینی اور الجھن تھے جو اسے بے سکون کئے ہوئے تھی۔وہ خاموشی سے چلتی ہوئی آگے ہی آگے جا رہی تھی اچانک ہی چلتے چلتے وہ ایک دم رک گئی سامنے کا منظر بہت ہی خوفناک تھا قالوس آنکھیں بند کئے منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا ایک طرف ایک چھوٹی سی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔اس کا قد تین فٹ سے زیادہ نہیں ہوگا اس کے سامنے ہی ایک مرد خون میں لت پت پڑا تھا اس کا گلہ کٹا ہوا تھا اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں کھلی ہوئی تھیں اور وہ عورت اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہی تھی اس پر نظر پڑتے ہی نویرہ کے حلق سے ایک چیخ بلند ہوئی تو اس عورت نے بھی اٹھ کر نویرہ کی طرف دیکھا قالوس نے بھی اپنی سرخ آنکھیں کھولیں۔

آؤ آؤ قالوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مم۔مم میں کک کہاں ہوں۔نویرہ نے خوفزدہ اور کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

میں تمہیں اپنی دنیا میں لے آیا ہوں یہ کالی دنیا ہے اور اب تم بھی اس دنیا کا ایک حصہ ہو ہم تمہیں جو کچھ بھی کہیں گے تم نے کرنا ہوگا اچھا چلو اب جلدی سے اس خون کو پی جاؤ ورنہ اس کا اثر ضائع ہو جائے گا قالوس نے اپنے سامنے پڑے خون کے برتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

نن۔نہیں۔نہیں میں یہ خون نہیں پیوں گی اور میں تمہاری کوئی بھی بات نہیں مانوں گی اور تم یہ بھول جاؤ کہ میں وہ کروں گی جو تم کہو گے نویرہ نے چیختے ہوئے کہا۔قالوس اس کی بات سنکر غصے سے سرخ ہو گیا۔

تم نے میری بات سے انکار کر کے بہت برا کیا ہے میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تم زندگی بھر یاد

رکھو گی قالوس غصے سے چیخا۔

میں تمہاری ہر سزا برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن میں نہ تو یہ خون پیئوں گی اور نہ ہی تمہاری کوئی بات مانوں گی۔نوریہ نے صاف انکار کر دیا۔

کالی ڈائن۔قالوس چیخا۔

جی آقا۔ وہ چھوٹی عورت اس کے پاس آ کر ادب سے کھڑے ہو کر بولی۔

بتا کالی ڈائن میں اس کو کیا سزا دوں جو یہ ساری زندگی تڑپتی رہے میں نے آج ہی چالیس دنوں کا چلہ شروع کر دیا ہے میرا چلہ جب تک مکمل نہیں ہو جاتا میں کسی کو مار نہیں سکتا ورنہ میں اسے ایسی بھیانک موت مارتا جیسے کسی کو بھی نہ مارا ہو قالوس غصے سے سرخ ہوتا ہوا بولا

آپ اسے کالے جزیرے میں بھیج دیں وہاں ایسی ایسی بھیانک مخلوقات ہیں کہ یہ انہیں دیکھتے ہی مر جائے گی۔اور اگر یہ انکے ہاتھوں بچ بھی گئی تو بھی یہ زندہ نہیں رہ سکے گی کیونکہ یہ اس جزیرے سے واپس نہیں آ سکے گی اس عورت نے سوچ کر کہا تو قالوس مسکرایا کالی ڈائن تم ٹھیک کہتی ہو میں ابھی اسے کالے جزیرے میں بھیجتا ہوں تا کہ یہ جلد ہی موت کے منہ میں چلی جائے تب تک تم کسی اور لڑکی کے بارے میں پتہ چلاؤ جو ہمارے کام آ سکے قالوس نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا تو اس نے سر جھکایا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ وہاں سے غائب ہو چکی تھی قالوس نے نوریہ پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ بے ہوش ہو گئی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔۔

نوریہ کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو کالے جزیرے میں پایا وہ جزیرہ بہت ہی خوفناک تھا ہر طرف وحشت ہی وحشت تھی اس جزیرے میں موجود ہر چیز کالی تھی کالے کالے درخت ایسے لگ رہے تھے جیسے بہت سے بھوت کھڑے ہوں نوریہ اپنے آپ کو اس جگہ دیکھ کر بہت خوفزدہ ہو رہی تھی خوف سے اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

کوئی ہے کوئی ہے۔۔نوریہ کی آواز وہاں گونجی لیکن اسے کوئی بھی جواب نہ ملا وہ کافی دیر تک آوازیں دیتی رہی لیکن کوئی نہ آیا تو وہ سر جھکا کر رونے لگی اچانک ہی ایک پھنکار سن کر وہ چونکی اور سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو نوریہ کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا اس کے سامنے ایک بہت بڑا اژدھا کھڑا پھنکار رہا تھا اس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح بھڑک رہی تھیں وہ پھنکارتا ہوا نوریہ کی طرف بڑھا نوریہ کا دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل ابھی پھٹ جائے گا وہ وہاں سے بھاگنا چاہتی تھی لیکن ڈر کی وجہ سے اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑی ہو سکے اچانک ہی ایک طرف سے ایک نوجوان بجلی کی تیزی کے ساتھ بھاگتا ہوا آیا اور اس اژدھا پر چھلانگ لگا دی۔وہ نوجوان بہت ہی طاقتور لگ رہا تھا اژدھا اور نوجوان میں زبردست لڑائی ہو رہی تھی نوریہ پھٹی پھٹی نظروں سے ان دونوں کو لڑتا ہوا دیکھ رہی تھی اچانک ہی اس نوجوان کا جسم بڑھنے لگا بڑھتے بڑھتے اس کا قد پہاڑ جتنا ہو گیا اور پھر اس نوجوان نے اژدھا کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور زور سے کھینچا تو اژدھا کے دو حصے ہو گئے اس نوجوان نے ایک نظر نوریہ کی طرف دیکھا جو ڈری ڈری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی وہ نوجوان اپنی اصلہ شکل میں آیا اور نوریہ کی طرف بڑھا تو نوریہ کانپ سی گئی۔

ڈرو نہیں میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا وہ نوجوان نوریہ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا تت تم بب بھوت ہو نوریہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

نہیں میں بھوت نہیں جنہوں اس لڑکے نے آہستہ سے کہا۔

نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو تم جن نہیں ہو اگر تم

جن ہوتے تو تمہاری شکل بہت ہی خوفناک ہوتی کیونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ جنوں اور بھوتوں کی شکل بہت ہی خوفناک ہوتی ہے انہیں دیکھ کر انسان ڈر جاتے ہیں۔تم مجھے سچ سچ دکھادو کہ تمہارا تعلق کس مخلوق سے ہے نوریہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

میں سچ سچ کہہ رہا ہوں کہ میں جن ہوں ہماری شکلیں خوفناک ہوتی ہیں لیکن ہم اپنی شکل تبدیل کرسکتے ہیں اور ہمارے قبیلے کے جنات زیادہ تر انسانوں کی ہی شکل میں رہتے ہیں اس لڑکے نے تفصیل سے کہا۔

اچھا کیا نام ہے تمہارا۔

سلمان۔اور تمہارا۔

نوریہ۔اس نے آہستہ سے کہا۔

اچھا نوریہ تم یہاں کیسے پہنچی اس سے پہلے میں نے کبھی کسی انسان کو یہاں نہیں دیکھا سلمان نے پوچھا۔تو نوریہ نے اپنی تمام داستان اسے سنادی۔

نوریہ قالوس میرا بہت بڑا دشمن ہے میں آج اسی کی وجہ سے یہاں بھٹک رہا ہوں اس نے مجھ سے میری تمام طاقتیں چھین لی ہیں سلمان ن غمزدہ لہجے میں کہا۔

سلمان تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا قالوس دشمن کیوں ہے اور کیسے بنا اور اس نے تمہاری طاقتیں کیسے تم سے چھین لیں نوریہ نے پوچھا۔

میں اپنی جناتی بستی میں سب جنوں سے زیادہ طاقت رکھتا تھا میرے پاس بہت بڑی بڑی طاقتیں تھیں جو بھی مجھ س مقابلہ کرنے آتا وہ میرے سامنے بے بس ہو جاتا مجھے اپنی طاقتوں پر بہت غرور تھا لیکن میں نے کبھی اپنی طاقتوں سے کوئی غلط کام نہیں کیا اسی بنا پر جناتی بستی میں میری بہت عزت تھی ایک مقام تھا میرا۔بستی کی تمام لڑکیاں مجھے چاہتی تھیں لیکن یرے دل میں صرف اور صرف راوش کے لیے پیار تھا وہ میرے چچا کی بیٹی تھی وہ مجھے بہت پسند کرتی تھی اس کے پاس بھی طاقتیں تھیں لیکن اس کے پاس اتنی بڑی طاقتیں نہیں تھیں میری شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی ایک دن ہماری بستی میں ایک بہت ہی بھیانک بھوت اترا اس کی شکل دیکھ کر تمام بستی والے خوفزدہ ہو گئے لیکن میں اس سے خوفزدہ نہ ہوا اس نے آتے ہی مجھ سے کہا سلمان میں نے تمہاری بہت تعریفیں سنی ہیں تم بہت طاقتور ہو جو بھی تمہارے مقابلے میں آتا ہے تم اسے شکست دیتے ہو میں آج تم سے مقابلہ کرنے آیا ہوں میرے پاس بھی بہت طاقتیں ہیں جس طرح تم تمام جنوں سے زیادہ طاقت رکھتے ہو اسی طرح میں بھی تمام بھوتوں سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں میرا نام قالوس ہے تمہاری طرح مجھے بھی اپنی طاقتوں پر بہت ناز ہے تو کیا تم مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو میں نے کہا ہاں میں تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں پھر م دونوں میں لڑائی شروع ہوگئی اس نے اپنی طاقتوں سے مجھے بے بس کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا میں نے بھی اسے اپنی طاقتوں سے شکست دینی چاہی لیکن میں بھی ناکام رہا ہم دونوں نے ایک دوسرے پر بہت وار کیے لیکن ہم دونوں ہی کامیاب نہ ہوسکے لڑائی ختم ہوئی تو قالوس نے کہا میں تمہاری طاقتوں کو مان گیا ہوں ہم دونوں کی طاقتیں برابر ہیں نہ تم مجھے شکست دے سکے اور نہ میں تمہیں شکست دے سکا ہوں میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں کیا تم میری دوستی کو قبول کروگے قالوس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔پھر ہم دونوں میں گہری دوستی ہوگئی ہم دونوں اکثر ایک دوسرے کی دنیا میں جاتے اور خوب مزا کرتے وہ بھی میرے بنا نہیں رہ سکتا تھا اس لیے وہ خود ہی مجھ سے ملنے آجایا کرتا۔تھا میں نے اسے اپنے بارے می سب کچھ بتادیا تھا ایک دفعہ میں اور راوش جھیل کے کنارے بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ قالوس آگیا میں اسے بہت

جوش سے ملا راوش اسے دکھ کر گھبرا گئی وہ ڈری ڈری سی نظروں سے قلوس کو دیکھ رہی تھی قالوس بھی اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اچھا سلمان میں چلتی ہوں یہ کہہ کر راوش وہاں سے غائب ہوگئی۔

اور قالوس یہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

نہیں سلمان میں آج تمہیں کچھ دکھانے آیا تھا چلو میرے ساتھ قالوس نے کہا۔

کیوں نہیں۔ میں نے مختصرا جواب دیا۔

پھر ہم اڑتے ہوئے قالوس کی بستی میں آ گئے۔

کیا دکھانا تھا میں نے پوچھا۔

ارے آؤ تو سہی قالوس نے کہا۔ اور مجھے لیے سرسبز پہاڑوں پر آ گیا۔ یہاں میں پہلی بار آیا تھا یہ جگہ بہت ہی اچھی اور خوبصورت تھی ہر طرف بڑے بڑے سرسبز پہاڑ اور ان پر رنگ برنگے پھلوں اور پھولوں کے درخت اس جگہ کی خوبصورتی کو بڑھا رہے تھے ہیرے کی طرح چمکتے ہوئے پانی کے چشمے جنت کا منظر پیش کر رہے تھے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو دل و دماغ کو معطر کر رہی تھیں ٹھنڈی ہوا چلتی تو خوشبو اور زیادہ ہو جاتی خوبصورت درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے میں اس جگہ کی خوبصورتی میں کھو سا گیا۔ اور اس کی تعریف کی۔

واہ میرے یار واہ کیا خوبصورتی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جنت اس دنیا میں بھی بنا رکھی ہے میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

ارے یار آگے چلو تمہیں ایک بہت ہی عجیب چیز دیکھاتا ہوں قالوس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اور وہ مجھے لیے ایک طرف چلنے لگا چلتے چلتے اچانک وہ رک گیا اس کے سامنے ایک تنگ منہ والا غار بنا ہوا تھا وہ اس میں داخل ہو گیا میں بھی اس کے پیچھے غار میں داخل ہو گیا غار اندر سے کسی حویلی کا منظر پیش کر رہا تھا کمرے بھی بنے ہوئے تھے جن کے دروازے کھلے ہوئے تھے کمروں میں بہت ہی خوبصورت سامان رکھا ہوا تھا اور ان کمروں میں عجیب سی پیاری سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

یار یہ کون سی جگہ ہے میں نے بے تاب ہو کر کہا

سلمان یہ ایسی جگہ ہے جہاں اب تک میرے اور تمہارے علاوہ کوئی بھی جن بھوت نہیں آیا ہے۔ اس جگہ پر کسی بزرگ نے حصار کھینچ رکھا تھا جس وجہ سے یہ جگہ ہم سے پوشیدہ تھی لیکن میں نے چلہ کر کے اس حصار کو توڑ دیا ہے اور اب میں اس جگہ کے گرد اپنا حصار قائم کروں گا قالوس نے چلتے چلتے کہا۔

واہ یار تو نے تو کمال کر دیا ہے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو قالوس بھی مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد ہم ایک تہہ خانے کے سامنے کھڑے تھے قالوس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور تہہ خانے میں اترنے لگا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی تھا کافی دیر ہم چلتے رہے تہہ خانے کی سیڑھیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں ایک گھنٹہ چلنے کے بعد ہم تہہ خانے میں پہنچ گئے تہہ خانے کا منظر بہت ہی عجیب سا تھا تہہ خانے میں سنہرے رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی سامنے ہی میز پڑا ہوا تھا جس پر ایک انسانی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی اس کھوپڑی سے سرخ سبز اور نیلے رنگ کی روشنیاں نکل رہی تھیں۔ سلمان اس کھوپڑی میں میری طاقتیں ہیں میں نے اپنی تمام طاقتیں اس کھوپڑی میں محفوظ کر رکھی ہیں میری طاقتوں کو اب کوئی بھی مجھ سے چھین نہیں سکتا۔ کیونکہ میں نے اس کھوپڑی اور تہہ خانے کے گرد حصار کھینچ رکھا ہے اس تہہ خانے میں کوئی بھی جن بھوت یا چڑیل داخل نہیں ہو سکتے اگر کسی جن بھوت یا چڑیل نے یہاں داخل ہونے کی کوشش کی تو اسے آگ لگ جائے گی۔ قالوس نے مجھے تفصیل سے بتایا۔

یار تو نے بہت اچھا کیا ہے کہ اپنی طاقتوں کو

یہاں محفوظ کر دیا ہے میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو وہ بولا۔

تم بھی اپنی طاقتوں کو یہاں محفوظ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔

ٹھیک ہے میں بھی اپنی بڑی بڑی طاقتوں کو اس میں محفوظ کر دیتا ہوں میں نے کھوپڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ قالوس کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔

اچھا تو پھر تم منتر پڑھ کر کھوپڑی پر پھونک مار دو۔ میں نے اس کی بات سن کر آنکھیں بند کر لیں اور منتر پڑھا اور اس کھوپڑی پر پھونک ماری کھوپڑی کو ایک جھٹکا لگا اور وہ مکمل طور پر نیلے رنگ کی ہوگئی اور میں حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

قالوس اس کھوپڑی میں تمہاری طاقتیں تو نہیں ہیں اگر ہوتیں تو اس میں سرخ اور سبز رنگ کی بھی روشنی ہوتی میں نے حیران ہو کر کہا۔

ہاہاہا۔ دیکھا سلمان میں نے کتنی چالاکی سے تمہاری طاقتیں تم سے چھین لی ہیں اب تم کسی کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے میں نے تمہیں بے بس کر دیا ہے اس وقت تو میں تم کو شکست نہیں دے سکا لیکن آج میں نے تم سے تمہاری طاقتیں چھین کر تمہیں شکست دے دی ہے میں نے تم سے اسی مقصد کے لیے دوستی کی تھی کہ تمہاری طاقتیں تم سے چھین لوں۔ اتنا کہہ کر وہ پھر قہقہے لگانے لگا۔

قالوس تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اس کی سزا میں تمہیں ضرور دوں گا میں نے غصے سے کہا۔ اور کھوپڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا میرا ہاتھ جیسے ہی کھوپڑی سے ٹکرایا تو مجھے ایک جھٹکا لگا اور میں اچھلتا ہوا تہہ خانے کی دیوار کے ساتھ جا لگا۔

ہاہاہا۔ سلمان میں نے اس کھوپڑی کے گرد حصار کھینچ رکھا ہے اب تم کبھی بھی اپنی طاقتیں حاصل نہیں کر سکو گے۔

قالوس میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ اور اس کی طرف دوڑ لگا دی اس کے ساتھ ٹکرا کر میں زمین پر گر گیا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا اس کا جسم پہاڑ کی طرح سخت ہو گیا تھا۔

سلمان تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ تمہاری طاقتیں تمہارے پاس نہیں ہیں قالوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

قالوس تم دیکھ لینا ایک دن میں تم سے اپنی طاقتیں دوبارہ حاصل کر لوں گا اور تمہیں بہت ہی بھیانک موت ماروں گا میں نے کہا اور غائب ہو کر اپنی بستی میں آ گیا بستی میں آ کر میں نے راوش کو جھیل کے کنارے بلایا اور اسے ساری بات بتا دی اس نے مجھے چلہ کرنے کا مشورہ دیا تو میں نے جلد ہی اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے چلہ شروع کر دیا جو چلہ میں کر رہا تھا وہ بہت ہی طاقتور تھا لیکن کرنے میں بہت مشکل تھا چلہ دس راتوں کا تھا یہ چلہ میں مختلف جنوں کی ہڈیوں پر کر رہا تھا وہ جن جو پہلے بہت طاقت رکھتے تھے لیکن وہ مر چکے تھے ان کی ہڈیاں میں نے کیسے حاصل کیں یہ میں ہی جانتا ہوں بہر حال میں اپنے چلے میں کامیاب ہو گیا اور مجھ میں کافی طاقتیں آ گئیں جب میں واپس اپنی بستی میں آیا تو میں یہ دیکھ کر کانپ گیا کہ قالوس راوش کو اٹھا کر لے گیا تھا اور اس نے کافی جنوں کو بھی مار ڈالا تھا میرے اندر اس کے لیے غصہ اور بڑھ گیا میرا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی جاؤں اور قالوس کو ختم کر دوں لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میری طاقتیں میرے پاس نہیں تھیں جو طاقتیں مجھے چلے کے ذریعے کے ملی تھیں میں نے ان کے ذریعے راوش کے بارے میں جاننے کی کوشش کی کہ وہ کیسی ہے اور کہاں ہے لیکن مجھے ہر طرف سیاہ دھواں ہی نظر آیا میں نے کئی بار منتر پڑھا لیکن میں راوش کے بارے میں جان نہ سکا میں بہت پریشان ہو گیا پھر میں نے قالوس کو دیکھنے کے لیے منتر

بڑھا تو مجھے وہ نظر آ گیا وہ کسی چلے میں مصروف تھا اچانک ہی وہاں مجھے تم نظر آئیں میری نظریں تم پر پڑیں تم کافی خوفزدہ لگ رہی تھی اور پھر اچانک ہی قالوس نے منتر پڑھ کر تمہیں کالے جزیرے میں بھیج دیا میں کلاے جزیرے کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا کہ وہ بہت ہی خوفناک جزیرہ ہے اور وہاں پر بہت ہی خونخوار مخلوقات رہتی ہیں میں نے تمہیں مشکل میں دیکھا تو تمہیں بچانے کے لیے یہاں پہنچ گیا سلمان اپنی کہانی سنا کر خاموش ہو گیا۔

سلمان تم اپنی طاقتوں کو آزاد کرنے کے لیے اس جگہ پر پھر کیوں نہیں گئے ۔نوریہ نے حیران ہو کر سوال کر دیا۔

میں وہاں گیا تھا اپنی طاقتوں کو دوبارہ حاصل کرنے لیکن قالوس نے اس غار کے گرد حصار کھینچ رکھا تھا مجھ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اس کا حصار توڑ سکتا اگر میں نے اس کے حصار کو پار کرنے کی کوشش کی تو مجھے آگ لگ جاتی سلمان نے مایوسی سے کہا۔

تم فکر مت کرو میں تمہاری مدد کروں گی اس غار میں جن بھوت یا چڑیل داخل نہیں ہو سکتے لیکن مین تو داخل ہو سکتی ہوں ناں کیونکہ میں تو انسان ہوں اگر میں نے اس کے حصار کو توڑا تو مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔نوریہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں ۔؛ہاں۔تم تو اس غار میں داخل ہو سکتی ہو سلمان نے خوشی سے کہا۔

تو تم مجھ سے وعدہ کرو کہ جب تمہیں تمہاری طاقتیں مل جائیں گی تو مجھے میری دنیا میں واپس بھیج دو گے۔نوریہ نے کہا۔

ہاں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں تمہاری دنیا میں واپس بھیج دوں گا سلمان نے وعدہ کرتے ہوئے کہا تو نوریہ مسکرا دی۔

اچھا نوریہ اب چلو ہمیں اس کالے جزیرے سے جلدی سے نکل جانا چاہے کیونکہ یہاں خطرہ ہے یہاں پر ایسی خونی مخلوقات بستی ہیں کہ انسان انہیں دیکھتے ہی مر جاتا ہے تمہیں اپنے دل کو مضبوط کرنا ہوگا اگر کوئی مخلوق ہمارے سامنے آ گئی تو تم نے ہمت سے کام لینا ہوگا سلمان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں سلمان میں نے اپنے دل کو مضبوط کر لیا ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جب تک تم میرے ساتھ ہو کوئی مجھے ہاتھ تک نہیں لگا سکتا نوریہ نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔لیکن سلمان کیا تمہیں یقین ہے کہ راوش ابھی زندہ ہے نوریہ نے چلتے چلتے پوچھا۔

ہاں نوریہ میرا دل کہتا ہے کہ راوش ابھی زندہ ہے سلمان نے آہستہ سے کہا پھر ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی اور وہ چلتے رہے اچانک ہی وہ دونوں چلتے چلتے ایک دم رک گئے کیونکہ سامنے زمین پر دراڑیں پڑ رہی تھیں نوریہ نے پریشانی سے سلمان کی طرف دیکھا اس کی نظریں زمین پر پڑنے والی دراڑوں پر ہی مرکوز تھیں ان دراڑوں میں سے ایک بہت ہی خوفناک آدمی باہر نکلا اس کا رنگ کالا سیاہ تھا جگہ جگہ سے جسم کا گوشت ادھڑا ہوا تھا بڑی بڑی سرخ آنکھوں سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا نوریہ اس کو دیکھ کر کانپ گئی اور ڈر کر سلمان کے پیچھے کھڑی ہو گئی ۔ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ اس خوفناک آدمی نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

سلمان اس لڑکی کو میرے حوالے کر دو میں کافی عرصہ سے بھوکا ہوں میں اس کے خون سے اپنی پیاسی رگوں کو تر کروں گا اور اس کے گوشت سے اپنی بھوک مٹاؤں گا اس نے گرج کر کہا۔

نہیں نہیں میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی یہ مجھے مار دے گا نوریہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ بہت برا کروں گا تمہارے ساتھ سلمان نے بھی گرج کر کہا۔

ہاہاہا۔ یہ میرا شکار ہے میں کافی عرصہ سے بھوکا

ہوں اس شکار کو میں اپنے ہاتھ سے کبھی بھی نکلنے نہیں دوں گا اس نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

تمہارے ہاتھ تو خالی ہیں سلمان نے طنز کرتے ہوئے کہا۔تو اس کا چہرہ غصے سے اور خوفناک ہو گیا۔

بکواس بند کرو اس نے چیخ کر کہا میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔

میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو۔اور سلمان نے اپنی آنکھیں بند کر کے کچھ منتر پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو اس کی ایک چیخ فضا میں بلند ہوئی اس کا جسم ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا اور زمین پر پڑی دراڑوں کا نام ونشان تک مٹ گیا۔سلمان نے پیچھے مڑ کر نویرہ کی طرف دیکھا تو اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا پسینہ اس کے ماتھے سے پانی کی طرح بہہ رہا تھا سلمان نے اپنی جیب سے رومال نکالکر اس کے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کیا نویرہ سنبھالو خود کو اگر تم اسی طرح ڈرتی رہی تو میں اپنی طاقتیں کبھی بھی حاصل نہیں کر سکوں گا۔اور نہ ہی قلوس کا خاتمہ کر سکوں گا اور نہ ہی تم اپنی دنیا میں جا سکو گی سلمان نے اس کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

سلمان میں اس قسم کے حالات کا پہلی دفعہ سامنا کر رہی ہوں تم تو روزانہ ایسی بھیانک شکلیں دیکھتے ہو لیکن میں نویرہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

ہاں نویرہ تم ٹھیک کہتی ہو میں ایسا کرتا ہوں کہ تمہارے گرد ایک حفاظتی حصار کھینچ دیتا ہوں تا کہ کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچائے سلمان نے کچھ سوچ کر کہا۔

سلمان پھر تو میں اس جگہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی کیونکہ اگر میں آگے بڑھی تو حصار ٹوٹ جائے گا نویرہ نے پریشانی سے کہا تو سلمان اس کی معصومیت پر ہنس دیا۔

نہیں نویرہ تمہارے چلنے سے حصار نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ میں یہ حصار زمین پر نہیں کھینچ رہا بلکہ ہوا میں ہی تمہارے جسم کے اردگرد کھینچ رہا ہوں سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر نویرہ کے اردگرد چکر کاٹنے لگا جبکہ نویرہ اپنی بے وقوفی پر شرمندہ سی کھڑی تھی جیسے جیسے سلمان نویرہ کے گرد چکر کاٹ رہا تھا اس کے گرد سفید دھواں پھیل رہا تھا نویرہ حیران وپریشان کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی تھوڑی دیر بعد سلمان چکر کاٹ کر کھڑا ہو گیا اور وہ دھواں جو نویرہ کے گرد پھیلا ہوا تھا وہ نویرہ کے جسم میں جذب ہو گیا۔

نویرہ اب تم محفوظ ہو سلمان نے گہری سانس لے کر کہا اور آگے چل پڑا۔

وہ کیسے۔نویرہ نے چلتے چلتے پوچھا۔

نویرہ اگر کسی بھی بدروح جن چڑیل یا بھوت نے تمہیں چھونے کی کوشش کی تو اسے آگ لگ جائے گی لیکن سلمان کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

لیکن کیا نویرہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

نویرہ تم جب غار میں داخل ہو گی تو قالوس کا حصار ٹوٹ جائے گا اور ساتھ میں جو حصار میں نے تمہارے گرد قائم کیا ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گا سلمان نے اسے بتایا تو وہ گھبرا سی گئی۔لیکن تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں یہ سن کر وہ پرسکون ہو گئی اور بولی۔

سلمان تمہاری راوش کو قالوس نے مار دیا ہو نویرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

نویرہ مجھے اللہ پر پورا بھروسہ ہے میرا دل کہتا ہے کہ راوش ابھی زندہ ہے اور ہاں آئندہ تم ایسی بات منہ سے مت نکالنا سلمان نے خبردار لہجے میں کہا تو نویرہ سہم گئی۔نویرہ کو چلتے چلتے اچانک ہی خطرے کا احساس ہوا تو اس نے نظریں ادھر ادھر دوڑائیں تو اس کی چیخ فضا میں بلند ہوئی۔

کیا ہوا۔سلمان نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ خوفزدہ کھڑی تھی۔نویرہ نے ہاتھ اٹھا کر ایک

طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک درخت کی طرف متوجہ کیا اس درخت کی شاخیں تیزی سے بڑھتی ہوئی ان کی طرف آ رہی تھیں۔

نوریہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ شاخیں تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں کیونکہ تمہارے گرد حصار ہے تم اس حصار کی طاقت کو نہیں جانتی کہ اس میں کتنی طاقت ہے اب ذرا اس کا کمال دیکھتی جانا سلمان پہلے نوریہ اور پھر ان بڑھتی ہوئی شاخوں کو دیکھتے ہوئے بولا جیسے ہی وہ شاخیں نوریہ سے ٹکرائیں تو انہیں آگ لگ گئی اور وہ ریزہ ریزہ ہو کر نیچے گرنے لگیں نوریہ یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

واہ سلمان واہ۔ اس حصار میں تو بہت طاقت ہے نوریہ نے خوشی سے کہا۔

دیکھا میں نے کہا تھا ناں کہ اس حصار میں بہت طاقت ہے بس اب تم بے فکر ہو کر چلتی جاؤ سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سلمان ہم نے کہاں تک جانا ہے۔ نوریہ نے چلتے چلتے پوچھا۔

اس پہاڑ کے پار سلمان نے سامنے پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سلمان تمہارے پاس ایسا کوئی جادو نہیں ہے کہ ہم غائب ہو کر اس جگہ پر پہنچ جائیں جہاں قالوس نے تمہاری طاقتوں کو قید کر رکھا ہے نوریہ نے پوچھا۔

میرے پاس غائب ہونے کی طاقت ہے لیکن اس جزیرے پر ایک جادو پھیلا ہوا ہے جس وجہ سے کوئی بھی جن بھوت یا چڑیل اس جگہ سے غائب نہیں ہو سکتے سلمان نے پہاڑ پر چڑھتے ہوئے کہا۔

سلمان یہ پہاڑ تو بہت اونچا ہے کہیں میں گر ہی نہ جاؤں نوریہ نے پہاڑ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ارے نوریہ یہ پہاڑ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم تو ایسے پہاڑوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے کبھی کبھی تو ہمیں ایسے خوفناک پہاڑوں پر چڑھنا ہوتا ہے جہاں سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور پہاڑ ایسے خوفناک لگ رہے ہوتے ہیں کہ کوئی عفریت کھڑا ہو اگر عام انسان ایسے پہاڑوں کو دیکھ لے تو وہ اس کی خوفناکی دیکھ کر ہی مر جائے سلمان نے اسے بتایا پھر ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی اور ایک گھنٹے بعد ہی وہ پہاڑ کی چوٹی پر موجود تھے نوریہ نے نیچے کی طرف دیکھا تو اس کا دل دہل سا گیا کیونکہ وہ بہت اونچائی پر موجود تھے۔

سلمان میں تھک گئی ہوں مجھ سے تو چلا بھی نہیں جا رہا ہے اور بھوک سے میرا برا حال ہو رہا ہے نوریہ نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ سلمان نے ہاتھ فضا میں لہرایا تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے آ گئی نوریہ نے خوشی سے سلمان کی طرف دیکھا یہ لو کھانا کھا لو اس نے وہ ٹرے نوریہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کھانے سے سوندھی سوندھی مہک اٹھ رہی تھی کھانے کو دیکھ کر نوریہ کی بھوک اور بڑھ گئی اور وہ کچھ کھانے پر ٹوٹ پڑی اور کھاتی ہی چلی گئی سلمان پہاڑ پر کھڑا ہو کر دوسری طرف دیکھ رہا تھا پہاڑ سے نیچے سرسبز جگہ تھی اور اس سے آگے جہاں تک نظر جاتی سمندر ہی سمندر تھا سرسبز جگہ پر پھلوں کے کافی درخت موجود تھے ان درختوں پر اڑتے رنگ برنگ پرندے بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

سلمان آؤ ناں تم بھی کھانا کھاؤ نوریہ نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

نہیں نوریہ تم کھاؤ مجھے بھوک نہیں ہے جب بھوک لگے گی تو کھا لوں گا سلمان نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔

نوریہ نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا لیکن پھر بھی ٹرے میں موجود کھانے کو ختم نہیں کر سکی۔

واہ کیا منظر ہے نوریہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی نظر اب اس جگہ پر پڑی تھی سرسبزے اور ساتھ میں بہتے ہوئے سمندر کو دیکھ کر اس کا دل خوش ہو گیا

نوریہ آؤ چلیں ہمیں اندھیرا پھیلنے سے پہلے پہلے اس پہاڑ سے اتر جانا چاہیے سلمان اس کے پاس آ کر بولا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیل چکا تھا اس لیے وہ دونوں جلدی جلدی پہاڑ سے اترنے لگے پہاڑ سے نیچے اترنے کا راستہ آسان تھا اس وجہ سے وہ آدھے گھنٹے میں ہی پہاڑ سے اتر گئے رات ہو چکی تھی نوریہ دوڑ کر درختوں سے پھل توڑ کر کھا رہی تھی اسے ایسا کرنے میں بہت مزہ آ رہا تھا۔ چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا جس کی روشنی میں وہ جگہ بہت خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی اچانک ہی نوریہ کو سلمان کا خیال آیا تو وہ چونک پڑی اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا تو اسے سلمان سمندر کے کنارے پڑے بڑے سے پتھر پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ نوریہ آہستہ سے مسکرائی اور سلمان کی طرف چل پڑی اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ سلمان سے باتیں کرے اسے اپنے سامنے بٹھا کر دیکھتی رہے یہ خواہش اس کے دل میں کیوں آئی تھی وہ خود بھی نہیں جانتی تھی جب سے اس کو سلمان کا ساتھ ملا تھا وہ بہت خوش تھی اس کا دل کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے سلمان نے جب بھی راوش کے بارے میں بات کی نجانے کیوں اس کا دل راوش کے ذکر پر اداس ہو جاتا تھا۔ نوریہ سلمان کے پاس جا پہنچی تو وہ پریشان سا ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور چھوٹے چھوٹے کنکر سمندر میں پھینک رہا تھا۔

سلمان تم یہاں بیٹھے ہو۔ کیا بات ہے مجھے بتاؤ

تم جا کر سو جاؤ۔ سلمان نے اسے دیکھے بغیر کہا۔

کہاں سو جاؤں اور ویسے بھی مجھے نیند نہیں آ رہی ہے نوریہ نے ناگواری سے کہا۔

نوریہ میں آج رات ایک چلہ کرنے لگا ہوں۔

کیا۔۔نوریہ چیخی۔

سلمان نے کچھ پڑھ کر سامنے پھونک ماری تو وہاں ایک خوبصورت پلنگ آ گیا۔

تم جا کر سو جاؤ اور ہاں کہیں چلی نہ جانا رات کو شیطانی طاقتیں تمہیں ڈرانے کی کوشش کریں گی لیکن تم نے ڈرنا نہیں ہے کوئی تمہیں ہاتھ تک نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ تمہارے گرد حفاظتی حصار ابھی بھی قائم ہے اور خاص بات یہ کہ شیطانی طاقتیں تمہیں سمندر میں گرانے کی بھی کوشش کریں گی لیکن کچھ بھی ہو جائے تم نے سمندر میں چھلانگ نہیں لگانی ہے شیطانی طاقتیں کسی کی بھی شکل میں آ کر تمہیں دھوکہ دے سکتی ہیں کبھی میری شکل میں تو کبھی تمہارے ماں باپ کی شکل میں آ کر وہ تمہیں دھوکہ دے سکتی ہیں لیکن تم نے کسی کی بھی باتوں میں نہیں آنا ہے سلمان نے اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔

تم فکر نہ کرو اور اپنا چلہ کرو میں کسی کی بھی باتوں میں آنے والی نہیں ہوں نوریہ پرجوش انداز میں بولی۔

اچھا میں چلتا ہوں سلمان نے آہستہ سے کہا۔

لیکن تم کہاں جا رہے ہو۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ تم اس جگہ پر ہی چلہ کرو گے نوریہ نے پریشانی سے کہا۔

نوریہ میں یہ چلہ سمندر کی تہہ میں جا کر کروں گا اس چلے میں بہت طاقت ہے اگر میرا یہ چلہ کامیاب ہو گیا تو میں بہت جلد قالوس تک پہنچ جاؤں گا لیکن چلہ ناکام ہونے کی صورت میں میری موت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ چلہ بہت ہی خطرناک ہے ایسا بھیانک چلہ آج تک کسی نے نہیں کیا ہے۔

سلمان اگر یہ چلہ مشکل ہے تو تم یہ چلہ نہ کرو کوئی اور چلہ کر لو نوریہ نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

نہیں نوریہ میں یہ ہی چلہ کروں گا بس تم میرے لیے اللہ سے دعا کرتی رہنا کہ میں کامیاب ہو جاؤں یہ کہہ کر سلمان سمندر کی طرف چل پڑا نوریہ اسے روکنا چاہتی تھی لیکن روک نہ پائی نوریہ کے دیکھتے ہی دیکھتے سلمان سمندر کے پانی میں اوجھل ہو گیا جبکہ نوریہ کافی دیر وہاں کھڑی سمندر کو دیکھتی رہی پھر پلنگ پر آ کر

سو گئی۔

سلمان سمندر کی تہہ میں کھڑا چلہ کر رہا تھا رنگ برنگی بڑی بڑی مچھلیاں اسے پانی میں تیرتی نظر آ رہی تھیں اچانک ہی اسے خطرے کا احساس ہوا اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی مچھلی اس کی برف بڑھتی ہوئی آ رہی تھی سلمان اس کے سامنے تنکے کے برابر لگ رہا تھا جب وہ مچھلی سلمان کے قریب آئی تو وہ اسے دیکھ کر ڈر سا گیا کیونکہ وہ مچھلی بہت زیادہ زخمی تھی اس کے جسم پر گہرے زخموں کے نشان تھے ایسے لگ رہی تھی جیسے کہ وہ بہت بڑی بلا سے مقابلہ کر کے آ رہی ہے وہ مچھلی خونخوار نظروں سے سلمان کے گرد چکر لگانے لگی اس کی یہ حرکت سلمان کو بہت عجیب لگ رہی تھی سلمان نے کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو اس کا جسم ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا سمندر میں تو جیسے چوفان سا آ گیا سلمان کو اپنی جگہ کھڑے رہنے میں بھی مشکل پیش آ رہی تھی کافی دیر تک وہ طوفان چلتا رہا پھر تھم گیا طوفان کے تھمتے ہی سلمان کو احساس ہوا کہ کوئی اس کی طرف بڑھتا ہوا آ رہا ہے سلمان نے بے چینی سے ادھر اُدھر دیکھا تو اسے ایک جل پری اسے سامنے دکھائی دی اسے دیکھتے ہی سلمان کے پریشان چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہونے لگے جل پری کا کمر سے نیچے تک کا جسم سانپ کی طرح تھا اس کے ہاتھ اور منہ بالکل انسانوں کی طرح تھا اس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا ایسا خوبصوت چہرہ سلمان نے سلمان نے پہلی دفعہ دیکھا تھا اسے دیکھتے ہی سلمان نے تیز تیز منتر پڑھنا شروع کر دیا سلمان تو مجھے کیوں قید کرنا چاہتا ہے آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑہ ہے جل پری نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا لیکن سلمان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور منتر پڑھتا رہا سلمان تو بہت بڑی خوش فہمی میں ہے اتنی آسانی سے تمہارے ہاتھ نہیں آنے والی یہاں بہت سے جادوگر آئے مجھے قابو کرنے کے لیے لیکن میں نے انہیں نگل لیا اب تمہاری ہے میں بھی نگل جاؤں گی تم میرے آگے بے بس ہو جاؤ گے یہاں جو کوئی بھی آیا ہے وہ ناکام ہو کر لوٹا ہے بلکہ ناکام ہو کر میری خوراک بن گیا اب تم بھی میری خوراک بن جاؤ گے جل پری غصے سے کہتی ہوئی سمندر کے پانی میں غائب ہو گئی اور سلمان کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی کچھ بھی ہو جائے تمہیں تو میں قابو کر کے رہوں گا سلمان نے دل ہی دل میں سوچا؛

رات کے کسی پہر نوریہ کی آنکھ کسی کے رونے کی وجہ سے کھل گئی اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی رونے کی آواز اب بھی مسلسل آ رہی تھی آواز کسی عورت کی تھی اس کی آواز میں ایک درد تھا ایسا لگ رہا تھا کہ وہ سخت تکلیف میں ہے نوریہ نے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو اسے ایک درخت کے نیچے ایک عورت دکھائی دی اس نے سفید رنگ کا لباس پہن رکھا تھا وہ اپنا منہ دوسری طرف کیے سسکیاں لے رہی تھی نوریہ اٹھی اور اس کی طرف چلنے لگی اسے ڈر تو لگ رہا تھا لیکن اسے پورا یقین تھا کہ وہ اسے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی ہے کون ہیں آپ اور کیوں رو رہی ہیں نوریہ نے پوچھا تو وہ روتے روتے ایک دم چپ ہو گئی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس کا چہرہ اب بھی دوسری طرف تھا اچانک ہی وہ پلٹی تو اس کے چہرے کو دیکھتے ہی نوریہ کی ایک فلک شگاف چیخ وہاں گونج اٹھی اس عورت کا چہرہ کپڑوں کی مانند سفید تھا چہرے پر ناک اور ہونٹ نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی صرف دو جلتی ہوئی سرخ آنکھیں اس کے چہرے پر بہت خوفناک لگ رہی تھیں ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ وہ عورت قہقہہ لگاتی ہوئی نوریہ کی طرف بڑھی تو نوریہ نے وہاں سے دوڑ لگا دی اسے اپنے پیچھے بھی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں واضح سنائی دے رہی تھیں نوریہ سمندر کے کنارے آ کر رک گئی سلمان سلمان کہاں ہو

تم نوریہ نے چیخ کر کہا۔لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا وہ عورت قہقہہ لگاتی ہوئی نوریہ کی طرف بڑھ رہی تھی اس عورت نے جیسے ہی نوریہ کو ہاتھ لگایا تو اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ دور جا گری اور تڑپنے لگی نوریہ حیران و پریشان کھڑی اسے دیکھ رہی تھی وہ عورت چیختی ہوئی ایک طرف کو بھاگ کھڑی ہوئی اس کی چیخیں اتنی بھیانک تھیں کہ نوریہ کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئی اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیئے اور اس عورت کو بھاگتا ہوا دیکھتی رہ چند ہی لمحوں میں وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی اس نے سکھ کا سانس لیا اور وہاں ہی بیٹھ کر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

جل پری سمندر میں ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کا سر چکرانے لگا اس کی سانسیں تھمنے لگی تھیں اسے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا وہ تڑپنے لگی اور اپنے آپ کو بہت اذیت میں محسوس کرنے لگی اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ سرخ ہو رہی تھیں جیسے اس کی آنکھیں آگ میں جل رہی ہوں آخر کار وہ بے خود ہوکر ایک طرف کو تیرنے لگی اور سلمان کے پاس آ کر رک گئی اور اسے خونی نظروں سے دیکھنے لگی اسے اپنے جسم میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی اس کی یہ تکلیف آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی اس کا خوبصورت چہرہ سرخ ہو رہا تھا وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا چہرہ نوچنے لگی اس وقت اس کی حالت قابل رحم تھی سلمان کو اس کی حالت پر ترس آ رہا تھا لیکن وہ کسی بھی طرح اسے اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ منتر پڑھتا رہا جل پری کی حالت لحہ بہ لحہ بگڑتی جا رہی تھی وہ پوری طرح سلمان کے قابو میں تھی آخر کار تڑپتے تڑپتے جل پری بے ہوش ہوگئی۔صبح کے آثار نمایاں ہوئے تو نریہ بے چینی سے سلمان کا انتظار کرنے لگی اس کے دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے

ایک اداسی سی اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی اچانک ہی اسے پانی میں ہلچل سی محسوس ہوئی تو اس نے اپنی نظریں پانی پر مرکوز کر دین سلمان کو سمندر میں سے نکلتا ہوا دیکھ کر اس کے اداس چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ دوڑ کر سلمان کے پاس گئی۔سلمان کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

نوریہ میں اپنے چلے میں کامیاب ہوگیا ہوں

یا اللہ تیرا شکر ہے نوریہ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نوریہ اب قالوس میرا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس ایسی طاقت آگئی ہے جو کسی بھی جن بھوت چڑیل یا جادوگر کے پاس نہیں ہے یہ چلہ بہت ہی مشکل تھا لیکن میں کامیاب ہوگیا۔سلمان خوشی سے بولتا جا رہا تھا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے سلمان ذرا تم مجھے اس چلے کی طاقت تو دکھاؤ نوریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ابھی دکھاتا ہوں۔یہ کہ کر سلمان نے منتر پڑھ کر سامنے پھونک ماری تو وہاں جل پری آگئی نوریہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

سلمان اللہ تعالیٰ نے یہ کیسی کیسی مخلوقات اس دنیا میں پیدا کی ہیں وہی ان سب کو پالنے والا ہے نوریہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

نوریہ جل پری ہمیں لمحوں میں ہی اس جگہ تک پہنچادے گی میں اسے جو کہتا جاؤں گا یہ کرتی جائے گی سلمان نے جل پری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تو پھر اسے کہو ناں کہ یہ ہمیں اس جگہ تک پہنچادے جہاں تمہاری طاقتیں قید ہیں یہ نہ ہو کہ قالوس تمہاری طاقتوں کو کہیں اور منتقل کردے۔نوریہ نے پریشانی سے کہا۔

ہاں نوریہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن اگر قالوس نے میری طاقتوں کو کہیں اور منتقل کر بھی دیا تو یہ پھر بھی ہمیں ایک لمحے میں ہی جہاں میری طاقتیں ہوں گی

وہاں پہنچادے گی کونکہ یہ اپنے اندر قالوس سے بھی زیادہ طاقتیں رکھتی ہے سلمان نے مسکراتے ہوئے کہاتو نوریہ خوش ہوگئی۔

تو پھر چلیں۔ جل پری نے ادب سے کہا۔

ہاں ہاں تم جلدی سے ہمیں وہاں پہنچادو سلمان نے پرجوش ہوکر کہا۔

آپ دونوں اپنی آنکھیں بند کرلیں جل پری نے کہاتو سلمان اور نوریہ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو انہیں ایک جھٹکالگا۔

اب اپنی آنکھیں کھول دو جل پری کی آواز سن کر دونوں نے آنکھیں کھول دیں۔ نوریہ اس جگہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

جل پری تم جاؤ اور قالوس کو مار کر اس کا سر میرے پاس لے آؤ سلمان نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

جیسے آپ کا حکم آقا میں ابھی اس کا سر لے کر آتی ہوں لیکن آپ کو میری ایک شرط ماننا ہوگی۔

کیسی شرط۔ سلمان نے حیرانگی سے پوچھا۔

تمہیں مجھے آزاد کرنا ہوگا۔ کیونکہ میں پانی کے بغیر ادھوری ہوں مجھے پانی کے بغیر تکلیف محسوس ہوتی ہے اگر میں زیادہ دن تک پانی سے باہر رہی تو میں مرجاؤں گی میں صرف پانی میں ہی زندہ رہ سکتی ہوں۔ جل پری نے روہانسی لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے میں تمہیں آزاد کردوں گا سلمان نے کہاتو جل پری بہت خوش ہوئی اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ بولی۔

آقا آپ بہت اچھے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔ اس کے غائب ہونے کے بعد سلمان اور نوریہ غار کی طرف چلنے لگے غار کے پاس پہنچے تو غار سے باہر خون کی ایک لکیر لگی ہوئی تھی نوریہ تم جلدی سے غار میں داخل ہوجاؤ تا کہ قالوس کا حصار ٹوٹ جائے ۔اور میں غار میں داخل ہوسکوں۔ سلمان نے نوریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو نوریہ غار میں داخل ہوگئی۔ اس کے غار میں داخل ہوتے ہی خون کی لکیر خود بخود غائب ہوگئی سلمان بھی غار میں داخل ہوگیا نوریہ حیران سی ہوکر غار کو دیکھ رہی تھی زندگی میں پہلی بار اس نے ایسی جگہ کو دیکھا تھا۔ تہہ خانے تک پہنچ گئے تہہ خانے کے باہر بھی خونی لکیر لگی ہوئی تھی لیکن نوریہ کے اندر داخل ہوتے ہی وہ لکیر بھی غائب ہوگئی تو سلمان بھی تہہ خانے میں داخل ہوگیا کافی دیر چلنے کے بعد وہ تہہ خانے میں پہنچ گئے سامنے ہی میز پر کھوپڑی پڑی ہوئی تھی جس میں سلمان کی طاقتیں تھیں نوریہ نے ہاتھ آگے بڑھایا اس کے ہاتھ لگاتے ہی اس کھوپڑی سے نیلے رنگ کی روشنی نکلی۔ اور سلمان کے اندر سماگئی سلمان اپنے اندر زیادہ طاقت محسوس کررہا تھا اس کی کھوئی ہوئی طاقتیں اسے پھر سے مل گئی تھیں اچانک ہی ان کے سامنے جل پری آگئی اس کے ہاتھ میں قالوس کا سر تھا اس کی آنکھوں کی جگہ دو گڑھے تھے جن سے خون بہہ رہا تھا اور چہرہ جگہ جگہ سے نوچا ہوا تھا جل پری نے اس کا بہت ہی برا حال کیا تھا۔

جل پری قالوس کے سر کو آگ لگادو سلمان نے نفرت سے کہا۔

ٹھیک ہے آقا جل پری نے کہا اور قالوس کے سر کو میز پر رکھا اور اسپر اپنی نظریں جمالیں اس کی آنکھوں سے آگ کا شعلہ نکلا اور قالوس کے سر کو جلا کر راکھ بنادیا۔

جل پری اب تم مجھے بس اتنا بتادو کہ میری راوش کہاں ہے۔ سلمان نے بے تابی سے کہا۔

آقا اس تہہ خانے کے نیچے ایک اور تہہ خانہ ہے راوش اس تہہ خانے میں قید ہے جل پری نے کہا۔

لیکن مجھے تو یہاں کسی اور تہہ خانے کا دروازہ دکھائی نہیں دیا ہے۔ سلمان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

آقا ابھی دکھاتی ہوں اتنا کہہ کر جل پری نے

کچھ پڑھ کر دیوار پر پھونک ماری تو وہاں ایک دروازہ ظاہر ہو گیا۔

جل پری میں تمہیں آزاد کرتا ہوں تم جہاں چاہو جا سکتی ہو سلمان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا دی اور ایک دم ہی ان دونوں کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ سلمان جلدی سے دروازے کی طرف لپکا نویرہ بھی اس کے پیچھے تہہ خانہ میں داخل ہو گئی تہہ خانے میں ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی رسیوں سے جکڑی ہوئی تھی وہ بہت ہی حسین تھی اس کی جھیل جیسی گہری آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں سفید رنگ اور سنہری بالوں میں وہ کسی پرستان کی پری لگ رہی تھی۔

سلمان تم آ گئے ۔ دیکھو اس شیطان نے مجھے کتنی اذیت دی ہے مجھے جلدی سے ان رسیوں سے آزاد کرو میرا جسم آہستہ آہستہ جل رہا ہے راوش نے روتے ہوئے کہا۔

راوش رومت میں آ گیا ہوں اب تم کو کچھ نہیں ہونے دوں گا میں تم کو ابھی آزاد کرتا ہوں یہ کہہ کر سلمان نے منہ میں کچھ پڑھا اور اس کی طرف پھونک ماردی تو وہ ساری رسیاں غائب ہو گئیں اور راوش دوڑ کر سلمان کے گلے لگ گئی۔

سلمان مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے میں لمحہ لمحہ تمہارے لیے تڑپی ہوں راوش نے روتے ہوئے کہا نویرہ آہستہ سے پیچھے مڑی اور تہہ خانے سے نکلتی گئی کسی کو پتہ ہی نہ چلا۔

راوش میں بھی تمہارے لیے بہت تڑپا ہوں تمہاری یاد مجھے ہر لمحہ تڑپاتی رہی ہے پل پل تمہاری یاد میں مرتا رہا ہوں اب میں تمہیں کبھی بھی اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گا سلمان نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

سلمان مجھے لے چلو یہاں سے۔ راوش نے کہا

ارے نویرہ کہاں چلی گئی۔ سلمان نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

کون نویرہ۔ راوش نے حیران ہو کر کہا۔

نویرہ ایک انسان ہے اور آج میں اس کی وجہ سے یہاں پر ہوں اس کی وجہ سے ہی مجھے میری طاقتیں واپس ملی ہیں سلمان نے کہا اور راوش کا ہاتھ پکڑ کر تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ نویرہ اسے ایک جگہ بیٹھی ہوئی دکھائی دی۔

نویرہ۔ نویرہ۔ سلمان نے اسے پکارا۔

اچھا وہ نویرہ ہے راوش نے اسے غور سے دیکھا اور دونوں ہی اس کی طرف بڑھے اور جاتے ہی سلمان نے نویرا کا چہرہ اوپر کیا تو وہ رو رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ارے تم رو رہی ہو۔ وہ کچھ نہ بولی چپ رہی میں جانتا ہوں کہ تم کیوں رو رہی ہو میں تمہارے دل کا حال جان چکا ہوں تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو ناں مجھے اپنانا چاہتی ہو لیکن یہ سب ناممکن ہے۔ سلمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

سلمان میں جانتی ہوں کہ میرا تعلق انسانوں سے ہے اور تم ایک جن ہو اس لیے ہمارا ملاپ ناممکن ہے اور سب سے بڑھ کر تمہارے دل میں صرف راوش کے لیے محبت ہے سلمان پلیز تم مجھے میری دنیا میں واپس بھیج دو ۔ نویرہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

نویرہ تم مجھے بہت جلد بھول جاؤ گی تمہیں مجھ سے بھی زیادہ چاہنے والا مل جائے گا وہ تمہیں بہت ہی محبت دے گا تمہیں بہت خوش رکھے گا جو احسان تم نے مجھ پر کیا ہے وہ میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔

سلمان میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے اور نہ ہی کبھی ایسا کہنا بس جو کچھ میں نے کیا ہے مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا میں بہت خوش ہوں کہ تمہیں تمہاری راوش تمہارا پیار مل گیا ہے ۔ بس مجھے میری دنیا میں بھیج دو۔

ٹھیک ہے تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ سلمان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں یہ لو کرلیں۔۔۔۔۔نویرہ نے اپنی دونوں آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

پھر کچھ ہی لمحوں میں اس کو ایک جھٹکا سا لگا اس کو یوں لگا کہ تیز ہواؤں میں وہ اڑ رہی ہو بہت سکون محسوس کر رہی تھی وہ اس کے بال ہواؤں میں لہراتے چلے جارہے تھے ۔لیکن جلد ہی یہ منظر مٹ گیا نہ ہوا رہی نہ کچھ اور اس نے جب آنکھیں کھولیں تو وہ اپنی دوست رباب کے گھر کے سامنے کھڑی تھی اس نے دروازے پر دستک دی رباب نے دروازہ کھولا اپنے سامنے نویرہ کو پا کر وہ خوشی سے جیسے جھوم سی گئی۔ وہ اس سے چمٹ گئی۔

نویرہ تم کہاں چلی گئی تھی۔

رباب مجھے وہی دھواں اٹھا کر لے گیا تھا جو میں ہر روز اپنے کمرے میں دیکھا کرتی تھی۔ بس وہ آیا اور مجھے اٹھا کر لے گیا۔

اچھا اچھا تم پہلے اندر چلو۔ اندر بیٹھ کر تفصیل سے بات کرتے ہیں رباب نے کہا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔ رباب کے امی ابو بھی نویرہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے نویرہ نے اپنی داستان ان سب کو سنا دی۔ کچھ دن بعد رباب کے ماموں اپنے بیٹے کے لیے رباب کے رشتے کے سلسلے میں آگئے جب انہوں نے نویرہ کو دیکھا تو اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے نویرہ کو مانگ لیا۔ اور کسی نے بھی اس رشتے پر اعتراض نہ کیا سب کی خوشی اور رضامندی پر دونوں رشتوں کے لیے ہاں کردی گئی۔ چھ ماہ بعد دونوں سہیلیاں ایک ہی گھر میں بیاہ کر چلی گئیں۔

سلمان نے جو کہا تھا وہی ہوا تھا شہریار نے نویرہ کو اتنی محبت دی کہ وہ کچھ ہی دنوں میں سلمان کو بھول گئی نویرہ خود کو خوش قسمت تصور کر رہی تھی کیونکہ اسے اک محبت کرنے والا شوہر جو مل گیا تھا۔ شروع دنوں میں اسے سلمان آیا کرتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا چہرہ دور پہاڑوں کے پیچھے اوجھل ہوتا چلا گیا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

یاد تو آتی ہوگی دل دکھاتی ہوگی
چھوڑ کے جانے والی آنسو بہاتی ہوگی
میری چاہتوں کو ٹھکرا کے نہ ملے گا تجھے پیار کہیں
میرے دل کو تڑپا کے نہ آئے گا تجھے قرار کہیں
اپنے فیصلوں پر اب وہ پچھتائی تو ہوگی
دل میرا لے کے پھر تو نے اس توڑ دیا
لا کے مجھے اندھیری راہوں میں پھر تنہا تو نے چھوڑ دیا
اب اٹھ اٹھ کر راتوں کو میری تصویریں سینے سے لگاتی ہوگی
چھوڑ کے مجھے جانے والی اب آنسو بہاتی ہوگی
بھرم میری وفاؤں کا وہ پل بھر میں توڑ گئی
کر کے ساتھ وعدے جینے مرنے کے وہ منہ مجھ سے موڑ گئی
اب بھی وہ شاعری میری تنہائی میں گنگناتی تو ہوگی
چھوڑ کے مجھے جانے والی اب آنسو بہاتی ہوگی
ٹھکرا کے پیار میرا اب ساری زندگی وہ پچھتائے گی
کر کے اب یاد وہ پیار میرا ساری زندگی آنسو بہائے گی
جب یاد آتے ہونگے گزرے زمانے آنکھوں سے نیند اڑ ہوگی
چھوڑ کے مجھے جانے والی اب آنسو بہاتی ہوگی
توڑ کے دل میرا اب میرے جیسا اسے کوئی دلبر نہ ملے گا
ڈھونڈے گی تو بہت وہ مگر اب اسے کبھی ساغر نہ ملے گا
اب بھی میری راہوں میں وہ پلکوں کو بچھاتی ہوگی
چھوڑ کے مجھے جانے والی اب آنسو بہاتی ہوگی

ایم عرفان ۔ جہلم

باطل کی پرستار

۔۔۔تحریر: محمد قاسم۔ ہری پور۔0344.6472210

ہاں سنو اور نہایت عمل سے جب نازی کھوگئی تو وہ ایک جادوگر کے ہاتھ لگ گئی تھی مرنے سے قبل اس جادوگر نے اپنی تمام شکتیاں نازی کو دے دی اس کا نیا نام سونالی تجویز کیا گیا سونالی بھی اپنی ماضی جاننے میں کوشاں ہے محسوس ہوئے ایسا کیسے ہوسکتا ہے اسے اپنی قوت اس کے لیے وہ بہت سے انسانوں کو قربان کر رہی ہے اس کا آخری ہدف تم ہو کیونکہ تم چاند کی چودھویں کو پیدا ہوئے ہو میں نے تین سالوں میں معلومات حاصل کیں کیا کیا الفاظ تھے یا ایٹم بم اس کو زمین و آسمان ہلتے ہو سماعت پر یقین نہ آرہا تھا اس کی زندگی کا مقصد باطل کے پرستاروں کو ختم کرنا تھا اور اب وہ کیا کرے گا کیونکہ اس کی بہن ہی باطل کی پرستار تھی کیا وہ اس کو ختم کر پائے گا اگر نہیں کرے گا تو اس زمین میں اس سے بزدل ہاں سنو اور نہایت عمل سے جب نازی کھوگئی تو وہ ایک جادوگر کے ہاتھ لگ گئی تھی مرنے سے قبل اس جادوگر نے اپنی تمام شکتیاں نازی کو دے دی اس کا نیا نام سونالی تجویز کیا گیا سونالی بھی اپنی ماضی جاننے میں کوشاں ہے محسوس ہوئے ایسا کیسے ہوسکتا ہے اسے اپنی قوت اس کے لیے وہ بہت سے انسانوں کو قربان کر رہی ہے اس کا آخری ہدف تم ہو کیونکہ تم چاند کی چودھویں کو پیدا ہوئے ہو میں نے تین سالوں میں معلومات حاصل کیں کیا کیا الفاظ تھے یا ایٹم بم اس کو زمین و آسمان ہلتے ہو سماعت پر یقین نہ آرہا تھا اس کی زندگی کا مقصد باطل کے پرستاروں کو ختم کرنا تھا اور اب وہ کیا کرے گا کیونکہ اس کی بہن ہی باطل کی پرستار تھی کیا وہ اس کو ختم کر پائے گا اگر نہیں کرے گا تو اس زمین میں اس سے بزدل اور ظالم آدمی کوئی بھی نہ ہوگا۔ اس ماضی یاد آنے لگا جب اس نے خود سے اور استاد محترم سے ایک وعدہ کیا تھا۔ میں حق کا پرستار ہوں اور ہر حال میں شیطانوں کو شکست دوں گا چاہے وہ میرے اپنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اب باطل کا خاتمہ اس کی زندگی کا مقصد بن چکا تھا۔ وہ کالے پہاڑوں کے پاس پہنچ چکا تھا اس کو غار دیکھا دی گئی تھی۔ وہ اندر داخل ہوا تو اندر نایاب یا سونالی بیٹھی ہوئی تھی غار میں ایک طرف انسانی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا تاہم۔ سونالی کا چہرہ ویسا ہی تھا ایک طرف کالی کا بت نصب تھا وقار تم یہاں۔ سونالی بولی۔ ہاں میں تمہیں حیرت کیوں ہو رہی ہے تم اپنا ماضی جاننا چاہتی ہو۔ ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ اس لیے کہ میں جان گیا ہوں اور وقار نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ کیا تم میرے بھائی ہو وہ اس کے قریب ہوئی۔ پیچھے ہٹ جاؤ تم میری بہن نہیں ہو کیونکہ تم نے لاتعداد معصوم انسانوں کا خون پیا ہے اور میں تم کو مارنے کے لیے آیا ہوں یہاں۔ ٹھیک ہے تم یہ ہی چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں تو مر جاؤں گی۔ اور سونالی نے چھری اٹھا کر اپنی نبض کاٹ لی اور نیچے گر کر تڑپنے لگی۔ وقار میرے بھائی گڈ بائی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی اور پھر اس کی روح نے اس کے جسم کو چھوڑ دیا اور وقار بے ساختہ رونے لگا۔۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

وقار ۔۔وقار۔ وقار کی والدہ مسز عظمت مسلسل اس کو پکار رہی تھی جبکہ وقار حسب معمول لمبی تان کر سویا ہوا تھا اس کی والدہ اس پر بہت حیران ہوئی تھیں کہ کیسے پانچ وقت کی نماز پڑھنے والا اتنی لمبی



تان کر سو جاتا ہے فجر کی نماز پڑھ کر۔
بیٹا اٹھ جاؤ گیارہ بج گئے ہیں۔
کیوں تنگ کر رہی ہیں ماما۔ وقار حسب معمول ناگواری سے بولا۔ سونے دیں نہ مجھے مسز عظمت نے آگے بڑھ کر اس سے کمبل چھین لیا اور ایک بار پھر اس کو اٹھانے میں کوشاں ہو گئیں اور وقار حسب معمول آنکھیں مسلتا ہوا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

عظمت بیگ اور مسز عظمت کی لو میرج ہوئی تھی ان ک دو اولادیں تھیں تاہم عظمت صاحب پہلے سے شادی شدہ بھی تھے انکی بیوی وفات پا چکی تھیں اس لیے انہوں نے مسز عظمت سے دوسری شادی کر لی ان کے بڑے بیٹے کا نام وقار اور بیٹی کا نام نادیہ تھا جسے پیار سے سب ہی نازی کہتے تھے۔ ان کی زندگی مکمل تھی وہ سب ہی خوشگوار اور مثالی زندگی گزار رہے تھے عظمت صاحب کا بزنس کئی ممالک میں پھیلا ہوا تھا جسے صرف عظمت صاحب ہی سنبھال رہے تھے مال و جائیداد عظمت صاحب کو ورثے میں ملی تھی شادی سے پہلے مسز عظمت ایک برہمن ہندو تھی لیکن بعد میں اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ مسلمان ہو گئی ان کے والد بچپن میں ہی مر گئے تھے وہ اپنے دو بھانجوں کے ساتھ تھیں پھر ان کی ملاقات عظمت صاحب سے ہوئی اور وہ اسلام قبول کر کے ان کے نکاح میں آ گئی جس پر ان کے دونوں بھانجوں نے انکی شدید مخالفت کی تھی۔

وہ ۲۳ جون کا ایک گرم دن تھا جب عظمت بیگ صاحب ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے مسز عظمت کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا پھر بھی انہوں نے حوصلہ نہ ہارا اور عظمت صاحب کے بزنس کو سنبھال کر اپنے بچوں کی تربیت میں مشغول ہو گئیں لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اس وقت نازی تین برس کی اور وقار پانچ برس کا تھا عید الفطر آنے میں ایک دن باقی تھا یہ پہلی عید تھی جو مسز عظمت بیوہ ہونے کے بعد گزارنے والی تھیں وہ سب ہی شاپنگ کے لیے گئے نازی پانی پینے کے لیے مارکیٹ سے باہر آئی اور راستہ بھول کر اپنی فیملی سے بچھڑ گئی مسز عظمت اور وقار نے ملکر اس کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکی۔

آبادی سے دور وہ ایک سرسبز پہاڑ تھا جس میں ایک غار بنی ہوئی تھی غار میں سے اس وقت روشن آ رہی تھی یہ روشنی اس آگ کی تھی جو اس وقت غار میں سونالی نے لگا رکھی تھی اور ایک انسان کو ایک منتر یاد کروا رہی تھی۔
اجیت تو کالا جادو سیکھ کر کیا کرے گا سونالی نے پوچھا۔
مجھ سے زیادہ کالے جادو کی ماہر تو ہے تو کیا کرے گی اجیت نے جواب دینے کے بجائے اس سے سوال داغا۔
میں تو شیطان آقا کی داسی ہوں۔ میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اپنا ماضی جاننا میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ میری ماں کون ہے کیا ہے باپ کا کیا نام ہے پرنتو اگر شیطان آقا نے مجھے یہ بات فراموش کرنے کی آگیا دی تو مین ان کی اس آگیا کا پالن کروں کیونکہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے خود کو شیطان کی داسی ہی پایا ہے میں شیطان دیوتا کی داسی ہوں اور میں اس کی سیوا کرتی رہوں گی۔
ہاں تیری وفاداری دیکھ کر ہی شیطان دیوتا تمہیں نئی نئی شکتیاں دیتا ہے کل ہی اس نے تمہیں ہوا میں اڑنے کی شکتی سے نواز دیا ہے۔
ہاں اجیت یہ تو میرے آقا کی کرپا ہے وہ مجھ پر بہت وشواس کرتے ہیں۔
لگتا ہے تم کو امر ہونے کا طریقہ بھی ایک روز

بتادیں گے۔
ہاں اجیت اگر میں امر ہوگئی تو دنیا میں ہر طرف میرے شیطان آقا کا ہی چرچا ہوگا اور میں اس دنیا میں حکومت کروں گی۔
اور اس طرح تو اپنا ماضی بھی جان پائے گی۔
ہاں اجیت میں اپنا ماضی بھی جان لوں گی خیر چھوڑو تم جاؤ اب کافی رات ہوگئی ہے سونالی نے کہا اور اجیت نکل پڑا۔

ڈیفنس میں دو محل نما کوٹھیاں بالکل آمنے سامنے تھیں۔ایک عظمت بیگ صاحب کی اور دوسری رام گوپال کی۔رام گوپال نیا نیا پاکستان آباد ہوا تھا اسکی پتنی کا دو برس پہلے دیہانت ہوگیا اس کی چار اولادیں تھیں ایک بہن تھی جس کی اب تک شادی نہ ہوسکی تھی کیونکہ وہ ایک ذہنی مریضہ تھی اور اس کو پاگل خانے میں ایڈمٹ کروایا تھا۔رام گوپال کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ارجن گوپال تھا جو کہ ایک کامیاب ہارٹ سرجن تھا اس کے علاوہ اسکا اپنا ذاتی ہسپتال تھا اس کی پتنی کا نام رادھا تھا رام گوپال کا چھوٹا بیٹا راج گوپال کالج میں بی ایس سی کر رہا تھا۔ دونوں بھائیوں سے چھوٹی پریتی گوپال تھی جو کہ سیکنڈ ائیر میں پڑھتی تھی سب سے چھوٹا پردیپ تھا جو کہ بہت ہی شرارتی تھا عظمت بیگ کا ایک ہی بیٹا تھا کامران دونوں خاندانوں میں مذاہب کا فرق ہونے کے باوجود گہری دوستی تھی کامران اور راج بیسٹ فرینڈ تھے۔
آج صبح سے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی موسم بہت خوشگوار تھا جب کامران نے راج کے گھر کی دوڑ بیل بجائی تو پریتی نے دروازہ کھولا تھا۔کچھ لمحات ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے گزر گئے۔
آپ کا تعارف پریتی نے بولنے میں ابتدا کی
جی میرا نام کامران ہے اور میں ساتھ والے بنگلے میں رہتا ہوں کامران نے بتایا تھا۔
اچھا جی تو میں کیا کروں۔پریتی کو ایک دم غصہ آگیا۔
دراصل میں۔۔۔کامران بول نہ سکا۔
کیوں۔آپ کیوں تشریف لائے ہیں بتانا پسند کریں گے۔پریتی نے سوال کیا۔
میں راج سے ملنے آیا ہوں۔کامران بولا۔
وہ کیوں۔پریتی نے غصے سے پوچھا۔
اس لیے کہ۔۔کامران نے اتنا ہی کہا تھا کہ راج ٹپک پڑا۔
اوئے کامران کیا ہوا کیا کر رہا ہے تو ادھر۔۔ راج نے پوچھا۔
میں تم سے ملنے آیا تھا۔کامران بولا۔
تو باہر کیوں کھڑا ہے اندر آجا۔۔راج نے کہا اور اسے اندر لے آیا۔پریتی حیرت سے دونوں کو دیکھتی رہ گئی۔

غار میں سے اونچا اونچا اشلوک پڑھنے کی آوازیں آرہی تھیں کالی کا دیو قامت بت کے سامنے دو معصوم بچوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کا خون کچھ دیر پہلے سونالی پی چکی تھی اور اب اشلوک پڑھنے میں مصروف تھی۔اچانک غار میں گھپ اندھیرا چھا گیا بجلیاں چمکنے لگیں اور ساتھ ہی کالی کے بت کی آنکھوں میں ایک چمک آگئی اور سونامی کا چہرہ چمک اٹھا کہ اس کی محنت رنگ لائی ہے۔بت کے منہ سے آئی۔
اے داسی ہم تیری سیوا سے بہت خوش ہیں مانگ ہم سے کیا مانگتی ہے۔
اے اس دنیا کے دیوتا سونالی کفر بکتے ہوئے بولی۔سمندر کائنات اور ہر شے کے مالک اے میرے کالے اور شیطان آقا میں اپنا ماضی جاننا چاہتی ہوں مجھے وشواس ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی اوپائے

ضرور نکالیں گے۔

اے چھوری اس کے لیے تم کو بہت تپسیا کرنی پڑے گی لگتا ہے تمہیں ٹھیک لالن پالن نہیں مل پائے پرنتو تو نے ہماری بہت سیوا کی ہے اسیکارن ہم تجھے اس کا اوپائے بتاتے ہیں تجھے چالیس نوجوانوں کی بلی دینی پڑے گی خیال رکھنا کہ آخری نوجوان چاند کی چودہ تاریخ کو بارہ بجے پیدا ہوا ہو یہ نوجوان روحانی طاقتوں کا مالک ہے اور تمہارا اس سے مقابلہ بہت سخت ہوگا اور اب ہم جا رہے ہیں۔

پریتی پریتی۔ تم یہاں ہوا اور میں پورے کالج میں تم کو ڈھونڈ رہی ہوں پریتی کی سہیلی چمپا بولی۔

کیا ہے چمپا۔ پریتی جو کامران کے خیالات میں کھوئی ہوئی تھی ناگواری سے بولی۔

پریتی ہم پکنک پر جا رہے ہیں اچانک بلوان ٹپک پڑا۔

افوہ۔ اتنی خوشی کی خبر اس بلوا نکے بچے نے ہی سنائی تھی پریتی کو غصہ آ گیا۔

اگر تم یہ چاہتی ہو کہ یہ خوشی کی خبر میں تم کو سناؤں تو میں تم کو دوبارہ سنا دوں گا راہول بھی ٹپک پڑا۔

بس کرو یار چمپا غصے سے بولی میں تم سب کا خون پی جاؤں گی۔ اگر دوبارہ بولے تو پھر ایسا ہی ہوگا بالکل ریاض احمد کے پراسرار آدمی کی طرح چمپا پراسرار لہجے میں بولی تو سب ہی ہنس پڑے۔

ان چار لوگوں پر مشتمل یہ گروپ کالج میں بہت مشہور تھا راہول اور بلوان دونوں ہی پریتی سے پیار کرتے تھے جبکہ چمپا راہول کے لیے پیار کے جذبات رکھتی تھی جس سے راہول واقف تھا اور چمپا بھی راہول اور پریتی اچھے دوست تھے۔

یار ہمارا کالج پکنک میں کس جگہ جائے گا۔

کوہ قاف میں چمپا حسب معمول شریر لہجے میں بولی اور سب ہنس پڑے۔

غار میں شیطانی قہقہے گونج رہے تھے اجیت میں بہت خوش ہوں میں دس نوجوانوں کی بلی شیطان دیوتا کو دے چکی ہوں اور یہ بھی پتہ لگا چکی ہوں کہ وہ نوجوانکونہے جو چاند کی چودھویں کو بارہ بجے پیدا ہوا ہو جو کہ ہمارا آخری شکار ہوگا میں اپنا ماضی جان لوں گی سونالی نے خوشی سے کہا۔

کیا واقعی اگر تو اتنی خوش ہے تو میری ایک اچھیا پوری کر دے گی۔ کچھ دنوں سے انسانی خون اور گوشت کے مزے نہ لے سکا۔ مجھے انسانی خون پلا دے۔ اجیت لالچی لہجے میں بولا۔

اچھا جلدی کرنا سونالی بولی۔ اور ایک نہایت معصوم بچہ انکے سامنے کھڑا رو رہا تھا۔ اجیت صبر نہ کر سکا اور اپنے نوکیلے دانت اس بچے کی نازک گردنمیں پیوست کر دیئے اور بچے کی چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھوڑی دیر بعد وہاں پر ایک ڈھانچہ پڑا ہوا تھا اور اجیت کے قہقہے دور دور تک سنائی دے رہے تھے۔

میں تم سے پریم کرنے لگی ہوں پریتی نے اپنا حال دل سنانے میں ہرگز گریز نہ کیا۔

کیا کامران حیرت میں ڈوبی آواز میں بولا۔ وہ دونوں ایک ریسٹورانٹ میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

اور تم۔ پریتی نے گہری نظروں سے اسے دیکھا میں بھی تم سے بہت ہی زیادہ پیار کرتا ہوں۔ اور تم کو کھونا نہیں چاہتا ہوں ہمارا مذہب ایک نہیں کیا تم میرے لیے مسلمان ہو سکتی ہو۔

میں تمہارے لیے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں میں ابھی اور اسی وقت مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔

پریتی ایک گونجدار آواز نے پریتی کو پلٹنے پر مجبور کر دیا پریتی اور کامران کے رونگٹے کھڑے ہو گئے

کیونکہ سامنے والا کوئی اور نہیں رام گوپال تھا۔

راہول کیسے ہو چمپا نے پوچھا۔

پریتی نظر نہیں آ رہی۔ راہول نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا تھا۔

پریتی اب بھگوان کو پیاری ہو گئی ہے الفاظ تھے یا بم بلاسٹ راہول کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔

کیا بک رہی ہو۔ راہول نیم بے ہوشی کے حالت میں بولا۔

ہاں راہول میں نے اس کی ارتھی بھی دیکھ لی ہے حقیقت ہے کہ وہ اس سنسار میں نہیں ہے اب۔

کیا۔ پریتی مر گئی۔

ہاں پریتی مر گئی۔

میں بھی مر جاؤں گا۔

نہیں۔ راہول کی حالت بہت ابتر تھی اور پریتی کی موت کا صدمہ اسے پاگل کر چکا تھا چمپا سے راہول کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور اس کا ہاتھ اپنے دلکی طرف اٹھتا چلا گیا۔

پریتی کی موت نے تین انسانوں کو برباد کر دیا تھا ایک کامران جو کہ خودکشی کر کے اپنے حالق حقیقی سے جا ملا تھا دوسرا راہول جو پاگل خانے میں تھا اور تیسری چمپا جس کی ارتھی جل رہی تھی۔

پریتی نے جیسے ہی اپنے والد کو دیکھا تو کانپ کر رہ گئے کیونکہ وہ بہت ہی غصہ میں تھے تجھ کو اپنی بیٹی کہتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے بھگوان کرے نرک میں جاؤ اتنا کہتے ہی وہ پریتی پر اپنی گن خالی کر چکے تھے۔ اور ساتھ ہی کامران نے خودکشی کر لی اسکی روح بھٹکنے لگی جس کو آکاش نے اپنے قبضے میں کر لیا بعد میں عظمت صاحب نے دوسری شادی کرنے کے بعد وہ جگہ چھوڑ دی۔

ہیلو ایک لڑکی نے وقار کو پکارا تھا۔

جی فرمایئے۔ وقار سنجیدگی سے بولا۔

میں آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں

فرمایئے۔ وقار بدستور نرم آواز میں بولا۔

یہاں نہیں کہیں اور بیٹھ کر۔ لڑکی بولی تھی۔

تقریبا دس منٹ بعد وہ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

کیا آپ کچھ بتانا پسند کریں گی محترمہ وقار بولا۔

میرا نام نایاب ہے میں آپ سے بہت پیار کرنے لگی ہوں۔

کیا کیا آپ کیا کہہ رہی ہو۔ وقار پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

ہاں میں سچ کہتی ہوں۔ نایاب بولی اور اٹھ کر چلی گئی۔

اکاش جادوگر شیطان کا خاص الخاص خدمت گار تھا اس نے بے شمار انسانوں کی بھینٹ دی تھی وہ ایک انسان نما بھیڑیا تھا اس کے پاس بہت سی شکتیاں تھیں لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ قریب المرگ ہے چنانچہ اس کو کسی ایسے انسان کی تلاش تھی جو اس کی شکتیوں کی حفاظت کر سکے ان ہی دنوں اس کی ملاقات نازی سے ہوئی اور پھر وہ اسے اپنی قیام گاہ لے گیا۔ اس کا نیا نام سونالی رکھا گیا بعد میں آکاش کا دیہانت ہو گیا اور اس کی تمام شکتیاں سونالی کو مل گئی ان ہی دنوں سونالی کی ملاقات اجیت سے ہوئی اور وہ اس کو کالا جادو سکھانے لگی ایک رات سونالی کو خون کی بہت طلب محسوس ہوئی اس کے پاس اجیت کے علاوہ کوئی نہیں تھا چنانچہ وہ اجیت کا ہی خون پی گئی۔ بعد میں اس نے اپنا ماضی جاننے کے لیے ایک چلے کا آغاز کر لیا اور پھر آخری انسان جو چاند کی چودھویں کو پورے بارہ بجے پیدا ہوا ہو اس کو بھی ڈھونڈ کر اسے اپنے قابو میں کرنے کے لیے کوشاں ہو گئی تاہم وقار

بھی کچھ نورانی عملیات سیکھ چکا تھا اس نے اپنی بہن کی گمشدگی کے فورا بعد باطل کا خاتمہ اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا لیکن اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی بہن باطل کی پرستار بن چکی ہے شیطان آقا کی سیوا کرنے لگ گئی ہے اور آدم خور بن چکی ہے وہ صرف اور صرف یہ جان پایا تھا کہ اس کی بہن زندہ ہے وہ اپنی بہن کے متعلق اور بھی بہت کچھ جاننا چاہتا تھا اس کے لیے اس نے اپنے استاد محترم سے رابطہ کیا اور انہوں نے اس کو ایک تین دن کا عمل بتایا۔ وہ عمل انتہائی خطرناک تھا پہلے اس نے نہ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن جب بھی اپنی بہن کی یاد آتی تو اس کا دل بھر آتا بالاخر اس نے یہ چلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا لیکن وقار نے یہ بات مسز عظمت کو نہیں بتائی کیونکہ اپنی بیٹی کو کھودینے کے بعد وہ بہت وہمی ہوگئی تھیں اور کسی بھی قسم کا رسک لین کے لیے تیار نہ تھیں۔

تیس انسانوں کی بلی دے چکی ہوں اور اب صرف گیارہ انسانوں کی بھینٹ باقی ہے۔ ہاہاہا۔ سونالی کے قہقہے آسمان کو چھوگئے۔ اچانک غار میں سفید رنگ کا دھواں نمودار ہوا۔

بولو اے دکشٹ آتما کیوں آئی ہے سونالی نے کہا

اے شیطان کی کالی ملکہ۔ آپ کے لیے ایک بری خبر ہے۔

ہاں کہو۔ سونالی بولی۔

وہ دراصل وہ مسئلہ یہ ہے وقار ایک چلہ کرنا چاہتا ہے اور اپنی بہن کا پتہ چلانا چاہتا ہے اس واسطے میں نے آپ کو زخمت دی ہے۔

کیسی بہن سونالی نے حیرت سے پوچھا۔ وقار نے تو مجھے اس سے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔ یعنی سونالی یعنی نایاب اور وقار آپس میں بہت فری ہوگئے تھے۔ کالی ملکہ کہیں وہ چھورا آپ کی حقیقت جان تو نہیں گیا ہے۔

نہیں مجھے ایسا نہیں لگتا خیر میں آج ہی وقار سے ملتی ہوں اب تم جاسکتے ہو اور سفید دھواں غائب ہوگیا سونالی نے اسی وقت تالی بجائی۔ تو ایک نہایت مکروہ چہرے والی چڑیل ظاہر ہوئی اس کی صرف ایک آنکھ تھی ناک اور کانوں کا نام ونشان بھی نہ تھا پورے جسم پر سنہرے بال اگے ہوئے تھے یہ سونالی کی بہت ہی خاص طاقت تھی۔

میزار چڑیل فورا ایک انسان کا بندوبست کرو۔

جو حکم آپ کا تھوڑی ہی دیر بعد غار میں ایک نوجوان بے ہوش پڑا ہوا تھا جو کہ کوئی اور نہیں بلوان تھا وہ اسے اٹھالائی تھی۔

ٹھیک ہے میزار چڑیل اب تم جاسکتی ہو اور وہ غائب ہوگئی۔ سونالی نے جلدی سے بلوان کو کالی کے قدموں میں لٹایا اور اس کی گردن پر چھری پھیر دی بلوان کی چیخیں آسمان کو چھونے لگیں اور اس کا جسم تڑپنے لگا کچھ ہی دیر میں غار میں اندھیرا چھا گیا اتنا اندھیرا کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دے رہا تھا صرف کالی کی آنکھوں سے روشنی پھوٹ رہی تھی جس کی لو میں سونالی بولان کا گوشت کھا رہی تھی اور کچھ ہی دیر میں وہاں پر ایک ڈھانچے میں اضافہ ہوچکا تھا ایک نہایت ہی مکروہ آواز سنائی دی۔ ہم نے تیری بلی قبول کرلی ہے اے داسی بول کیا چاہتی ہے تو۔

گرو جی میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وقار کس سلسلہ میں چلہ کرنے والا ہے۔

یہ ہم نہیں بتاسکتے اور سب کچھ پہلے جیسا ہوگیا۔ اور سانالی اپنی پہلی ناکامی پر غصہ میں چیزیں توڑنے لگی۔

رات نے اپنی کالی چادر ہر طرف پھیلا دی تھی ہر طرف خوفناک سناٹا طاری تھا دسمبر کا مہینہ تھا لوگ اپنے گھروں میں لحافوں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ ایسے ماحول میں الو کی منحوس آواز

خاموشی کے اس گہرے سمندر مین کنکر ڈال دیتی تھی ایسے پراسرار ماحول میں وقار اپنے گھر سے باہر نکلا۔اس نے سردی سے بچنے کا مکمل انتظام کیا ہوا تھا مگر یہ سچ ہے کہ اللہ رب العزت کے حکم کے آگے ہماری تمام تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں وہ قبرستان کے گیٹ تک آ گیا گورکن گہری نیند میں تھا اس نے ایک قدم بڑھایا تھا کہ اچانک ایک الو کریہہ آواز میں چیخا تو بے ساختہ اس کی ٹانگیں کانپنے لگی اگر چہ وہ ایک بہادر انسان تھا لیکن یہ ایک ایسا مرحلہ تھا جس میں بڑوں بڑوں کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور ایک قدم آگے بڑھایا اب وہ قبرستان میں داخل ہو چکا تھا کہ اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی بادل گرجنے لگے اور دور دور سے کتے بھونکنے لگے جسے انہوں نے جنات کو دیکھ لیا ہو الو اپنی منحوس آوازوں میں چیخنے لگے اور پرسے وقار کا پورا وجود بھیگ چکا تھا ہر طرف کیچڑ بن چکا تھا اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو اسے دو کتے اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے وہ مکمل طور پر لرز اٹھا کوئی درخت بھی قریب نہ تھا اور پرسے ہر طرف کیچڑ بن چکا تھا کتے اس کے قریب آنے ہی والے تھے دونوں کتے ہی خونخوار لگتے تھے اسے اپنی موت صاف نظر آرہی تھی یہ تو وہ جانتا تھا کہ ہر کسی کو ایک روز مرنا ہی ہے اور اسے بھی اس دنیا سے رخصت ہونا ہے لیکن اتنی دردناک موت جس میں اتنی اذیت پوشیدہ ہے کا اس کو گمان نہیں تھا جب انسان مکمل طور پر بے اختیار ہو جاتا ہے کچھ نہیں کر سکتا بے بس ہو جاتا ہے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوتا ہے تب ہی اس کو اپنا خدا یاد آتا ہے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا اسے خدا یاد آ گیا اس نے آیت الکرسی پڑھ کر کتوں کی طرف پھونک ماری تو دونوں کتے غائب ہو گئے۔ بارش اب برف باری میں تبدیل ہو گئی تھی وہ گرتا پڑتا تڑپتا ہوا جیسے ہی گھر میں داخل ہوا۔تو اس کو کچھ تھکن محسوس ہوئی تھی وہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔

ماما۔ناشتے کی ٹیبل پر اس نے مسز عظمت کو پکارا

بولو وقار میں سن رہی ہوں مسز عظمت بولی۔

ماما کل رات کو بہت برف باری ہوئی کیا آپ نے دیکھا تھا۔وقار بولا۔

بیٹا تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔کل پوری رات جاگتی رہی برف تو کیا بارش کی ایک بوند بھی نہ بری تھی۔

کیا کیا اسے اپنی سماعت پر یقین نہ آیا رات کا واقعہ یاد آیا تو اس کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے اسے اپنی بہادری پر رشک ہونے لگا لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے دماغ اور دل کے درمیان ایک جنگ جاری تھی اس کے ساتھ شب میں جو حیرت انگیز خوفناک اور دہشت انگیز واقعات بیتے تھے کیا وہ خواب تھے لیکن نہیں اس نے رات کو خود سب محسوس کیا تھا سب سے اہم بات اس نے روم میں شب میں بھیگنے والا لباس بھی موجود تھا۔لیکن اس کی ماما کہہ رہی تھی کہ رات کو بارش بھی نہیں ہوئی۔

بیٹا کن خیالات میں گم ہو گئے۔مسز عظمت نے اس کو خیالات کی دنیا میں گم دیکھا تو چپ نہ رہ سکی۔

کہیں نہیں۔وہ چونکا تھا۔

ناشتہ کرو نا بیٹا تم نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کھایا مسز عظمت بولی۔

ماما مجھے بھوک نہیں ہے۔وہ بے دلی سے بولا۔

اور پھر گھر سے باہر نکل گیا۔

تم کس سلسلہ میں چلہ کرنا چاہتے تھے۔نایاب نے اس سے ملتے ہی پہلا سوال کیا۔

وہ دراصل میں ایک پری کو اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا وقار نے بہانہ گھڑا۔

او کے نایاب نے اطمینان کا سانس لیا وہ سمجھی تھی

کہ وقار اس کی حقیقت سے واقف ہو گیا ہے۔

کیا ہوا۔ وقار بولا۔

کچھ نہیں۔ نایاب بولی۔

جب سے ہم ملے ہیں نایاب تم نے اپنا ماضی نہیں بتایا یہ نہیں بتایا کہ تم پہلے کیا کرتی تھیں۔

کچھ نہیں۔ نایاب غیر دماغی سے بولی۔

تم کوئی چڑیل یا جادوگرنی تو نہیں۔ وقار نے مذاق کیا اور نایاب کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا تمہارا چہرہ تو ایسے ماند پڑ گیا جیسے تم سچ میں جادوگرنی ہو۔ وقار بدستور مذاق میں بولا تو دونوں ہنسنے لگے۔

ایک بات بتاؤں۔ وقار بولا۔

فرمایئے۔ نایاب بہت ادب سے بولی۔

تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے گال پہ یہ تل مجھے کس کی یاد دلاتا ہے۔

کس کی۔ نایاب نے پوچھا۔

میری بہن نازی کی۔ وقار نم لہجے میں بولا۔

کیا وہ مر گئی۔ نایاب افسردہ لہجے میں بولی۔

نہیں معلوم نہیں۔ وقار بولا۔

کیا مطلب نایاب نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا

کچھ نہیں وہ کھو گئی تھی اور پھر نہیں ملی۔

تم لوگ اخباروں میں اس کی تصویر دیتے شاید مل جاتی۔

تم کیا سمجھتی ہو کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہیں ہم نے بہت کوشش کی لیکن وہ نہ مل سکی۔ وقار نے افسردہ لہجے میں کہا۔

یار چھوڑو باہر چلتے ہیں۔ نایاب بولی۔

میرا موڈ نہیں ہے۔ وقار ناگواری سے بولا۔

لیکن میں جان چکی ہوں کہ تمہاری نظر میں میری کوئی اہمیت نہیں ہے اس لیے میں جا رہی ہوں۔ اور اس طرح ان کے دلوں میں نفرت نے پہلی انگڑائی لی۔

امام صاحب بہت ہی میٹھے اور پیارے انداز میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ ترجمہ بھی ہر کوئی ان کی میٹھی آواز کے سحر میں کھویا ہوا تھا وہ آخری آیت پڑھنے کے بعد اس کے ترجمہ کر رہے تھے۔

ہم نے شیطانوں کو انہی کا رفیق بنایا جو ایمان نہیں رکھتے ہیں اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اس طرح ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے اللہ نے ہی ہم کو یہ ہی حکم دیا ہے کہہ دو کہ اللہ بے حیائی کا کام کرنے کا حکم نہیں دیتا بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

اور امام صاحب نے قرآن بند کر دیا۔ سب ہی لوگ اٹھ کر جانے لگے لیکن ان کا بیٹا ثاقب ان کے پاس ہی بیٹھا رہا اور ایسے ہی وہ گھر جا کر کرتے کیا ثاقب کی والدہ عائشہ خاتون کا دو برس پہلے انتقال ہو گیا تھا اور ثاقب اور اس کے والد کا زیادہ تر قیام مسجد میں ہی رہتا تھا وقار نے امام صاحب سے ہی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی ان سے ہی عملیات سیکھے وہ وقار کے استاد محترم تھے آج وہ ان کے پاس ہی بیٹھ ہوا تھا بیٹا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے پڑوسی شہر اسلام آباد کے ایک گاؤں میں لوگ غائب ہو رہے ہیں اور ان گمشدہ لوگوں کا دوبارہ نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

ہاں استاد محترم میں جانتا ہوں۔

کیا تم نے پرسوں رات کو کوئی عمل کرنا چاہا تھا۔ امام صاحب بولے۔

استاد محترم آپ کو تو معلوم ہے کہ میری بہن کھو گئی ہے اس کو بہت ہی زیادہ ڈھونڈا گیا مگر وہ نہ مل سکی۔

ہاں میرے علم میں ہے۔ استاد محترم بولے۔

میں اس کے متعلق ہی جاننا چاہتا ہوں۔

میں جان چکا ہوں اور یہ بھی جان گیا ہوں کہ

لوگوں کو غائب کون کروا رہا ہے استاد محترم بولے۔

کیا۔وقار کو اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔

ہاں سنو اور نہایت عمل سے جب نازی کھو گئی تو وہ ایک جادوگر کے ہاتھ لگ گئی تھی مرنے سے قبل اس جادوگر نے اپنی تمام شکتیاں نازی کو دے دی اس کا نیا نام سونالی تجویز کیا گیا سونالی بھی اپنی ماضی جاننے میں کوشاں ہیئے محسوس ہوئے ایسا کیسے ہوسکتا ہے اسے اپنی قوت اس کے لیے وہ بہت سے انسانوں کو قربان کر رہی ہے اس کا آخری ہدف تم ہو کیونکہ تم چاند کی چودھویں کو پیدا ہوئے ہو میں نے تین سالوں میں معلومات حاصل کیں کیا کیا الفاظ تھے یا ایٹم بم اس کو زمین و آسمان ہلتے ہو سماعت پر یقین نہ آرہا تھا اس کی زندگی کا مقصد باطل کے پرستاروں کو ختم کرنا تھا اور اب وہ کیا کرے گا کیونکہ اس کی بہن ہی باطل کی پرستار تھی کیا وہ اس کو ختم کر پائے گا اگر نہیں کرے گا تو اس زمین میں اس سے بزدل اور ظالم آدمی کوئی بھی نہ ہوگا۔ اس ماضی یاد آنے لگا جب اس نے خود سے اور استاد محترم سے ایک وعدہ کیا تھا۔ میں حق کا پرستار ہوں اور ہر حال میں شیطانوں کو شکست دوں گا چاہے وہ میرے اپنے ہی کیوں نہ ہوں ۔قدرت نے اس کو ایک ایسے موڑ پر لاکھڑا کیا تھا جہاں آگے کنواں پیچھے کھائی۔اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے کیونکہ اس نے برسوں اپنی بہن کا انتظار کیا تھا لیکن اب باطل کا خاتمہ اس کی زندگی کا مقصد بن چکا تھا۔

بیٹا تم کیا سونالی کا خاتمہ کرو گے بابا جی بولے۔

ہاں استاد محترم میں اس کا خاتمہ ہر حا میں کروں گا وہ پرعزم لہجے میں بولا۔

تو پھر ٹھیک ہے یہاں سے مشرق کی طرف کالے پہاڑوں میں ایک غار ہے جہاں سونالی کا قیام ہے تم فوراً سے پہلے اس کا خاتمہ کرو تا کہ اس کرہ ارض میں ایک ناسور کا خاتمہ ہو۔

ٹھیک ہے بابا جی۔وقار بولا۔

وہ کالے پہاڑوں کے پاس پہنچ چکا تھا اس کو غار دیکھا دی گئی تھی۔ وہ اندر داخل ہوا تو اندر نایاب یا سونالی بیٹھی ہوئی تھی غار میں ایک طرف انسانی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا تا ہم۔سونالی کا چہرہ ویسے ہی تھا ایک طرف کالی کا بت نصب تھا

وقار تم یہاں۔سونالی بولی۔

ہاں میں تمہیں حیرت کیوں ہو رہی ہے تم اپنا ماضی جاننا چاہتی ہو۔

ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو۔

اس لیے کہ میں جان گیا ہوں اور وقار نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

کیا تم میرے بھائی ہو وہ اس کے قریب ہوئی۔

پیچھے ہٹ جاؤ تم میری بہن نہیں ہو کیونکہ تم نے لاتعداد معصوم انسانوں کا خون پیا ہے اور میں تم کو مارنے کے لیے آیا ہوں یہاں۔

ٹھیک ہے تم یہ ہی چاہتے ہو کہ میں مرجاؤں تو مرجاؤں گی۔ اور سونالی نے چھری اٹھا کر اپنی نبض کاٹ لی اور نیچے گر کر تڑپنے لگی۔ وقار میرے بھائی گڈ بائی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی اور پھر اس کی روح نے اس کے جسم کو چھوڑ دیا اور وقار بے ساختہ رونے لگا۔ ختم شد۔

حمیرا کے نام

تیرے گلے میں جو بانہوں کو ڈال رکھتے ہیں
تجھے منانے کا کیسا کمال رکھتے ہیں
بے خبر ہے تجھے سوچنے کی فکر ہم
بہت سے کام مقدر پہ ٹال رکھتے ہیں
کوئی بھی فیصلہ اب سوچ کر نہیں کرتے
تمہارے نام کا سکہ اچھال رکھتے ہیں

نور محمد اسلام کاوش۔سدا نوالی

خونی پتھر

---تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیرپور۔ قسط نمبر ا

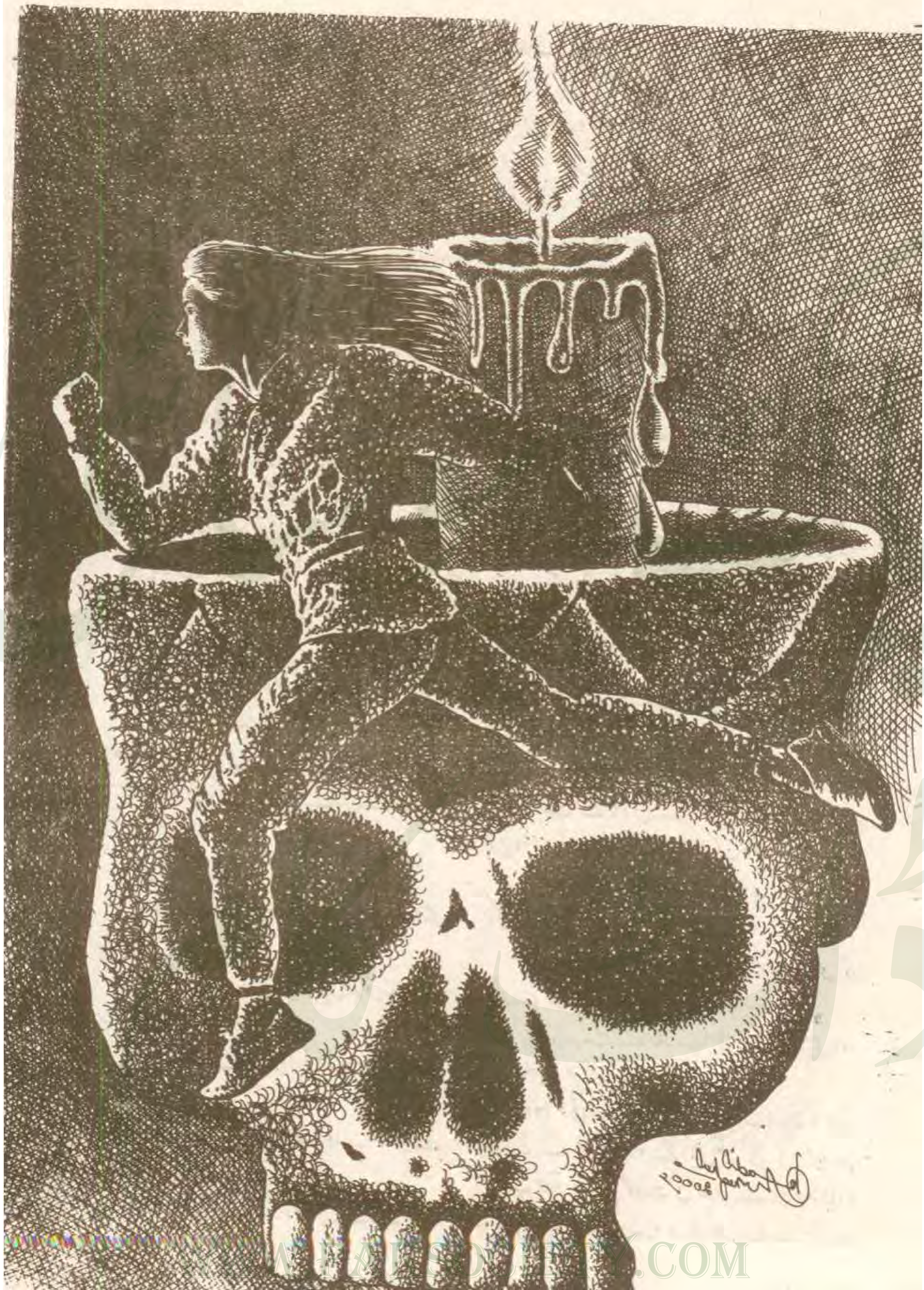
ناراض ہو۔۔ میں بیری کے درخت سے بچوں کو بیر اتارتے دیکھ رہا تھا جب اکمل چلا آیا مجھے اس کی بات یاد آئی تو پھر غصہ آ گیا۔ سوری یار۔ لجاجت سے بولا۔ اٹس اوکے۔ میں اور کہتا بھی کیا۔ سب لوگ مجھے نصیحتیں کر رہے تھے سب کا غصہ تم پر نکلا۔ وہ دھیمے سے بولا۔ تم بھی تو بیکار ضد پر اڑے ہو اگر نہر پر نہیں جاؤ گے تو مر نہیں جاؤ گے۔۔۔ مجھے پھر اس کی بے تکی بات پر غصہ آ گیا۔ میں مر جاؤں گا۔ اذہان میں واقعی ہی مر جاؤں گا۔ وہ یکا یک چلایا میں حیرت سے اسے تکنے لگا کیوں مر جاؤ گے۔۔۔ میری آنکھوں میں درج سوال پڑھ کر وہ تھکے تھکے سے لہجے میں گویا ہوا۔ وہ نہر پر میرا انتظار کر رہی ہوتی ہے اور میں اس کے بغیر۔ اس نے گہری سانس لی۔ او تو یہ معاملہ تھا۔۔۔ وہ کسی لڑکی میں انوالو تھا اور وہ اسے نہر پر ملتی تھی۔۔۔ مگر اکمل وہ خونی پتھر والا معاملہ اسے ڈر نہیں لگتا۔۔۔ مجھے ایک لڑکی کی ہمت پر حیرت ہوئی۔ اسے کیسے ڈر لگ سکتا ہے۔۔ وہ مسکرایا۔ اچھا کون ہے وہ۔۔۔ میں نے جاننا چاہا۔ میری زندگی۔ وہ اک جذب سے بولا تھا۔ خیر پھر اکمل کی دیکھا دیکھی چند اور نوجوان بھی جانے لگے تھے۔ اب بھی ہم دونوں حسرت سے کھٹی میٹھی کیریوں کو دیکھ کر آہیں بھر رہے تھے فخر اٹھا اور پتھر اکٹھے کرنے لگا۔ ان کا کیا کرو گے۔ تمہارے سر پر ماروں گا وہ اطمینان سے بولا۔ بہتر ہے اپنے پہ مار لوں تمہارے دماغ میں جو ابھی ابھی کیریاں اتارنے کا جو بھوت سمایا ہے اتر جائے گا میں جل بھن گیا اس کے حد درجہ اطمینان پہ۔ کچھ نہیں ہونے والا اس نے ہاتھ جھاڑے پھر اس نے پتھر تاک کر مارا فخر کا نشانہ بہت اچھا تھا دو کیریاں گریں۔ یہ لے تیرا حصہ۔۔۔ اس نے ایک کیری میری جانب اچھالی۔ تھینک س۔۔ میں نے کیری کیچ کر لی معا میری نگاہ آم کے پیڑ پر پڑی میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں سامنے کا منظر ہی اس قدر خوفناک اتنا حیرت ناک تھا کہ بس۔۔۔ باقی آ۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

ظلم نے اپنے پر پھیلائے تو اجالا منہ چھپا گیا یہ اس کی ان لوگوں سے نفرت کا اظہار تھا جو سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کسی پر ظلم ہو رہا ہو تو ہم لاتعلقی سے رخ پھیر لیتے ہیں اگرچہ ہم اس کی مدد کرنے کی استطاعت ہی رکھتے ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی ہم اندھے ہیں کان رکھنے کے باوجود بھی بہرے ہیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود بھی کچھ سوچنے سمجھنے سے لوگ بنتے ہیں لوگ تو بہت زیادہ ہیں مگر انسان بہت کم۔

ہیلو سامنے کی دیوار پر فخر نمودار ہوا تو میری سوچیں دم توڑ گئیں میں نے جواباً ایک مسکراہٹ اچھالی۔ وہ بیچ کی دیوار پھلانگ کر آ گیا۔

کسے دیکھ رہے ہو۔۔ اس نے مشکوک نظروں سے تمام چھتیں کھنگال ڈالیں میں پھر ڈوبنے لگا سوچ کے سمندر میں اندھیرا اب گہرا ہو رہا تھا۔

کدھر گم ہو۔۔ فخر نے میری آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی کہیں نہیں میں اس کی سمت متوجہ ہو گیا بلیو ٹروزر پر سکن شرٹ پہنے وہ کافی ہینڈسم لگ رہا تھا سیاہ بال سلیقے سے جمے تھے۔



میں نے اس کے سلیقے سے اجلے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

اچھے لگ رہے ہو۔

وہ تو میں ہمیشہ ہی لگتا ہوں۔۔اس نے حسب عادت اترا کر کہا۔۔تم سناؤ خالہ کب آ رہی ہیں۔اس نے دریافت کیا۔

امی دو دن سے اوکاڑہ گئی ہوئی تھیں۔

پتہ نہیں ایک ڈیڑھ ہفتہ تو رکیں گی۔۔میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

مجھے بھوک لگی ہے کچھ بنایا ہے۔اس نے بے تکلفی سے پوچھا۔

ہاں تم جانتے ہوناں کہ میں سیف گلزار ہوں۔میں چڑ گیا۔۔مجھے کچھ بھی بنانا نہیں آتا تھا صبح سے صرف چائے اور آملیٹ پر گزارہ تھا۔

تو پڑہ رہنا اگلے گھر جا کر۔۔میرا مطلب ہے شادی کے بعد کیا کرو گے۔اس نے مجھے گھورا کم از کم چائے بنانا ہی سیکھ لو۔

تو بیوی ڈارلنگ آ کر کیا کریں گی۔میں مسکرایا۔

وہ تجھے سدھارنے کا کام کرے گی۔۔اس میں بھی صدیاں لگ جائیں گی۔۔وہ چڑ کر بولا۔

بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے میں نے کہا۔چل کچھ بناتے ہیں۔

ہم نیچے اتر آئے۔

کیا بنایا جائے۔۔۔وہ کچن میں داخل ہوا میں سوچنے لگا۔

میرا خیال ہے بریانی بنا لیتے ہیں جاؤ پیاز وغیرہ کاٹو۔اس نے خود ہی فیصلہ کیا۔

اچھا۔۔۔میں فرمانبرداری سے سر ہلا کر پیاز ڈھونڈنے لگا۔

اذہان آج ایک عجیب واقعہ ہوا۔۔فخر گوشت کا پیکٹ نکالتے ہوئے بولا۔

کیا ہوا۔۔۔میں نے پیاز کی تلخی سے نکلتے آنسو صاف کیے۔

میں نہر کنارے لیٹا تھا اچانک مجھ پر ایک پتھر آن گرا۔وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

نہر ہمارے گاؤں سے پانچ منٹ کی پیدل مسافت پر تھی اور اکثر لوگ گرمیوں میں نہر کنارے درختوں کی چھاؤں میں آرام کیا کرتے تھے۔

یہ کیا خاص بات ہے کسی نے پھینکا ہوگا۔۔میں نے پیاز ٹماٹر وغیرہ دھو کر اسے دیئے۔

پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا کہ کسی کی شرارت ہے مگر۔۔اس کا لہجہ بدستور کھویا تھا مگر کیا۔

میں بھنتے ہوئے مسالے کی خوشبو سانس کے ذریعے اندر اتاری۔

مگر جب میں نے اردگرد دیکھا تو کوئی بھی وہاں نہیں تھا اور اس پتھر سے۔۔خون نکل رہا تھا کیا

میں سناٹے میں رہ گیا من وعن یہی واقعہ چند دن قبل خود میرے ساتھ بھی پیش آیا تھا وہ طویل گرم دوپہر تھی لائٹ حسب معمول غائب تھی ساری رات بھی لائٹ کی عدم دستیابی کے باعث مچھروں کے گیر سنتے ہوئے آنکھوں میں کٹی تھی میں نے خوفناک ڈائجسٹ اٹھایا اور نہر کنارے چلا گیا یہاں قطار میں درخت تھے گاؤں کے اکثر لوگ وہیں گھاس پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے میں خوفناک کا مطالعہ کرنے لگا

لعنت ہو واپڈا والوں پر۔۔چاچا کرم دین نے بجلی والوں کو کوسا۔

ہاں ساری رات بھی بجلی غائب اور دن میں بھی طلحہ نے بھی حصہ ڈالا۔

ہاں اب کپڑے سارے استری کرنے ہیں اور بجلی صاحبہ نذیر بڑبڑایا۔

وہ دھوبی تھا اگرچہ گاؤں کے لوگ اپنے کام خد کرنے کے عادی ہوتے ہیں مگر کسی کی طبیعت ذخراب ہو تو گھر کی عورت کی نذیر سے بھی استفادہ حاصل کیا جاتا تھا۔ورنہ چوہدری گھرانے کے کپڑے

تو اس کے پاس ہی دھلتے تھے خیر واپڈا والوں کو سب نے جی بھر کے کوسنے اور بددعائیں دیں پھر آہستہ آہستہ سب لوگ اٹھ گئے۔

گھر نہیں جانا۔۔کامران نے مجھے مخاطب کیا

نہیں یار نیند آ رہی ہے۔۔ میں کچھ دیر ہی میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا دفعتاً میں ہڑبڑا کر اٹھا مجھے محسوس ہوا تھا کہ کسی نے میرے سر پر کچھ مارا ہو اور یہ میرا وہم نہیں تھا ایک پتھر میری پیشانی پر لگ کر میرے شانے پر دھرا تھا میرا ہاتھ بے ساختہ پیشانی ٹٹولنے لگا پیشانی پہ نمی محسوس کر کے میں نے انگلیاں دیکھیں جو خون سے لبریز تھیں میں نے پتھر اٹھا کر دیکھا وہ بھی خون میں بھیگا ہوا تھا پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا کہ کسی نے شرارت کی ہے میں نے قرب وجوار کا اچھی طرح جائزہ لیا مگر کوئی ذی روح نہ تھا پھر میں نے سوچا کہ کسی نے غلیل سے کسی پرندے کو نشانہ بنایا ہوگا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر پتھر کسی پرندے کو زخمی کر کے آیا ہے تو پرندہ یا شکاری کہیں آس پاس ہی ہونا چاہیے تھا میں نے نہر پر منہ دھویا تو یہ انکشاف دل دہلا گیا کہ میری پیشانی زخمی نہیں ہے میں جو یہ سوچ رہا تھا کہ پتھر میرے ہی خون سے بھیگا ہوگا اس کی نفی ہوگئی میں نے ڈرتے ڈرتے پتھر اٹھا کر دھویا پاس پڑے ہوئے کاغذ سے اسے خشک کیا مگر کچھ دیر بعد اس میں سے پھر خون رسنے لگا میں نے پتھر پھینک دیا اور خود ہاتھ اچھی طرح دھو کر پلٹا تو وہ پتھر وہاں نہیں تھا۔ میں نے ارد گرد بھی ڈھونڈا مگر پھر جو میں نے وہاں سے دوڑ لگائی تو گھر آ کر سانس لیا تھا اس واقعہ کو کافی دن ہو گئے تھے مگر میں اب اکیلا نہر پر نہیں جاتا تھا۔ میں اس واقعہ کو وہم سمجھ کر ذہن سے جھٹک چکا تھا مگر فطری خوف سے اکیلا جانے سے گریز کرتا تھا اور اب فخر بتا رہا تھا کہ اس کے ساتھ بھی میں الجھن میں پڑ گیا کیا معمہ ہے۔

یہ۔ یہ دھنیا تو کاٹ دو۔ مجھے سوچوں کے بھنور میں سے فخر کی آواز نے نکالا۔ میں خاموشی سے دھنیا کاٹنے لگا۔

چپ کیوں ہو گئے ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو۔۔

اس نے مجھ سے زیادہ خود کو تسلی دی۔۔ میں محض سر ہلا کر رہ گیا میں جانتا تھا کہ یہ وہم نہیں ہے کھانا بھی ہم نے خاموشی سے کھایا تھا۔

او بیڑی جلئی لے جگر سے پیا۔۔

جگر ماں بڑی آگ ہے۔

میں چینل سرچنگ میں مصروف تھا اکمل پاس بیٹھا تھا نمکو کھا رہا تھا چینل چینج نہ کرنا زنگ پہ لگا سونگ غالباً اس پسند تھا۔

کیا فضول پسند ہے تمہاری۔ میں نے ریموٹ پھینک کر نمکو کا پیکٹ اس سے جھپٹا۔

تمہیں پتہ ہے ہانی کل دوپہر ذیشان کے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا۔۔۔ سانگ ختم ہونے پر وہ میری جانب متوجہ ہوا کیا ہوا میں نے نمکو کھاتے ہوئے پھر ریموٹ اٹھا لیا۔۔ وہ نہر کنارے سو رہا تھا کہ اس پر ایک پتھر آن گرا۔ ریموٹ پہ میری گرفت ست پڑی تو ریموٹ ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ کسی دوست کی شرارت ہے مگر پھر جب اس نے ارد گرد دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ میری نظریں ٹی وی اسکرین پر بھٹک رہی تھی جہاں منتر پڑھا جا رہا تھا اور اس پتھر سے خون بھی نکل رہا تھا۔

اکمل نے بات مکمل کی مجھے تو لگتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کوئی موجود نہ ہو اور پتھر آن گرے اور پتھر بھی خون سے نکلنے کی بات تو نرا سفید جھوٹ ہے وہاں کیا جن بھوت بیٹھے تھے جو اکمل نے بات کے اختتام پر قہقہہ لگایا وہ ہنس سکتا تھا۔ کیونکہ ایسا اس کے ساتھ نہیں ہوا تھا جن بھوت بھی ہو سکتے ہیں۔

ہر کوئی تمہاری طرح جھوٹ نہیں بولتا۔ میرے ترش لہجے پہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔
تمہیں کیا ہوا۔
کچھ نہیں۔۔۔ میں صوفے کو ٹھوکر مارتا ہو باہر نکل گیا۔

گاؤں کے سارے مرد بشمول بچوں اور بوڑھوں کے نہر کنارے جمع تھے آج اس آم کے درخت کو کاٹنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ وجہ تقریباً پورے کے ساتھ خونی پتھر والا واقعہ پیش آ چکا تھا یہ بات مشترک تھی کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ پیش آیا تھا جو آم کے پیڑ کے نیچے موجود ہوتے تھے۔ لہٰذا اس فساد کی جڑ کو جڑ سے کاٹنے کا مشترکہ فیصلہ کیا گیا تھا اوزار لائے جا چکے تھے گاؤں کے بچوں کا یہ بھی ایک مشغلہ ہوا کرتا ہے کہ جہاں کوئی درخت وغیرہ کٹتا ہو وہاں جمع ہو جاتے ہیں کہ ان کو گلی ڈنڈہ کے لیے حسب پسند لکڑی مل جاتی ہے اور یہ تو خاص درخت تھا لہٰذا حفظ ماتقدم کے طور پر بچوں کو پیچھے ہٹا دیا گیا تھا چاچا کرم دین اور اکرام درخت کاٹنے لگے درخت تھوڑا سا ہی کٹا تھا کہ چاچا کرم دین اور اکرام اچھل کر دور جا گرے تمام لوگ تیزی سے ان کی جانب لپکے۔

نذیرا ذہان اور تم سب لوگ میری بات دھیان ۔۔۔ سے سنو۔
چاچا کرم دین کو میں اور نذیر نے سنبھالا ہوا تھا وہ بمشکل بول رہے تھے۔۔
اس درخت کو مت کاٹنا ورنہ۔۔۔ ان کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔
اکرام۔ اکرام میرا بچہ اکرام کی بے نور آنکھوں میں دیکھتے انعام چاچا چلا اٹھے۔۔۔ ایک کہرام مچ گیا ۔۔کسے خبر تھی کہ درخت کاٹتے کاٹتے ہی کتنی ناپائیدار ہے زندگی پر جوش قہقہے یاس زدہ حسرتوں میں ڈھل گئے تھے اکرام اور چاچا کرم دین کو دفن کر دیا گیا ہر آنکھ پرنم تھی اور ہر دل غمزدہ۔

تیرے لیے۔ تیرے لیے میری طرح جاگے رے چاندنی رات۔ چاندنی رات۔ فخر گنگنا رہا تھا۔
اتنی گرم دوپہر یہ تمہیں چاندنی رات کا گمان ہو رہا ہے میں چڑ کر بولا۔
اب بندہ گانا بھی نہ گائے وہ خفا سا بولا فخر۔
وہ وہ دیکھو۔۔۔ میں نے آم کے درخت سے جھانکتی کچی کیریوں کی جانب اشارہ کیا۔۔ کیریاں فخر اور میری مشترکہ کمزوری تھیں ہاں یار پر ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے للچانے کے۔ اس کا منہ لٹک گیا۔۔
ہم نہر کنارے موجود تھے چاچا کرم دین اور اکرام والے واقعے کو لگ بھگ آٹھ ماہ ہو گئے تھے شروع شروع میں گاؤں کے بڑوں نے نہر پر جانے پر ہی پابندی لگا دی تھی ہم لوگ کتنے بھی بڑے خودسر سہی مگر بزرگوں کی بات سے انحراف ممکن نہ تھا ہمارے لیے پھر اس پابندی کو اکمل نے توڑا وہ نہ صرف یہ کہ نہر پر جاتا تھا بلکہ آم کے اس پیڑ تلے بھی سوتا تھا جس سے خونی پتھر برستے تھے اس کے اس اقدام کی خوب مخالفت ہوئی تھی مگر وہ یہ پابندی خود پر لگانے پر راضی نہ تھا اس دن میں ڈیرے پر گیا تو ماحول قدرے گرم تھا اکمل کے نہر پر جانے پر بحث چھڑی ہوئی تھی۔
بس میں نے کہہ دیا ناں کہ تم اب وہاں نہیں جاؤ گے۔ اکمل کے والد غنی چاچا حتمی انداز مین بولے۔
آپ مجھے وہاں جانے سے نہیں روک سکتے خواہ کچھ بھی کر لیں۔۔۔ وہ جواباً مشتعل ہو گیا تو میں دنگ رہ گیا وہ ایک بے تکی سی بات کے لیے اپنے والد سے بحث کر رہا تھا۔
کیا ہو گیا ہے تمہیں اکمل۔۔۔ کیوں بنا جواز کے بحث کر رہے ہو نذیر چاچا کی بات پر وہ چپ ہی رہا۔

ہاں یار یہ اب کوئی بات ہے۔۔ بھلا نہ جایا کرو اگر غنی چاچا کو نہیں پسند کامران کی بات پر اس نے سر جھٹکا۔

ہاں نہ جایا کرو۔ میں نے سمجھانا چاہا۔

چپ کر تم ہر کسی کو مشورہ دینا فرض ہے ناں تمہارا اس نے درشتگی سے کہا تو میں کچھ بول نہ پایا اتنے لگوں کے بیچ اس کا ہتک آمیز رویہ مجھے دل برداشتہ کر گیا احساس توہین سے میں فوراً اٹھ گیا۔

ناراض ہو۔۔ میں بیری کے درخت سے بچوں کو بیر اتارتے دیکھ رہا تھا جب اکمل چلا آیا مجھے اس کی بات یاد آئی تو پھر غصہ آ گیا۔

سوری یار۔ لجاجت سے بولا۔

اٹس او کے۔ میں اور کہتا بھی کیا۔

سب لوگ مجھے نصیحتیں کر رہے تھے سب کا غصہ تم پر نکلا۔ وہ دھیمے سے بولا۔

تم بھی تو بیکار ضد پر اڑے ہو اگر نہر پر نہیں جاؤ گے تو مر نہیں جاؤ گے۔۔۔ مجھے پھر اس کی بے تکی بات پر غصہ آ گیا۔

میں مر جاؤں گا۔ اذہان میں واقعی ہی مر جاؤں گا۔ وہ یکا یک چلایا میں حیرت سے اسے تکنے لگا

کیوں مر جاؤ گے۔۔۔ میری آنکھوں میں درج سوال پڑھ کر وہ تھکے تھکے سے لہجے میں گویا ہوا۔

وہ نہر پر میرا انتظار کر رہی ہوتی ہے اور میں اس کے بغیر۔ اس نے گہری سانس لی۔

اوہ تو یہ معاملہ تھا۔۔۔ وہ کسی لڑکی میں انوالو تھا اور وہ اسے نہر پر ملتی تھی۔۔۔ مگر اکمل وہ خونی پتھر والا معاملہ اسے ڈر نہیں لگتا۔۔۔ مجھے ایک لڑکی کی ہمت پر حیرت ہوئی۔

اسے کیسے ڈر لگ سکتا ہے۔۔ وہ مسکرایا۔

اچھا کون ہے وہ۔۔۔ میں نے جاننا چاہا۔

میری زندگی۔ وہ اک جذب سے بولا تھا۔

خیر پھر اکمل کی دیکھا دیکھی چند اور نوجوان بھی جانے لگے تھے۔ اب بھی ہم دونوں حسرت سے کھٹی میٹھی کیریوں کو دیکھ کر آہیں بھر رہے تھے فخر اٹھا اور پتھر اکٹھے کرنے لگا۔

ان کا کیا کرو گے۔

تمہارے سر پر ماروں گا وہ اطمینان سے بولا۔

بہتر ہے اپنے پہ مار لوں تمہارے دماغ میں جو ابھی ابھی کیریاں اتارنے کا جو بھوت سمایا ہے اتر جائے گا میں جل بھن گیا اس کے حد درجہ اطمینان پہ کچھ نہیں ہونے والا اس نے ہاتھ جھاڑے پھر اس نے پتھر تاک کر مارا فخر کا نشانہ بہت اچھا تھا دو کیریاں گریں۔

یہ لے تیرا حصہ۔۔۔ اس نے ایک کیری میری جانب اچھالی۔

تھینک س۔۔ میں نے کیری کیچ کر لی معاً میری نگاہ آم کے پیڑ پر پڑی میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں سامنے کا منظر ہی اس قدر خوفناک اتنا حیرت ناک تھا کہ بس۔۔۔ باقی آئندہ۔

غزل

سحر ہونے سے پہلے گھر کا بستر چھوڑ آیا ہوں
بس اک کاغذ سرہانے اپنے لکھ کر چھوڑ آیا ہوں
کوئی میرا نہیں تھا ان دریچوں اور گلیوں میں
میں ان کو چھوڑ آیا ہوں تو بہتر چھوڑ آیا ہوں
اذیت گزرے لمحوں کی مجھے معلوم تھی سو میں
جو آنکھوں کو بھلے لگتے تھے وہ منظر چھوڑ آیا ہوں
ایازی اچھے دنوں کی آس میں گاؤں سے آتے وقت
کسی کی خالی آنکھوں میں سمندر چھوڑ آیا ہوں

ایاز نعیم ایازی۔ شمھاری

بھید۔ قسط نمبر ۲

۔۔۔محمد خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔۔۔

تم نے پریشان کر دینے والا واقعہ سنایا ہے اس کا مطلب ہے کہ چرن کو بھی پتہ چل گیا ہے کہ تم اس کی پرانی کوٹھڑی میں ہو اور تمہارے ساتھ میں بھی ہوں اب ہم دونوں کی زندگی خطرے میں ہے چرن نے دوسری بار حملہ کیا ہے تو تمہیں تو تلسی کا دیا ہوا بچھو بچالے گا مگر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ تو کیا ہم ساری زندگی اس کوٹھڑی میں قید رہے ہیں گے۔ ایسا میں کبھی ہونے نہیں دوں گی تمہیں اپنے ساتھ یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ میں ضرور ڈھونڈ لوں گی میں ایک اور کوشش کرتی ہوں گھبرانا نہیں میں بڑی جلدی واپس آجاؤں گی۔ یہ کہہ کر آرتی اسی طرح کونے میں دیوار کے پاس جا کر غائب ہو گئی کوٹھری سے باہر آکر اس نے چمگادڑ کا روپ بدلا اور فضا میں چیختی ہوئی غوطے لگانے لگی اور چرن کے پاس جا پہنچی۔ اور اسے سارا واقعہ سنا دیا۔ چرن یہ سن کر نفرت اور انتقام کی آگ میں بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔ اس نے میرے بچھو کو بھی ہلاک کر دیا ہے میں اب اسے کبھی معاف نہیں کروں گا اس نے قہر بھری نظروں سے ندنی کی طرف دیکھ کر کہا۔ اب مجھے اپنا اگنی منتر پھونکنا ہوگا۔ ندنی نے سنا تو سہم کر بولی۔ چرن۔ مہاراج اس منتر کے پھونکنے سے آپ کا پرانا استھان بھی جل کر راکھ ہو جائے گا چرن نے غضبناک ہو کر کہا۔ چاہے میرا استھان بھی جل جائے لیکن اس آگ میں میرا دشمن بھی جل کر بھسم ہو جائے گا میرے ساتھ آؤ چرن نے چھت کی طرف دیکھ کر بھیانک نعرہ لگایا جے اگنی دیوی اور غائب ہو گیا ندی بھی اس کے پاس سے غائب ہو گئی دونوں پلک جھپکتے میں زمین دوز مردوں کی دنیا اس غار میں آگئے جس کی دوسری طرف چرن کے پرانے استھان کی کوٹھڑی میں شاہان تخت پر بیٹھا آرتی کا دوسری بار انتظار کر رہا تھا۔ چرن غار میں ایک جگہ رک گیا اور غار کی دیوار کو گھور کر دیکھنے اور منہ ہی منہ میں اگنی منتر کا جاپ کرنے لگا ندنی بدروح اس کے پیچھے ایک طرف ہٹ کر کھڑی تھی چرن کی کھوپڑی کی ایک آنکھ کے سوراخ میں سے آگ کی لال انگارہ ایسی شعاع نکل کر غار کی دیوار سے ٹکرائی آگ کی شعاع کے ٹکراتے ہی دیوار کی دو تین اینٹیں انگاروں کی طرح دہکنے لگیں چرن کی بدروح پیچھے ہٹ گئی اور قہقہہ لگا کر بولا اب دیکھتا ہوں کہ تلسی کا دیا ہوا بچھو میرے دشمن کو کیسے بچاتا ہے۔ یہ ماتا اگنی کی آگ ہے یہ میرے دشمن اور بچھو کو جلا کر بھسم کر دے گی چلو ندنی ہم کل اپنے دشمن شاہان کی جلتی ہوئی کھوپڑی لینے آئیں گے اور چرن اور ندنی غائب ہو گئے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

جب رات کی تیرگی اور سنسان سناٹے میں ایک قبر کے اندر سے کبھی کسی کے رونے کی اور کبھی ٹھک ٹھک کی رونگٹے کھڑی کر دینے والی آوازیں آرہی تھیں یہ قبر شاہان کی ہی تھی جو قبر میں زندہ دفن کئے جانے کے بعد بے ہوش ہو گیا تھا۔ لیکن جیسے اب ہوش آگیا تھا ہوش میں آتے ہی شاہان نے سب سے پہلے اور حیرت انگیز تبدیلی یہ محسوس کی کہ اب اس کا سارا جسم زندہ ہو گیا تھا اب وہ اپنے جسم کے ہر حصہ کو حرکت دے سکتا تھا۔ پہلے وہ صرف سن سکتا تھا بول نہیں سکتا تھا مگر اب بول بھی سکتا تھا اس کے دل نے پھر سے دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔ اور اسے اپنے جسم میں گرم خون کی گردش کرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔



وہ اپنے پورے اور مکمل ہوش وحواس میں تھا اسے سب کچھ یاد آ گیا تھا کہ وہ کس طرح قبر میں جا کر چرن سے جان چھڑانے کے لیے اس کی کھوپڑی پر موم بتی جلائے عمل کر رہا تھا پھر کسی طرح اچانک ایک دھماکے کے ساتھ مردے کی کھوپڑی کا اوپر والا حصہ اڑ گیا تھا اور کھوپڑی بڑے زور سے اس کے سر سے ٹکرائی تھی اور وہ زندگی میں پہلی بار خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ اٹھا تھا۔ اور پھر اپنے گھر میں آ کر اسے تیز بخار ہو گیا تھا اور بستر پر گرنے کے بعد اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا اس کا جسم پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا۔ اس کے سننے اور بولنے کی حس قائم تھی مگر بولنے کی طاقت ختم ہو گئی تھی پھر اسے ہسپتال لے جایا گیا جہاں جانے کے بعد اس کے دل کی دھڑکن بھی بند ہو گئی تھی اور آنکھیں بھی پتھرا گئی تھیں اور ڈاکٹر نے اس کے گھر والوں کو بتایا تھا کہ مریض مر چکا ہے حالانکہ وہ زندہ تھا سب کچھ سن رہا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا ڈاکٹر کو بتا نہیں سکتا تھا کہ میں مرا نہیں زندہ ہوں پھر کسی طرح اس کی ساتھ سب کچھ کرنے کے بعد قبرستان میں لے آئے تھے اور اسے قبر میں دفن کر دیا تھا اسے یہ بھی یاد تھا کہ قبر میں دفن ہونے کے بعد اس کے سننے اور سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت بھی ختم ہو گئی تھی اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا اور اب اسے اچانک ہوش آ گیا تھا۔

اب تک وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ عمل کرنے کے دوران الٹ پڑھ جانے کی وجہ سے مردے چرن کی کھوپڑی اس کے سر کے ساتھ آ کر پورے زور سے ٹکرائی تھی وہ کھوپڑی شاہان کے سامنے تھی اس کی ایک آنکھ سے پہلے دھوئیں کی لہر نکلی تھی پھر ایک کالا بچھو باہر نکلا تھا اور کھوپڑی کی آنکھ کے ساتھ چمٹ گیا تھا کہ آنکھ کا سوراخ بند ہو گیا تھا اب جبکہ وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب اس کی زندگی کے چند لمحے ہی باقی رہ گئے ہیں۔ وہ قبر میں دفن ہے اور جب قبر کے اندر تھوڑی مقدار کی آکسیجن ختم ہو گئی تو وہ واقعی دم گھٹنے سے مر جائے گا اسے اب اپنے امی بابو اور باجی کی یاد شدت سے آ رہی تھی رہ رہ کر اس کا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا جب بار بار اس کی امی باجی اور ابو کے روتے ہوئے غم سے نڈھال چہرے آ جاتے تھے۔

شاہان کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے مگر وہ بھی کیا کرتا مجبور تھا وہ بھی خود اسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ پہلے جوگی بابا پھر چرن اور اس کے بعد پرانے کھنڈرات کی وہ بدروح وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ سب کیا بھید ہے اور اسے جوگی بابا کی کہی ہوئی بات یاد آ رہی تھی کہ وہ ہزاروں سال پہلے کے دور میں چلا جائے گا وہ بھی مصر کے بادشاہ کے بیٹے کے روپ میں یہ یہ سب کیا تھا اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ بحر حال وہ کفن میں لپٹا قبر کے اندر سیدھا لیٹا ہوا تھا اس نے اپنے آپ کو مرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا اس نے قبر کے اندر ہی اندر اپنے ہاتھ پیروں کی انگلیاں ہلا کر دیکھیں وہ انگلیوں کو ایک زندہ انسان کی طرح ہلا سکتا تھا اسے اپنے دل کی دھڑکن صاف طور سے محسوس ہو رہی تھی اس کا خیال تھا کہ قبر میں جو تھوڑی بہت آکسیجن موجود ہے وہ دس پندرہ منٹ میں ختم ہو جائے گی اور اسکی سب سے پہلی نشانی یہ ہو گی کہ اس کو سانس لیتے ہوئے زیادہ زور لگانا پڑے گا اور پھیپھڑوں پر زیادہ زور ڈالنا پڑے گا اس کے بعد اس کا دم گھٹنے لگے گا۔ اور پھر وہ غش کھا جائے گا اور آہستہ آہستہ موت کی آغوش میں چلا جائیگا۔

اس کے اوپر سینکڑوں من مٹی پڑی ہوئی تھی قبر سے اس کے باہر نکلنے کا سبب ہی نہیں ہوتا تھا پھر اس کے پاس کوئی چیز بھی ایسی نہیں تھی کہ جس کی مدد سے وہ قبر کی مٹی کو کھود کر وہ قبر میں سوراخ بنا سکے اس کے جسم سے صرف دو فٹ اوپر کچی اینٹوں کی چھت پڑی ہوئی تھی اس نے دو تین بار ہاتھوں سے ان اینٹوں کو کھرچنے کی ناکام کوشش بھی کی تھی مگر اینٹوں کی مٹی سخت ہو چکی تھی ان تمام کوششوں میں ناکام ہو جانے کے بعد شاہان نے

موت کے آگے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور اپنے آپ کو مرنے کے لیے تیار کر لیا تھا وہ انتظار کر رہا تھا کہ کب بند قبر کی آکسیجن کم ہونا شروع ہوتی ہے اور اس کو سانس لینے میں دقت پیش اآتی ہے اس نے آنکھیں بند کر لیں وہ بڑے آہستہ آہستہ سانس لینے لگا تا کہ آکسیجن کم سے کم استعمال کی جائے یہ زندہ رہنے کی شدید خواہش کا قدرتی عمل تھا وگرنہ وہ جانتا تھا کہ اب اس کا زندہ رہنا ناممکنات میں سے تھا۔ قبر کے اندر لیٹا وہ کافی دیر تک ہلکے ہلکے سانس لیتا رہا اس نے محسوس کیا کہ آکسیجن میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے دو تین لمبے لمبے سانس کھینچنے میں بھی شاہان کو کسی قسم کی معمولی سی بھی دقت نہیں محسوس ہوئی تھی پہلے تو وہ بڑا حیران ہوا پھر اسے خیال آیا کہ ضرور قبر میں کسی جگہ سوراخ ہے جس میں سے باہر کی تازہ ہوا اندر آ رہی ہے اس نے لیٹے لیٹے گردن اوپر اٹھا کر قبر کی دیواروں کو غور سے دیکھا قبر کی تاریکی میں اسے کوئی سوراخ دکھائی نہ دیا اس کا خیال تھا کہ ہوسکتا ہے کہ سوراخ میں سے باہر کی روشنی نظر آ جائے۔

اسے لیٹے لیٹے جب کافی وقت گزر گیا اور اس نے سانس لینے میں کسی قسم کی کسی دقت یاد باؤ محسوس نہیں کیا تھا۔ تو اس کے اندر زندہ رہنے کی خواہش دوبارہ زندہ ہوگئی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر حالت میں قبر سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اس ارادے کے ساتھ ہی شاہان کے اندر جیسے ایک نئی طاقت زندہ ہوگئی قبر کے اندر دو فٹ کی اونچائی میں کافی گنجائش تھی وہ لیٹے لیٹے الٹا ہو گیا اور دونوں ہاتھوں سے اس نے لحد کی دیوار کو کھرچنا شروع کر دیا لحد کی دیوار کی مٹی پرانی تھی اور کافی سخت تھی وہ بیٹھ کر قبر کی دیوار کی مٹی نہیں کھرچ سکتا تھا صرف کہنیوں کے بل لیٹ کر ہی ایسا کر سکتا تھا وہ بہت جلد تھک گیا اور اس کی دو انگلیوں کے ناخن بھی ٹوٹ گئے اس پر گھبراہٹ کی حالت طاری ہونے لگی اسے یقین ہو گیا کہ وہ اس قبر میں ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور اگر وہ سانس بھی لیتا رہا تو بھی بھوک پیاس سے مر جائے گا وہ دیوانہ وار قبر کی دیواروں کو کھرچنے لگا لیکن اس کی زخمی انگلیوں میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں بدحواسی میں وہ دیوار پر مکے مارنے لگا اس وقت اگر کوئی باہر سے سنتا تو اسے قبر کے اندر سے ٹھک ٹھک کی گھٹی گھٹی آواز سنائی دیتی آدھی رات کو کون وہاں آ سکتا تھا شاہان نے تھک کر سر نیچے گرا لیا وہ بچوں کی طرح بے اختیار ہو کر رونے لگا مگر قبرستان میں اس کی آواز سننے والا کوئی نہیں تھا جب مکے مارتے مارتے تھک جاتا تو پھر رونے لگ جاتا جب روتے روتے گلا خشک ہو جاتا تو کراہنے لگتا اس کی حالت بڑی عبرت انگیز ہوگئی تھی آخر مایوس ہو کر اس نے اپنا سر قبر کی زمین کے ساتھ لگا دیا اور سسکیاں بھرنے لگا قبر میں گہری خاموشی تھی ایسی خاموشی اس نے زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی یہ واقعی موت کی خاموشی تھی اس خاموشی میں اسے سرسراہٹ کی سی آواز سنائی دی وہ سسکیاں بھرتے بھرتے چپ ہو گیا اور کان لگا کر اس آواز کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگا قبر کی تاریکی میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ سرسراہٹ کی یہ آواز قبر کی دائیں جانب والی دیوار سے آ رہی تھی اسے سانپ کا خیال آ گیا ہوسکتا تھا کہ یہ کوئی سانپ ہو سانپ کے خیال سے اس کے دل پر ذرا سا بھی خوف طاری نہ ہوا۔ وہ زندگی اور موت کے درمیان حالت نزع میں پڑا تھا۔

ایسی زندگی موت سے ہزار درجے بہتر تھی وہ چاہتا تھا کہ وہ سانپ اسے ڈس لے کم از کم اسے اس عذاب سے تو نجات مل جائے گی سرسراہٹ کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسے قبر کی دیوار پر سے مٹی نیچے گر رہی ہو شاہان نے لیٹے لیٹے ہاتھ اٹھا کر دائیں جانب کی دیوار پر پھیرا اس کا اندازہ صحیح تھا۔ یہاں قبر کی دیوار پر سے ایک جگہ مٹی اپنے آپ آہستہ آہستہ نیچے گر رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اس نے سوچا

کہ ہو سکتا ہے دوسری طرف سے کسی مردار خور جانور نے اس کے جسم کو بو سونگھ لی ہو اور اب زمین میں سوراخ کر کے اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو تا کہ اسے اپنا نوالہ بنائے اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی چوہا ہو ایک نہیں بلکہ چوہوں کا کوئی ہجوم ہو جو سوراخ کھود کر قبر میں آتے ہی اس کے جسم کی بوٹیاں اڑانی شروع کر دیں ایسی اندوہناک اور اذیت ناک موت کے خیال سے اس کی روح لرز گئی جہاں سے دیوار کی مٹی نیچے گر رہی تھی اس نے وہاں اپنا ہاتھ رکھ دیا زندہ رہنے کی شدید خواہش پھر سے ایک دم اس کے اندر جاگ اٹھی تھی اب وہ مرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ کسی بھی طرح سے قبر سے باہر نکل کر زندہ انسانوں میں اپنے امی ابو اور باجی کے پاس واپس جانا چاہتا تھا اسکے ہاتھ روکنے کے باوجود بھی قبر کی دیوار کی مٹی برابر اتر رہی تھی اور پھر اس کا ہاتھ دیوار کے اندر دھنس گیا تھا دیوار کا ایک حصہ نیچے گر پڑا تھا اور وہاں سے دھند میں لپٹی ہوئی پھیکی پھیکی روشنی قبر میں آنے لگی شاہان قبر میں جتنا اٹھ سکتا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس روشنی کو تکنے لگا ایک دم اسے خیال آیا تھا کہ کسی غیبی طاقت نے اس کی مدد کی ہے اور قبر کی دیوار کھول دی ہے اور یہ پھیکی پھیکی دھندلی روشنی ستاروں کی روشنی ہے جو باہر سے آ رہی ہے وہ جلدی سے کہنیوں کے بل رینگ کر قبر کے شگاف میں داخل ہو گیا اس نے دیکھا کہ دوسری طرف بھی ایک قبر کی لحد تھی جس میں انسانی ہڈیوں کا پنجر پڑا تھا ہڈیوں کے پنجر کی گردن کی ہڈی کے قریب ہی ایک انسانی کھوپڑی پڑی تھی جس کا اوپر والا حصہ غائب تھا اور کھوپڑی کی ایک آنکھ سے سیاہ بچھو چمٹا ہوا تھا شاہان نے اس قبر کو اور اس قبر کے ہڈیوں کے پنجر کو پہنچان لیا یہ وہ ہی قبر تھی جس کے اندر بیٹھ کر اس نے پچھلی رات عمل کیا تھا وہ حیران تھا کہ وہ قبرستان اور تھا پر یہ چرن والی قبر یہاں کیسے آ گئی ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک چیخ نما دھماکے کی آواز سے چرن کی کھوپڑی اچھل کر بڑے زور سے اس کے سر سے ٹکرائی تھی اور وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا تھا وہ رینگتا ہوا اپنی قبر سے نکل کر چرن کی قبر میں آ گیا تھا۔

اس قبر میں داخل ہوتے ہی شاہان کی نگاہیں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں جہاں قبر میں ایک بہت بڑا شگاف تھا وہ اسی شگاف میں سے قبر کے اندر عمل کرنے آیا تھا دھندلی پھیکی روشنی میں اس نے دیکھا کہ اب وہاں کوئی شگاف نہیں تھا اس نے قبر کی دوسری دیوار کی طرف دیکھا کہ شاید یہ شگاف قبر کی دوسری دیوار میں تھا مگر وہ دیوار بھی بند تھی۔ یہ قبر بھی چاروں طرف سے بند تھی اس نے سوچا کہ شاید یہ وہ قبر نہیں ہے کوئی دوسری قبر ہے مگر مردے کا صحیح سالم پنجر اور آدھی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی اور کھوپڑی کی ایک آنکھ سے چمٹا ہوا کالا بچھو اس بات کا ثبوت تھا کہ یہ وہ ہی قبر ہے جس میں اس نے عمل کیا تھا اور ڈر کر بھاگ گیا تھا پھر ایسا کیوں ہے کہ اس کی دیوار میں کوئی سوراخ نہیں ہے کیا یہ شگاف کسی نے باہر سے بند کر دیا تھا مگر کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی اس قبر کے مردوں کے لواحقین ایک عرصہ ہوا وہاں سے جا چکے تھے اور کئی برسوں سے یہ قبرستان ویران پڑا تھا شاہان کی نگاہ کھوپڑی پر پڑی تو وہ اسے سکتے کے عالم میں دیکھتا ہی رہ گیا کھوپڑی جو ایک طرف کو ٹیڑی ہو کر پڑی تھی آہستہ آہستہ سیدھی ہو رہی تھی کھوپڑی کا اوپر والا آدھا حصہ اڑ چکا تھا اس کی ایک آنکھ سے جو کالا بچھو چمٹا ہوا تھا وہ ساکت تھا اور بالکل حرکت نہیں کر رہا تھا صرف بچھو کی دم جس میں زہر بھرا ہوا تھا کسی وقت ہلنے لگی تھی وہ سہمی ہوئی آنکھوں سے کھوپڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کھوپڑی آہستہ آہستہ سیدھی ہو گئی تھی اور پھر زمین سے دو فٹ بلند ہو کر عین اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئی وہ چپ چاپ اپنی جگہ پر ساکت بیٹھا رہا اور اسے تکنے لگا کھوپڑی اپنی ایک آنکھ کے سوراخ میں سے جیسے اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی شاہان کو ایک بوجھل اور غصیلی مردانہ آواز سنائی دی جیسے وہ صاف پہنچان

گیا تھا۔
سن اے لڑکے شاہان غور سے سن تو نے میرے وجود کو ایسا نقصان پہنچایا ہے کہ جس کے لیے میں تجھے کبھی معاف نہیں کروں گا پہلے میری گرن پر چھری پھیر کے اسی قبر میں گرا کر بھاگ گئے تھے ناں اور پھر تیری وجہ سے میری کھوپڑی کا آدھا حصہ غائب ہو گیا ہے میں نے تجھے اب اپنی گرفت میں لے لیا ہے میں تجھ سے اپنے وجود کی بربادی کا ایسا خوفناک بدلہ لوں گا جسے تو مرتے دم تک نہیں بھلا سکے گا۔
شاہان سمجھ گیا تھا کہ عمل الٹا پڑ جانے کی وجہ سے اس چرن کے مردے کی سر کی کھوپڑی کو نقصان پہنچا ہے اور اب یہ اس سے ضرور بدلہ لے گا اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ کہ اب وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا شاہان نے آواز میں عاجزی پیدا کرتے ہوئے کہا۔
مجھ سے انجانے میں بھول ہو گئی ہے۔
بھاری غصیلی آواز نے جواب دیا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا مجھے جو تو نے نقصان پہنچانا تھا وہ پہنچا دیا اب تجھے میرے انتقام کی آگ سے کوئی بچا نہیں سکتا۔
شاہان اسی لمحے سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ یہ جو کچھ ہوا ہے اور ہو رہا ہے یہ اس چرن کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ واقعی ہی کوئی زبردست شیطانی قوت والا رہ چکا ہے۔ جو انجانے میں میرے ہاتھوں مارا گیا اور پھر اس کی کھوپڑی کو بھی نقصان پہنچایا۔ اس نے کہا۔
تجھے معاف کر دو چرن مجھ سے انجانے میں دونوں بار غلطی ہوئی ہے۔ مجھے یہاں سے باہر کا راستہ بتا دو اس غصیلی آواز نے کہا۔
غلام تو تو ہو چکا ہے میرا۔ اب جو میں چاہوں گا تیرے ساتھ وہ کروں گا میرا پہلا بدلہ یہ ہے کہ تو اب زمین کے اندر قبروں کی دنیا سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا یہ راکھشوں ٹھکرائی ہوئی بدروح بدکاروں گھناؤنے گناہ کرنے والوں کی عذاب زدہ آتماؤں کی دنیا ہے تو اس آگ اور دلدلوں کی دنیا میں سسک سسک کر مرے گا اور پھر تیری بدروحوں یہاں قیامت تک بھٹکتی رہے گی ایک بھیانک قہقہے کیساتھ ٹوٹی ہوئی کھوپڑی آہستہ آہستہ نیچے آ کر اپنے ہڈیوں کے پنجر کے پاس گر پڑی شاہان اگرچہ ابھی زندہ حالت میں تھا وہ زندہ حالت میں المخلوق کے درمیان آ جانے سے خوفزدہ ضرور تھا وہ سوچ سوچ کر گھبرا رہا تھا لیکن اس نے بہت جلد اپنی گھبراہٹ پر قابو پا لیا اور قبر سے باہر نکلنے کی تدبیریں سوچنے لگا یہ قبر بھی پہلی قبر کی طرح چاروں طرف سے بند تھی چھت پر سینکڑوں من مٹی کا بوجھ تھا پھیکی پھیکی دھندلی سی سوگوار روشنی قبر میں ضرور پھیلی ہوئی تھی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی وہ ان ہی پریشان خیالوں میں الجھا بیٹھا تھا۔ کہ اسے شور کی آواز سنائی دی یہ آواز قبر کی دیوار کی دوسری طرف سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔
وہ کان لگا کر آواز سننے لگا یہ آواز آہستہ آہستہ ایک گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہو گئی پھر ایک دھماکے کے ساتھ قبر کی ایک دیوار گر پڑی اس نے دیکھا کہ جہاں قبر کی دیوار گری تھی وہاں ایک سرنگ نمودار ہو گئی تھی اس امید میں کہ شاید اس سرنگ کے ذریعے اسے زمین کے نیچے سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے وہ سرنگ میں داخل ہو گیا سرنگ کی چھت اتنی اونچی تھی کہ وہ وہاں کھڑا ہو سکتا تھا سرنگ میں وہی دھندلی دھندلی پھیکی بیماری روشنی تھی اایک شور سا بدستور سنائی دے رہا تھا وہ سرنگ میں چل پڑا سرنگ کی اونچی چھت اور دیواروں کے ساتھ گدے رنگ کے گہر کا غلاف چمٹا ہوا تھا یہ مٹیالے بادل کی سرنگ لگ رہی تھی اس نے دیوار کو چھوا تو

دیوار گرم لگی اسنے جلدی سے ہاتھ پیچھے کرلیا وہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا پھر ایسا ہوا کہ چلتے چلتے اپنے آپ اس کے پاؤں زمین سے ایک دوفٹ بلند ہوگئے کوئی شیطانی طاقت اسے اپنے آپ آگے کو دھکیل رہی تھی شور اس کے قریب آنے لگا تھا پھر یہ شور اتنا بلند ہوا کہ شاہان نے اپنے کانوں کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیا لیکن شور بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا اسے ایسے لگنے لگا جیسے یہ شور اس کے اندر سے آرہا ہے اس کی رفتار خود بخود اپنے آپ تیز ہوگئی کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ سرنگ کی دھند میں بلند ہوگئی گونج کے ساتھ تنکلے کی طرح اڑنے لگا سرنگ کی فضا بھی گرم ہو جاتی اور کبھی ایک دم سرد ہو جاتی ایک دفعہ فضا اتنی گرم ہوگئی کہ اس کا جسم جلنے لگا اس کی چیخ نکل گئی دوسرے لمحے فضا ایک دم سرد ہوگئی اور وہ سرنگ میں سے ایک دم اچھل کر باہر آگیا جہاں وہ گرا تھا وہاں تاریکی ہی تاریکی تھی اس نے ایک ہاتھ سے زمین کو ٹٹولا گھبرا کر اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کو کھینچا مگر اس کی کلائی کسی انسانی پنجر کے ہڈیوں والے ہاتھ نے پکڑلی تھی اس نے زور سے ہاتھ کو جھٹکا دیا ہڈیوں والا ہاتھ نیچے گر پڑا وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا اسے اندھیرے میں زمین پر انسانی ہڈیوں کے پنجر بکھرے ہوئے نظر آئے اس نے اوپر نگاہ ڈالی اوپر وہ ہی مٹیالے رنگ کی دھندلی چھت تھی آہستہ آہستہ اسے اندھیرے میں نظر آنا شروع ہوگیا اس نے دیکھا کہ انسانی ہڈیوں کے پنجر اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ کوئی پنجر آدھا زمین میں دھنسا ہوا تھا کسی کی صرف کھوپڑی اور گردن کی ہڈی باہر تھی اور کسی پنجر کی صرف ٹانگیں اور ہاتھ زمین سے باہر نکلے ہوئے تھے سامنے کی طرف دھوئیں کا غبار سا اٹھ رہا تھا وہ اس کی طرف بڑھا کہ شاید ادھر سے کوئی راستہ باہر نکلنے کا مل جائے دھواں نسواری رنگ کا تھا وہ دھوئیں کے غبار میں داخل ہوگیا سخت ناگوار بدبو میں اس کا سانس بند ہونے لگا۔ وہ دوڑ پڑا اور دوڑتے دوڑتے غبار میں سے نکل گیا۔

اب وہ ایک ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں اندھیرا کم ہوگیا تھا اس کے سامنے سایوں کی وادی تھی جس کے درمیان ایک چھوٹا سا راستہ بنا ہوا تھا وہ اس راستے پر چل پڑا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا پیچھے وادی کا راستہ اندھیرے میں چھپتا جارہا تھا چلتے چلتے وہ چھوٹے ٹیلوں کے پاس آگیا جن کی چوٹیاں تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی وہ ذرا آگے آگیا تو اسے ٹیلوں کے درمیان ایک جھیل دکھائی دی جھیل کی سطح ہی دھند کی پتلی پتلی لہریں حرکت کررہی تھیں اچانک اسے دھند کی لہروں میں ایک کشتی اپنی طرف آتی دکھائی دی وہ غور سے اس کشتی کو دیکھنے لگا کشتی ذرا قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ کشتی میں کوئی بیٹھا چپو چلا رہا تھا کشتی بڑی آہستہ آہستہ اور رک رک کر کنارے کی طرف آرہی تھی جب کشتی ذرا اور قریب آگئی تو شاہان کو کشتی میں بیٹھی ہوئی ایک عورت نظر آئی جو دونوں ہاتھوں سے بہت زور لگا کر چپو چلا رہی تھی کشتی کنارے پر اس جگہ آکر رک گئی جہاں وہ خود کھڑا تھا کشتی میں بیٹھی ہوئی عورت کچھ دیر ٹکٹکی باندھے شاہان کی طرف دیکھتی رہی اس عورت نے گہرے رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی اور اس کے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے وہ حیرت میں گم تھا کہ اس مردوں کی وادی میں یہ زندہ عورت کہاں سے نمودار ہوگئی عورت بالکل زندہ حالت میں تھی اور اس کی سیاہ آنکھوں میں زندگی کی چمک موجود تھی اسے فوراً خیال آگیا کہ وہ زمین سے باہر آگیا ہے اور یہ قبرستان سے دور کوئی ایسا علاقہ ہے جو اب تک اس کی نگاہوں سے اوجھل تھا ایک زندہ عورت کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے دل میں زندہ رہنے کی ساری خواہشیں اور زندگی کے سارے جذبے بیدار ہوگئے اس نے عورت سے کہا۔

مجھے جھیل کے پار اتار دو میں راستہ بھول کر ادھر آ گیا ہوں کشتی میں بیٹھی ہوئی عورت اسے ٹکٹکی باندھے تکتی رہی جب شاہان نے بے تاب ہو کر دوسری بار عورت سے جھیل کے پار لے جانے کے لیے کہا تو عورت بولی۔

کشی میں بیٹھ جاؤ۔ وہ فورا کشتی میں بیٹھ گیا کشی میں بیٹھتے وقت اس نے محسوس کیا کہ کشتی اس کے بیٹھنے سے بالکل نہیں ڈگمگائی تھی وہ پراسرار عورت کشتی کے ایک سرے پر بیٹھی تھی اور وہ کشتی کے درمیان بیٹھ گیا عورت مسلسل اسے تک رہی تھی شاہان نے پوچھا۔

یہ شہر کا کون سا علاقہ ہے پہلے تو میں نے یہاں جھیل نہیں دیکھی پراسرار عورت نے کوئی جواب نہ دیا اور کشتی کو گھما کر واپس لے جانے لگی تب شاہان نے دیکھا کہ جھیل کا پانی جو تارکول کی طرح سیاہ تھا اتنا بھاری اور گاڑھا ہے کہ عورت کو چپو چلاتے وقت کافی زور لگانا پڑھ رہا تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ اس جھیل کا پانی اتنا گاڑھا اور بھاری کیسے ہو گیا اس نے عورت سے کہا۔

تم یہاں آ کر بیٹھ جاؤ میں کشتی چلاتا ہوں عورت نے چپو چلاتے چلاتے ساتھ زور آزمائی کرنے لگی لگتا تھا کہ کشتی تاریک دلدل کے اوپر چل رہی ہے کشتی رک رک کر دوسرے کنارے کی طرف جا رہی تھی اس وقت شاہان کا شک یقین میں بدل گیا کہ وہ ابھی عذاب زدہ گناہ گار مردوں کی دنیا میں ہی ہے وہ ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا کشتی جوں کی رفتار کے ساتھ سیاہ کالی جھیل کی دلدل میں دوسرے کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی اس سے رہا نہ گیا تو وہ اس معمے کو حل کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور جہاں ہے وہ کون سی جگہ ہے اور وہاں سے کیسے باہر نکلا جا سکتا ہے اس عورت سے سوال کیا۔

یہ کون سی جگہ ہے اور تم کون ہو اور تمہیں میرا نام کیسے پتہ لگا۔

عورت نے فوراً جواب نہ دیا کچھ دیر خاموشی چھائی رہی وہ چپو زور لگا لگا کر چلاتی رہی پھر بولی۔ مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے ابھی خاموش ہو کر بیٹھے رہو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ وہ خاموش ہو گیا اس کے بعد اس نے کوئی سوال نہ کیا کافی دیر کے بعد کشتی جھیل کے دوسرے کنارے پر آ کر رک گئی عورت عورت نے دھیمی آواز میں کہا۔

آواز مت نکالنا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ عورت کشتی سے اتر گئی وہ بھی اسکے پیچھے اتر گیا عورت ایک طرف کو چل پڑی اور وہ اس کے پیچھے چلنے لگا راستہ میں اس طرح گھٹن کا احساس تھا اور مٹیالی دھند پھیلی ہوئی تھی دونوں جانب اندھیرا تھا اس اندھیرے میں کہیں کہیں مکانوں کے دروازے سے نظر آ رہے تھے اندھیرے کی دھند میں ڈوبے مکانوں کے صرف دروازے ہی دکھائی دے رہے تھے کسی مکان کا دروازہ کھلا تھا کسی مکان کا دروازہ بند تھا ایک مکان کے کھلے دروازے قریب سے گزرتے ہوئے اسے اندر سے کسی کے رونے کی اور سسکیاں بھرنے کی دبی دبی ہوئی آواز سنائی دی خوف کی ایک سرد لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی وہ جلدی سے قدم بڑھا کر پراسرار عورت کے قریب ہو گیا وہ اس سے ان پراسرار مکانوں اور ایک مکان کے دروازے کے اندر سے آتی سسکیوں اور رونے کی آواز کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے خیال آ گیا کہ پراسرار عورت نے اسے بولنے سے منع کیا ہوا ہے پراسرار مکان پیچھے رہ گئے۔ ساڑھی والی پراسرار عورت اسکے آگے آگے چل رہی تھی مٹیالی روشنی کی دھند میں اس کا ہیولا سا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد بائیں جانب پھر ایک مکان کا دروازہ آ گیا عورت وہاں پہنچ کر رک گئی شاہان بھی رک گیا

اور مکان کو تکنے لگا مکان کی اوپر والی منزل دھندلی لہروں میں چھپی ہوئی تھی دروازے کا ایک پٹ کھلا تھا ڈیوڑی تاریکی ہی تاریکی تھی یہ کسی پرانی شکستہ حویلی کا دروازہ لگ رہا تھا عورت نے اس کو ہاتھ سے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور مکان میں داخل ہوگئی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے مکان کی ڈیوڑھی میں آگیا اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا عورت کا ہاتھ برف کی طرح ٹھنڈا تھا وہ اسے اپنے ساتھ چلتی اندھیری ڈیوڑی میں سے گزر گئی سامنے ایک تنگ دلان تھا جہاں وہ ہی پھیکی پھیکی سی بیماری سی نسواری رنگ کی روشنی تھی دالان کے کونے میں ایک کوٹھڑی تھی جس کا دروازہ بند تھا پراسرار عورت نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور دھیمی آواز میں بولی۔

بولنا مت دلان کے اوپر بھی وہ ہی مٹیالی دھند کی چادر تنی ہوئی تھی سامنے صرف کونے والی کوٹھری کا دروازہ دھندلا دھندلا نظر آرہا تھا عورت اس کو اس کوٹھڑی میں لے گئی کوٹھڑی میں گھپ اندھیرا چھا رہا تھا عورت نے کہا۔ٹھہرو میں دیا جلاتی ہوں اس کے ساتھ ہی اندھیرے میں ایک دیئے کی لو ٹمٹائی شاہان نے دیکھا کہ عورت کے ہاتھ میں مٹی کا ایک چھوٹا سا دیا۔اس نے دیئے کو دیوار کے طاق میں رکھ دیا شاہان نے کوٹھڑی کا جائزہ لیا یہ ایک تنگ سی کوٹھڑی تھی جس کی دیواریں بوسیدہ ہو رہی تھیں ایک طرف مٹی کا دوفٹ اونچا چبوترہ تھا عورت نے اس سے کہا۔

چبوترے ہی میں بیٹھ جاؤ۔ وہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گیا عورت سامنے والی دیوار کے پاس جاکر جھک گئی اور زمین کی مٹی ہٹا کر اندر سے ایک مٹیا کا چھوٹا سا مٹکا نکال کر لے آئی۔اس نے مٹکا چبوترے پر رکھ دیا اور خود بھی وہاں بیٹھ گئی کہنے لگی۔

میں سب سے پہلے تمہیں ایک شے دکھانا چاہتی ہوں مٹکے کا منہ کپڑے سے بند تھا اس نے مٹک کے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور مٹکے کو چبوترے پر الٹ دیا اندر سے ہڈیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نکلے ان میں ایک گردآلود انسانی کھوپڑی بھی تھی پراسرار عورت کہنے لگی۔

میرے جسم کی ہڈیاں اور یہ میری کھوپڑی ہے شاہان یہ سنتے ہی حیرت میں ڈوب گیا اور پراسرار عورت کو تکنے لگا دیئے کی کمزوری سی روشنی میں پراسرار عورت کی سیاہ آنکھوں میں ایک پراسرار مقناطیسی چمک تھی وہ سانولے رنگ کی عورت تھی اس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی چہرے کے نقش پرکشش تھے وہ اسی وقت سمجھ گیا کہ یہ عورت بھی کوئی بھٹکی ہوئی بدروح ہے وہ کچھ پوچھنے لگا۔تو پراسرار عورت نے اپنا ٹھنڈی انگلیوں والا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا اور بولی۔

تمہیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی تمہیں سب کچھ بتادوں گی میں اس لیے تمہیں یہاں لائی ہوں۔۔ پراسرار عورت نے ہاتھ نیچے کرلیا۔ایک نظر جلتے ہوئے دیئے کی لو پرڈالی پھر شاہان کو دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر کہنے لگی۔

میرا نام تلسی ہے اجین شہر میں ایک ناچنے والی کے ہاں میرا جنم ہوا میں نے گناہ اور پاپ کے ماحول میں آنکھ کھولی ذرا ہوش سنبھالا تو میری ماتا مجھے ایک گاؤں میں اپنی ایک سہیلی کے ہاں چھوڑ آئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں بھی ناچنے گانے کا دھندہ کروں وہ مجھے گناہ کی دنیا سے دور رکھنا چاہتی تھی میں اپنی ماتا کی سہیلی کے ہاں رہنے لگی میری ماتا ہر مہینے مجھ سے آکرمل جایا کرتی تھی ماتا کی بیٹی گاؤں کے مندر کے بجاری کی بیٹی تھی جوان ہوئی تو میری ماتا جی اگلی دنیا کو چلی گئی انکی موت کے بعد میں نے پرپرزے نکالنے شروع کردیئے گناہ

کے جراثیم میرے خون میں پہلے سے موجود تھے میرے گاؤں کے ایک گوالے سے آنکھ مٹکا ہوگیا ماتاجی کیسہیلی کو پتہ چلا تو اس نے اپنے بھائی کے بیٹے سے میرا بیاہ کردیا۔ اس کا نام آنند تھا آنند گاؤں کے مندر کے باہر پھول بیچا کرتا تھا وہ کمزور ہونے کی حد تک بھلا مانس تھا مجھے ایسا ہی پتی چاہیے تھا میں نے بہت جلد اسے اپنا مطیع بنالیا اور اسی گوالے سے ملنا شروع کردیا۔ جانے کہاں سے مرے پتی آنند کے اندر کا مرد جاگ اٹھا ایک دن اس نے ہم دونوں کو ملتے ہوئے دیکھ لیا۔ آنند نے اس وقت تو کچھ نہ کہا مگر اس نے میرا گھر سے نکلنا بند کردیا۔ اسگوالے نے مجھ پر جادو سا کردیا تھا جب اس کی جدائی میری برداشت سے باہر ہوگئی تو میں اپنے ایک وقف کار سپیرے سے ایک زہریلا سانپ پٹاری میں بند کرکے لے گئی اور پٹاری چارپائی کے نیچے رکھ دی رات کو جب آنند سوگیا تو میں نے پٹاری کھول کر زہریلا ناگ اس پر الٹ دیا اور خود کوٹھڑی میں سے نکل گئی جب سویرا ہوا تو میں کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر اندر گئی میرا پتی مردہ پڑا تھا سانپ نے اسے ڈس کر ہلاک کردیا تھا میں نے رونا شروع کردیا گاؤں والے جمع ہوگئے میں نے انہیں بتایا کہ میرے شوہر کو سانپ نے ڈس لیا ہے میں بیوہ ہوگئی ہوں میں نے پھر بھی گوالے کو نہ چھوڑا ایک وقت آنے پر اس نے دھوکے سے مجھے شہر بلا کر وہاں فروخت کردیا اور پھر آج میری زندگی گناہ آلود زندگی سے جاملی آخرکار ایک روز میرا بھی وہی انجام ہوا میں ایک بدمعاش کے ہاتھوں قتل ہوگئی ہم ہندوؤں مذہب کے لوگ آگوان پر یقین رکھتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد ہمارے کرموں کے مطابق دوسرا جنم ہوتا ہے میرے ساتھ بھی یہی ہوا میرا دوسرا جنم میرے برے کرموں کے مطابق لومڑی کے روپ میں ہوا جب میں مرگئی تو میرا تیسرا جنم کتیا کے روپ میں ہوا اس طرح کئی ایک جنم لینے کے بعد آخر میں اپنی ہی بدروح کی شکل میں جنم لیا مجھے یہاں سے نجات تو نہیں مل سکتی اگر میں اس بدروح کے روپ میں ھائی کے کام کروں اور دوسروں کی مدد کروں تو میرا جنم جنم کا چکر ختم ہوسکتا ہے اور دوسرا تمہارا ایک ہمدرد نے بھی مجھے تمہاری مدد کرنے کا کہا ہے اس کا نام وقت آنے پر بتاؤں گی یہی وجہ ہے کہ جب مجھے پتہ چلا کہ ایک انسان اس زمین کے نیچے اس دنیا میں مشکل میں ہے تو جس کو ایک خطرناک چرن نے اپنے قابو میں کرلیا ہے تو میں فوراً تمہاری مدد کو آگئی پراسرار عورت یعنی تلسی نے اپنی داستان سنادی۔ اور پھر وہ خاموش ہوگئی۔

شاہان بڑی توجہ سے تلسی کی کہانی سنتا رہا تھا وہ ہندومت کے ماننے والوں کے آواگون یعنی بار بار جنم لینے کے عقیدے سے بھی بخوبی واقف تھا چنانچہ عورت یعنی تلسی کی کہانی ساری اس کی سمجھ میں آگئی پر وہ یہ بات نہ جان سکا کہ ایسا کون سا میرا ہمدرد ہے۔ جس نے تلسی کو میری مدد کرنے کا کہا تھا۔ بحرحال اب اسے یقین ہوگیا تھا وہ زمین کے نیچے بدروحوں اور شیطانی مخلوق کی دنیا میں آگیا ہے وہ چرن کی بدروح کے چنگل سے نکل کر اپنی انسانوں کی دنیا میں واپس جانا چاہتا تھا۔ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا وہ جان گیا تھا کہ اس مشکل وقت میں یہ بدروح عورت اس کے کام آسکتی ہے جبکہ وہ خود بھی اس کی مدد کرنے کے لیے تیار بھی تھی وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان بدروحوں کے پاس اپنی طاقتیں ہوتی ہیں اور وہ مقابلہ کرسکتی ہیں چرن سے چنانچہ تلسی کی داستان سننے کے بعد اس نے تلسی سے کہا۔

مجھ سے انجانے میں ایک بھول ہوگئی تھی میں چرن کی بدروح سے جو مجھے تنگ کرتی ہے چھٹکارہ پانے کے لیے عمل کرنے بیٹھ گیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ چرن مرنے کے بعد اور طاقتور ہوجائیگا۔ میری کسی غلطی سے عمل الٹا پڑ گیا اور چرن کی کھوپری ٹوٹ گئی اور اس کا آدھا حصہ الگ ہوگیا اسی لمحے چرن کی بدروح غضبناک

ہو کر میرے سامنے آگئی اور اس نے اپنے قتل اور وجود کی تباہی کا بدلہ لینے کے لیے بدروحوں کی اس زیر زمین دنیا میں باہر نکلنے کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں اس نے یہ بھی کہا کہ یہ میرا پہلا بدلا ہے اس کے بعد اس کے انتقام کا سلسلہ جاری رہے گا تلسی کہنے لگی۔

تمہیں یہ سب کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے سب معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے

شاہان نے عجز وانکساری سے کہا۔ کسی طرح مجھے یہاں سے باہر نکال دو۔

بدروح تلسی نے کہا میں چرن کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس کی شیطانی طاقت مجھ سے زیادہ ہے اسے اگر ذرا بھی شک ہو گیا یا اسے ذرا سی بھی بھنگ پڑ گئی کہ میں تمہاری مدد کر رہی ہوں تو وہ مجھے جلا کر راکھ کر دے گا تو اس نے ناامید ہو کر کہا۔

کیا اب میں کبھی زندہ انسانوں کی دنیا میں واپس نہیں جا سکوں گا۔

تلسی بولی اگر ایسی بات ہوتی تو میں خود تمہاری مدد کرنے تمہارے پاس نہ آتی یہ میرا آخری جنم ہے اگر میں نے اس جنم میں بھلائی کے کام کیے دکھی لوگوں کی سیوا کی تو مجھے مکتی مل جائے گی تمہیں یہاں سے نکالنے کے لیے جو ہو سکا میں کروں گی لیکن تمہیں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا جیسے میں کہوں ویسے کرنا ہوگا اس میں اگر میری جان جا سکتی ہے تو تمہاری جان کو بھی خطرہ ہے چرن پھر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔

وہ کہنے لگا۔ میں حیران ہوں کہ اس نے مجھے زندہ کیسے چھوڑ دیا۔ مجھے قبر کے اندر بھی ہلاک کر سکتا تھا۔

تلسی نے کہا۔ وہ تمہیں اذیت دے کر آہستہ آہستہ مارنا چاہتا ہے اس طرح اس کے انتقام کے جذبے کو تسکین ملتی رہے گی بدروحیں اس طرح اپنے دشمن کو اسے بدلہ لیا کرتی ہیں۔

ٹھیک ہے تم جو کہو گی میں وہ کروں گا میں تمہیں یہاں رکھنا نہیں چاہتی یہ جگہ تمہارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں جو مکان ہیں ان میں کون رہتا ہے شاہان نے پوچھا۔

ان مکانوں میں ان آتش پرستوں کی بدروحیں رہتی ہیں جنہوں نے دنیا میں یتیموں اور بیواؤں کی زمین پر ناجائز طور پر قبضہ کر کے اپنے مکان بنا لیئے تھے مرنے کے بعد ان کی گناہ گار روحوں کو یہ سزا دی گئی ہے کہ وہ ان ویران مکانوں میں بھٹکتی پھرتی ہیں اور اپنی اولادوں کو پکارتی ہیں جواب ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں یہاں سے دور ایک دوسری جگہ لے جاؤں گی تو کیا چرن کی بدروح وہاں نہیں آئے گی شاہان میں تمہیں ایسی جگہ چھپا کر رکھوں گی جس جگہ کا چرن کی بدروح کو گمان بھی نہیں ہو سکے گا میرے ساتھ آؤ۔

تلسی کی بدروح شاہان کو لے کر ویران حویلی سے باہر نکل گئی باہر وہ ہی ہلکے نسواری رنگ کی پھیکی دھند پھیلی ہوئی تھی تلسی کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے وہ ایک بار پھر ان مکانوں کے قریب سے گزرا جن کی اوپر والی منزلیں دھند میں ڈوبی ہوئی تھیں اور کسی مکان کا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا اور کسی مکان کا دروازہ پورا بند تھا ان مکانوں کے قریب سے گزرتے ہوئے شاہان نے بڑی درد انگیز مردانہ آوازیں سنیں جن مکانوں کے دروازے بند تھے ان کے اندر سے کسی مرد کی آواز رو رو کر اپنی اولاد کے نام لے لے کر انہیں پکار رہی تھیں جن مکانوں کے دروازے آدھے کھلے تھے ان کے اندر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں دونوں ایک بار پھر تار کول سیاہ جیسی جھیل پر آ گئے۔

تلسی نے شاہان کو کشتی میں اپنے ساتھ بٹھا لیا اور چپو چلانے لگی۔

شاہان نے کہا تلسی لاؤ اب میں چپو چلاتا ہوں تم تھک گئی ہو۔
تلسی بولی تم یہ چپو نہیں چلا سکو گے۔
مگر وہ نہ مانا اور چپو تھام کر بیٹھ گیا جیسے ہی اس نے جھیل کے تارکول ایسے گاڑھے اور سیاہ پانی میں چپو چلانے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا کہ جیسے جھیل کا گاڑھا پانی پتھر کی طرح سخت ہو گیا ہے اور دونوں چپو اس میں جامد ہو گئے ہیں۔ تلسی نے جلد سے چپو خود سنبھالے اور آہستہ آہستہ مگر زور لگا کر انہیں چلانے لگی اس نے کہا اسے تم نہیں اٹھا سکتے کشتی جھیل میں رک رک کر چلی جا رہی تھی جھیل کی سطح کالی سیاہ تھی دھند آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی جھیل کا پاٹ چوڑا ہو گیا تھا دور جھیل کے اوپر سیاہ بادل سا دکھائی دے رہا تھا کشتی کا رخ اسی بادل کی طرف تھا اس نے تلسی سے پوچھا۔
جھیل کے اوپر بادل سا کیا ہے۔
تلسی نے کہا جیسے تم بادل سمجھ رہے ہو وہی جا رہے ہیں لیکن اگر تم خاموش ہی رہو تو بہتر ہے ہماری باتیں فضا میں موجود دشمن بدروحوں تک پہنچ سکتی ہیں۔
شاہان بالکل چپ ہو گیا کشتی دیر تک چلتی رہی دھند کی چادر پتلی ہو گئی تھی اور جس کو وہ بادل سمجھ رہا تھا وہ بادل نہیں تھا بلکہ چھوٹی بڑی سیاہ رنگ کی چٹانیں تھیں جو جھیل کی سطح سے باہر نکلی ہوئی تھیں کوئی چٹان مخروطی یعنی تکونی تھی کوئی چوڑی اور بہت بڑی تھی اور اس کے اوپر کالے برج بنے ہوئے تھے ہر چٹان کے گرد دھند کی لہریں لپٹی ہوئی تھیں کشتی ان چٹانوں کے درمیان سے گزر رہی تھی ان سیاہ فام بلند و بالا خاموش ساکت چٹانوں کو دیکھتے ہی شاہان پر ایک ہیبت طاری ہو رہی تھی وہاں کوئی آواز نہیں تھی جھیل کا پانی گاڑھا ہونے کی وجہ سے چپو کے چلنے کی آواز میں نہیں آ رہی تھی چٹانیں بہت قریب قریب آ گئی تھیں ہیبت ناک چٹانوں کے درمیان سے گزرنے کے بعد تلسی کشتی کو ایک بڑی چٹان کے عقب میں لے آئی اس سیاہ فام چٹان کی چوڑی دیوار جھیل میں سے نکل کر سیدھی اوپر تک چلی گئی تھی چٹان کے اوپر دو تین برج شاہان کو نظر آئے یہ برجوں والی چٹان تھی چٹان کے عقب میں جھیل کا پانی ایک بہت بڑے غار میں داخل ہو گیا تھا تلسی کشتی کو غار کے اندر لے گئی غار ایک کشادہ سرنگ کی طرح تھی جس کی دیواروں میں سے سیاہ پانی رس رہا تھا اور اس کے موٹے موٹے قطرے پانی میں ٹپک رہے تھے کشتی آہستہ آہستہ غار کے اندر بڑھ رہی تھی اس جگہ سے اچانک کسی عورت کی تکلیف دہ چیخ کی آواز بلند ہوئی اور وہ سہم گیا وہ تلسی سے اس چیخ کے بارے میں پوچھنے والا تھا کہ تلسی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا چیخ کی آواز غار میں کچھ دیر تک گونجتی رہی پھر غائب ہو گئی کشتی غار کے اندر ایک جگہ پر آ گئی جہاں غار کی دیوار میں گول شگاف بنا ہوا تھا اس شگاف کے باہر پتھر کی سڑھیاں تھیں جو جھیل کے سیاہ پانی میں اتر گئی تھیں تلسی نے کشتی ان سڑھیوں کے ساتھ لگا دی اور آہستہ سے کہا۔
میرے ساتھ آؤ۔
شگاف کے اندر پتھروں میں چند قدم چلنے کے بعد دیوار میں یک زینہ اوپر کو جاتا تھا تلسی زینہ چڑھنے لگی شاہان اس کے پیچھے تھا زینہ تھوڑا سا گھوم کر اوپر جا کر ختم ہو گیا ایک کالے پتھروں کی ایک تنگ سی چوکھٹ تھی چوکھٹ کے پاس آ کر تلسی رک گئی وہ اس کے پیچھے تھا تلسی نے اپنے ہونٹ اس کے کان کے پاس لا کر سرگوشی کی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے خاموش رہنا۔ یہاں ٹھہر جاؤ۔

تنا کہہ کر تلسی نے جیسے ہی چوکھٹ کے اندر قدم رکھا ایک انسانی ڈھانچہ دیوار میں سے نکل کر سامنے آ گیا ڈھانچے کی پسلیوں کی ہڈیاں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے سانپ لپٹے ہوئے تھے اس کی کھوپڑی کا منہ کھلا تھا ڈھانچے نے اپنے دونوں پنجے تلسی کو دبوچنے کے لیے آگے بڑھائے تلسی نے اپنے بازو اوپر اٹھا دیئے اور اسی عجیب وغریب زبان میں کچھ پڑھنے لگی اس کے پڑھتے ہی انسانی ڈھانچے نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے اور جس دیوار میں سے نکلا تھا اسی دیوار میں جا کر غائب ہو گیا تلسی نے اس کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا وہ ایک تنگ سرنگ میں سے گزر کر ایک کوٹھڑی میں آ گئے جس کی اک کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور باہر سے دھندلی دھندلی روشنی اندر آ رہی تھی کوٹھڑی کا فرش سیاہ پتھر کا تھا دیواریں بھی سیاہ تھیں پتھریلی تھیں ایک جگہ دیوار میں طاق بنا ہوا تھا طاق میں پتھر کی ایک مورتی کا صرف سر ہی نظر آ رہا تھا مورتی کا چہرہ بڑا ہی ڈراؤنا تھا تلسی نے مورتی کے آگے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر کچھ پڑھا اور بولی۔

ماتا تو سب جانتی ہے اس انسان سے ایک غلطی ہو گئی ہے اور یہ چرن کی بدروح کی پکڑ میں آ گیا ہے۔ میں اسے واپس انسانوں کی دنیا میں پہنچانا چاہتی ہوں مگر تیری سہائتا کے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتی مجھے شکتی دے کہ میں اسے چرن کی بدروح کے پنجے سے نکال سکوں اتنا کہہ کر تلسی ہاتھ باندھے مورتی کے آگے جھک گئی وہ کچھ دیر اسی حالت میں رہی شاہان سامنے والی دیوار سے لگ کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اچانک ایسی آواز آئی جیسے باہر بڑے زور سے بادل گرجے ہوں مورتی میں سے آسمانی بجلی کی ایک لہر نکلی اور تلسی کے سر میں داخل ہو کر غائب ہو گئی سناٹا چھا گیا تلسی نے سر اٹھا لیا اس نے کہا۔

ماتا تو نے میری پراتھنا سویکار کر لی۔ میں وچن دیتی ہوں کہ اسی طرح بھلائی کے کام کرتی رہوں گی تلسی نے طاق میں ہاتھ ڈال کر مورتی کے ماتھے پر انگلی لگا کر اسے اپنے ماتھے پر لگا دیا اور سر جھکا کر پرنام کرنے کے بعد پلٹ کر شاہان کے پاس آ کر بولی۔

ماتا کے حکم پر میرے پاس آ جا۔ اس کے بعد تلسی نے مٹھی کھولی تو اس میں چھوٹا سا کالا بچھو تھا یہ بچھو بالکل ساکت تھا کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا بچھو ایک کالے دھاگے میں پرویا ہوا تھا تلسی کہنے لگی۔

یہ بچھو ہے ماتا کا وردھان ہے اپنا بایاں بازو آگے کرو۔ اس نے آستین اونچی کر کے اپنا بازو آگے کر دیا۔ تلسی بچھو اس کے بازو پر باندھنے لگی کالا بچھو اسکے بازو پر باندھنے کے بعد تلسی نے کہا۔

جب تک یہ بچھو تمہارے بازو پر رہے گا تم پر چرن کی بدروح کا کوئی عمل اثر نہیں کرے گا لیکن تمہیں بچھو اس دنیا سے باہر نکلنے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے گا۔

لیکن مجھے تو اس دنیا سے باہر نکلنا ہے۔

یہ سب کچھ میں تمہیں تمہاری دنیا میں پہنچانے کے لیے کر رہی ہوں لیکن اس کے لیے سب سے پہلے تمہاری دنیا کا راستہ ڈھونڈنا ضروری ہے اس کے بعد تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گی اب ہم یہاں سے واپس چلیں تلسی نے شاہان کو ساتھ لیا اور برجوں والی کالی چٹان میں سے نکل کر اس جگہ آ گئی جہاں اس نے جھیل کے سیاہ دلدلی پانی میں کشتی کھڑی کی تھی دونوں کشتی میں بیٹھ گئے اور کشتی واپس روانہ ہو گئی جب وہ سیاہ چٹانوں میں سے نکل آئے تو شاہان نے پوچھا۔

اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔

تلسی نے کہا میں تمہیں ایک محفوظ جگہ پر لے جا رہی ہوں۔ جہاں تم اس وقت تک رہو گے جب تک

میں واپس نہیں آجاتی۔ اس کے بعد شاہان نے کوئی سوال نہ کیا کشتی سیاہ چٹانوں سے بھی آگے کافی دور نکل آئی تھی یہاں جھیل کا کالا پانی لال رنگ کا ہوگیا تھا اور اس میں ہلکی ہلکی لہریں بھی اٹھنے لگی تھیں جھیل کا پانی اب گاڑھا کو جما ہوا نہیں رہا تھا تلسی بڑی آسانی سے چپو چلا رہی تھی اس نے کہا۔

جھیل کا پانی لال کیوں ہوگیا ہے۔

تلسی نے کہا۔ میں اس کا جواب تمہیں نہیں دے سکتی۔ بہتر ہے کہ تم کوئی سوال نہ پوچھو۔

وہ خاموش ہوگیا۔ لال پانیوں میں کشتی کافی دیر تک چلتی رہی ایک جگہ شاہان نے لال پانی میں تیرتی ہوئی لال رنگ کی انسانی لاش دیکھی لاش کے سر میں سے خون کا فوارا چھوٹ رہا تھا جس سے جھیل کا پانی اور لال ہو رہا تھا لاش کشتی کے قریب سے بہتی ہوئی گزر گئی وہ تلسی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ لاش کس کی ہے مگر تلسی نے اسے سوال کرنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ خاموش رہا دور جھیل میں سے باہر ابھری ہوئی کچھ چٹانیں دکھائی دیں تلسی نے خود ہی ان پہاڑوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

ہمیں ان پہاڑیوں میں جانا ہے یہ لال لاشوں کا جزیرہ ہے۔

وہ کچھ پوچھنے کے بجائے دور سے نظر آنے والی پہاڑیوں کو دیکھنے لگا کشتی ان پہاڑیوں کے قریب آگئی تھی یہ کسی جزیرے کی پہاڑیاں تھیں اس جزیرے پر لال رنگ کی پتلی سی دھند پھیلی ہوئی تھی ایسے رنگ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں نے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیرے رکھا تھا جزیرے کے سارے درخت سوکھے ہوئے اور خشک تھے کسی درخت کی ٹہنی پر کوئی پتہ نہیں تھا۔ سوکھی ہوئی ٹہنیاں نیچے کو لٹک رہی تھیں جیسے مردہ ہو چکی ہوں زمین پر لال رنگ کی گھاس اگی ہوئی تھی۔ شاہان دل میں ڈر رہا تھا کہ یہ عورت اسے کسی قسم کے ڈراؤنے جزیرے میں لے آئی ہے۔ جس کو وہ لال لاشوں کا جزیرہ کہہ رہی تھی ابھی تک اس کو کوئی لال لاش دکھائی نہیں دی تھی کشتی کنارے پر لگا کر وہ تلسی کے ساتھ چل رہا تھا زمین پر اگی ہوئی لال گھاس پر اس نے دو تین جگہوں پر سرخ خون کے بڑے بڑے دھبے دیکھے جو بالکل تازہ خون کے دھبے تھے اس نے تلسی سے خون کے اس دھبوں کے بارے میں بھی کوئی سوال نہ کیا اس نے محسوس کیا کہ تلسی جزیرے کے سوکھی اور لٹکی ہوئی ٹہنی والے درخت سے دور رہ کر چل رہی ہے ان درختوں کے درمیان آ کر خود ہی تلسی کہنے لگی۔

ان درختوں کی طرف گھور کر مت دیکھنا اپنی نظریں بالکل سامنے رکھو۔

شاہان کو تعجب ہوا کہ درختوں کی طرف گھور کر دیکھنے سے بھلا کیا ہوتا ہے لیکن قدرتی طور پر اس کے دل میں تجسس پیدا ہوا کہ ایک درخت کو گھور کر دیکھنے سے آخر حرج کیا ہے۔ اور اگر اس نے کسی درخت کو گھور کر دیکھ بھی لیا تو کسی کو تو معلوم نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ چلتے چلتے اس نے کسی درخت کو گھور کر دیکھ لیا اس کے ایسا کرنے سے درخت کی لٹکی ہوئی مردہ شاخوں میں جیسے جان پڑ گئی ایک دم سے دو شاخیں اوپر کو اٹھ کر شاہان کی طرف اس طرح بڑھنے لگیں جیسے اسے دبوچ لینا چاہتی ہوں تلسی نے فوراً اس کا بازو پکڑ کر زمین پر بیٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی سوکھے درختوں کی سوکھی شاخیں انسانی پنجوں کی طرح جہاں تھوڑی دیر پہلے شاہان کھڑا تھا وہاں ہوا میں ادھر ادھر ہاتھ چلانے لگیں جیسے اسے تلاش کر رہی ہوں۔ پھر پیچھے ہٹ گئی اور اسی طرح دوبارہ مردہ ہو کر نیچے کو لٹک گئیں تلسی اس کو کھینچتی ہوئی دور لے گئی اور غصہ سے بولی۔

جب میں نے تمہیں منع کیا تھا تو تم نے درخت کی طرف گھور کر کیوں دیکھا تھا اس نے سچ بتا دیا اور بولا مجھ سے غلطی ہوگئی مجھے معاف کر دو تلسی نے اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے کہا اگر آئندہ تم نے اس قسم کی حرکت

کی تو میں تم سے الگ ہو جاؤں گی پھر تم جو چاہو کرنا جہاں چاہو چلے جانا۔
اس نے معذرت چاہنے کے انداز میں کہ آئندہ ایسا ہر گز نہ ہوگا۔
تلسی کہنے لگی تمہیں معلوم ہے اگر میں تمہیں جلدی سے پکڑ کر نیچے نہ بٹھاتی تو کیا ہوتا اس درخت نے تمہاری لاش کی ہڈیوں کو بھی نہیں چھوڑنا تھا۔
اس نے اپنی سنگین غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے ایک بار پھر تلسی سے معذرت چاہی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اس طرح کی غلطی نہیں کرے گا۔
چلتے چلتے وہ ان خوفناک درختوں کو پیچھے چھوڑ آئے سامنے ایک چھوٹے ٹیلے کی ڈھلان پر زمین سے تھوڑی بلندی پر باہر کو نکلی ہوئی پتھر کی ایک چاردیواری بنی ہوئی تھی اس چاردیواری تک جانے کے لیے ٹیلے کی ڈھلان پر پتھروں کو کھود کر چھ سات سیڑھیاں بنائی ہوئی تھیں سہ سیڑھیاں چڑھ کر چاردیواری کے پاس آ گئے چاردیواری لال رنگ کے پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی اس کے تنگ دروازے کے اوپر بڑا ڈراؤنا مجسمہ بنا ہوا تھا اس کی آنکھیں بڑے خوفناک انداز میں پوری کھلی ہوئی تھیں اور اس کی سرخ زبان منہ سے باہر لٹکی ہوئی تھی۔ تلسی نے اس بارہدری کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔
یہ تمہاری کوٹھڑی کی باری دری ہے تمہیں اس کوٹھری میں کچھ دن گزارنے ہوں گے تنگ دروازے میں سے گزرنے کے بعد کونے میں ایک تاریک زینہ تھا وہ زینہ چڑھ کر اوپر بارہ دری والی کوٹھڑی میں آ گئے بارہ دری میں سے دھند میں لپٹی ہوئی لال سی بیمار سی روشنی کوٹھڑی میں آ رہی تھی فرش پتھروں کا تھا جہاں دیوار کے ساتھ لال گھاس کا بستر بچھا ہوا تھا تلسی کہنے لگی۔
میں تمہیں یہاں چھوڑ کر جا رہی ہوں میں تمہارے لیے کام کے لیے جا رہی ہوں کب واپس آؤں گی پتہ نہیں ایک دم میں بھی آ سکتی ہوں اور مجھے ایک ماہ بھی لگ سکتا ہے مگر تم اس دوران یہاں سے باہر نہیں نکلو گے بارہ دری میں بھی نہیں جاؤ گے میں جانتی ہوں کہ بدروحوں کی اس دنیا میں بھوک پیاس محسوس ہوگی اور نہ نیند ی ضرورت محسوس ہوگی لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم ابھی تک انسان ہو زندہ انسان بدروح نہیں ہو اگر انسان ہونے کی وجہ سے بہت ہی مجبوری کی حالت میں تمہاری دل باہر جانے کو چاہا تو جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو صرف تھوڑی دیر کے لیے تم باہر چلے جانا لیکن دو باتیں یاد رکھنا ایک تو اپنے بازو پر بندھے ہوئے بچھو کو دیکھ کر تسلی کر لینا کہ وہ تمہارے بازو پر ہی بندھا ہوا ہے دوسرا اس چاردیواری کے قریب ہی رہنا جزیرے کے اندر جانے کا کیا ہو کچھ بھی دل میں مت لانا اب میں جاتی ہوں۔
تلسی جاتی جاتی رک گئی شاہان کی طرف دیکھ کر بولی اس چاردیواری کے دروازے کے پٹ غائب ہیں دروازہ دن رات کھلا رہتا ہے تمہاری اس کوٹھڑی کے دروازے بھی پٹ نہیں ہیں میں احتیاط کے لیے چاردیوری کے باہر ایک منتر پھونکے جاتی ہوں مگر اس جزیرے کی لال لاشیں بڑی طاقتور ہیں یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر تمہیں گھبرانا نہیں ہوگا تمہارے پاس بچھو ہے۔
یہ کہہ کر تلسی چلی گئی مگر شاہان کو ایک نئے خوف نے گھیر لیا۔ یہ خوف اس اس جزیرے کی طاقتور لال لاشوں کا خوف تھا تلسی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ لال لاشیں بڑی طاقتور ہیں۔ اور یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے وہ سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے کہ بچھو بھی لال لاشوں کا مقابلہ نہ کر سکے آخر وہ پتھر کا ہی بے جان بچھو ہے اگر ایسا ہو گیا تو وہ اس کو اپنی اذیت ناک موت یقینی نظر آ رہی ہے اور تلسی کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کب واپس

آ جاتی ہیں وہ خود کہہ کر گئی تھی اسے ایک دن بھی لگ سکتا ہے اور ایک مہینہ بھی لگ سکتا ہے۔ شاہان کو کچھ خبر نہیں تھا کہ بدروحوں کی اس دنیا میں دنیا کے حساب سے دن کتنا لمبا ہوتا ہے اور راتیں کتنی لمبی ہوتی ہیں جب سے وہ اس منحوس دنیا میں داخل ہوا ہے ابھی تک دن ہی دن تھا اسے وہ لال لاشیں یاد آنے لگیں جس کو اس نے جھیل میں بہتے ہوئے دیکھا تھا اور جس کے سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا وہ سوچنے لگا کہ اس سے تو وہ کسی قبر کے اندر ہی چھپ کر بیٹھا رہتا تو اچھا تھا کہ کم از کم وہاں سے کسی نہ کسی وقت باہر نکلنے کے لیے راستہ تو مل ہی جاتا مگر اب وہ ڈروانے اور دہشت ناک خطروں کی دنیا میں آچکا تھا اور اس کے ساتھ کچھ بھی ہوسکتا تھا تلسی کا اسے بڑا حوصلہ تھا وہ بھی اس کو چھوڑ کر جا چکی تھی وہ گھاس کے بستر پر بیٹھ گیا۔

جب بیٹھے بیٹھے تھک گیا مگر نیند اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اس پر ایک سیکنڈ کے لیے کسی وقت غنودگی بھی طاری نہیں ہوئی تھی لیتے لیٹے تھک گیا تو اٹھ کر کوٹھڑی میں ٹہلنے لگا نہ اسے بھوک لگ رہی تھی نہ اسے پیاس لگ رہی تھی وہ زندہ حالت میں موت کی تاریک دنیا میں آگیا تھا جہاں وہ صرف سانس لینے سوچنے اور چلنے پھرنے کی حد تک زندہ تھا زندگی کی باقی ساری علامتیں اور ضرورتیں ختم ہوگئی تھیں ٹہلتے ٹہلتے اس کا کئی بار جی چاہا کہ بارہ دری میں جا کر نیچے جھانک کر دیکھے کہ باہر دن ڈھل رہا ہے یا نہیں۔ لیکن تلسی نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا کہ بارہ دری کے قریب مت جانا بارہ دری میں سے وہ ہی لال رنگ کی بیمارسی روشنی یکسانیت کے ساتھ کوٹھڑی میں آرہی تھی بدروحوں کی اس شیطانی زمین دوز دنیا میں آنے کے بعد اس نے کہیں بھی سورج نہیں دیکھا تھا آسمان پر بھی لال رنگ کی اور اس سے اوپر نسواری رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دن کا وقت ہے یا دوپہر کا یا شام کا وقت ہے وہ بیزار ہوکر لال گھاس کے بستر پر لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تلسی کو آتے آتے ایک مہینہ لگ گیا تو اس کا یہ وقت کیسے کٹے گا وہ لیٹے لیٹے بارہ دری سے آنے والی دھندلی روشنی کو دیکھ رہا تھا کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ لال روشنی کا رنگ نسواری ہوتا جارہا ہے اور پھر اندھیرا سا چھا گیا وہ سمجھ گیا کہ رات ہوگئی ہے لیکن اس کے لیے رات اور دن ایک برابر تھے کیونکہ وہ سو نہیں سکتا تھا اسے رات بھی دن کی طرح کبھی بیٹھ کر کبھی لیٹ کر اور کبھی کوٹھری میں ٹہل کر گزارنی تھی اسے ایسے محسوس ہونے لگا جیسے وہ ایک خلا میں لٹک گیا ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات نہ زندگی ہے نہ موت پھر رات کا گھپ اندھیرا چھا گیا کوٹھڑی میں اندھیرا اتنا گہرا ہوگیا کہ اسے اپنا جسم بھی دکھائی دینا بند ہوگیا اس پر سناٹا اور خاموشی اس قدر چھا گئی تھی کہ جیسے کائنات کی ساری آوازیں خاموش ہوگئی ہوں اب اس کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ بس گھاس کے بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹا رہے اور جب بھی صبح ہو تو اٹھ کر کوٹھڑی میں ٹہلتا اور تلسی کا انتظار کرنا شروع کردے۔

خدا جانے رات کا کیا بجا تھا کتنی رت گزر چکی تھی کتنی رات باقی تھی کوٹھڑی کے اندر اور بارہ دری کے باہر اندھیرا ہی اندھیرا تھا اسے اپنا آپ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا وہ خود اندھیرے میں جیسے تحلیل ہوگیا ہوا تھا اس اندھیرے کو ماحول کی خاموشی اور سناٹا اور زیادہ بھیانک بنا رہا تھا چونکہ شاہان کو اگر کوئی ڈر تھا تو صرف اس بات کا کہ وہ لال لاشوں کے جزیرے میں اکیلا اور بغیر تلسی کے کہیں کوئی بدروح یا کوئی لال لاش نے آکر اس کو ہلاک نہ کردے بچھو جو اس کے پاس تھا اسے اس کا پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا کرتا اس گھپ اندھیرے اور سنسان خاموشی میں اس نے کچھ دبی دبی آوازیں سنیں اس نے چونک کر بارہ دری کی طرف دیکھا آوازیں اسی جانب سے آرہی تھیں یہ ایسی آوازیں تھیں جیسے دو تین آدمی ماتمی عمل پڑھتے بین کرتے چلے آرہے ہوں

آوازیں گھٹی ہوئی تھیں بارہ دری کے قریب آ کر آوازیں بند ہوگئیں شاہان اندھیرے میں ٹکٹکی باندھے بارہ دری کی طرف دیکھ رہا تھا پہلے بارہ دری کے باہر اندھیرا چھایا ہوا تھا پھر باہر اندھیرے میں لال روشنی کا غبار سا پھیل گیا ایک بار کسی کے رونے کی دبی دبی سی آوازیں آنے لگیں شاہان کو تلسی نے بارہ دری کے پاس جانے سے منع کیا تھا مگر وہ بارہ دری کے پاس جا کر دیکھنا چاہتا تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے اور یہ کون رو رہا ہے۔ اس سے رہا نہ گیا اس نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ ایک بار باہر دیکھنے سے کیا فرق پڑ جائے گا وہ گھاس کے بستر سے اٹھا اور دبے پاؤں چل کر بارہ دری میں آ کر بیٹھ گیا پھر اسنے سر اونچا کر کے بارہ دری سے نیچے جھانک کر دیکھا اس نے دیکھا کہ لال روشنی کے غبار میں زمین پر ایک ارتھی ہندوؤں کا جنازہ پڑی ہے ارتھی کے سرہانے کی دونوں جانب دو آدمی سر جھکائے کھڑے تھے ان کے کفن لال رنگ کے تھے اور انہوں نے ہاتھ باندھ رکھے تھے اور باری باری گھٹی گھٹی آواز میں رو رہے تھے ارتھی پر لال کفن میں ایک لاش رکھی تھی لاش کے چہرے پر سے کفن ہٹا ہوا تھا اس کا چہرہ زرد اور بے جان ہے پھر ایک جانب سے ایسی کپکپاتی ہوئی آواز آئی جیسے کوئی کسی کا نام لے کر بلا رہا ہو۔ اس آواز کو سنتے ہی ارتھی کے پاس کھڑے دونوں آدمی ایک دم خاموش ہو گئے انہوں نے اپنے سر کو دوبارہ جھکایا واپس مڑے اور اس طرح سروں کو جھکائے آہستہ آہستہ چلتے اندھیرے میں گم ہو گئے ارتھی کی لاش ساکت بے حس و حرکت پڑی تھی کسی کو ڈراؤنے انداز میں بلانے کی جو آواز ایک طرف سے آئی تھیں وہ خاموش ہو گئی تھیں وہ بارہ دری میں بیٹھا سر باہر نکالے دیکھ رہا تھا وہی آواز ایکبار پھر ابھری وہ اس طرف دیکھنے لگا لال روشنی کا غبار صرف ارتھی والی لاش کے اردگرد دائرے کی شکل میں پھیلا ہوا تھا اس دائرے کے باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اس نے اس گہری تاریکی میں سے ایک انسانی ہیولے کو ابھرتے ہوئے دیکھا یہ انسانی ہیولا اندھیرے میں سے نکل کر ارتھی پر ساکت پڑی لاش کے گرد پھیلی لال روشنی کے غبار میں آیا تو شاہان کو وہ صاف نظر آنے لگا یہ لال رنگ کا ایک انسان نما آدمی تھا جس کے جسم پر لال کفن کے چیتھڑے لٹک رہے تھے اس کے دونوں بازو چلتے وقت بالکل نہیں ہل رہے تھے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس طرح چل رہا تھا جیسے اس میں کسی نے چابی بھر دی ہو اور وہ خود بخود چلا آ رہا تھا اس کے ہونٹوں کے کناروں پر سرخ خون جما ہوا تھا۔

یہ لال لاش ہی ہو سکتی تھی لال لاش ارتھی کے پاس آ کر رک گئی پھر اس نے اپنے دونوں بازو آگے کر دیئے اس نے دیکھا کہ اس زندہ لاش کی انگلیوں کے ناخن چھریوں کی طرح باہر کو نکلے ہوئے تے جیسے ہی اس نے اپنے بازو آگے کر کے ارتھی کی لاش پر نظریں جمائیں لاش میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی وہ اس حالت میں بیٹھی تھی کہ وہ کسی قسم کی حرکت نہیں کر رہی تھی لال لاش ایک قدم چل کر ارتھی والی لاش کے پاس آ گئی لال لاش کو اپنے قریب پا کر ارتھی والی لاش نے اپنے منہ سے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز نکالی لال لاش نے اسی لمحے دونوں ہاتھوں سے لال کی گردن کو دبوچ کر ایک ہی جھٹکے سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا ایک طرف اچھال دیا اور مردے کو کھانا شروع کر دیا لال لاش کسی درندے کی طرح مردے کے گوشت کو دونوں ہاتھوں سے نوچ نوچ کر کھا رہی تھیں یہ منظر دیکھ کر شاہان کے جسم میں خوف کی ایک لہر سی دوڑ گئی مگر وہ بارہ دری سے پیچھے نہ ہٹا۔ اور لاش کو مردے کا گوشت کھاتے اور اور ہڈیاں چباتے دیکھتا رہا اس کے دیکھتے ہی دیکھتے لال لاش مردے کو ہڑپ کر گئی صرف مردے کا پنجرہ رہ گیا تھا جس کو لال لاش نے ایک طرف اچھال دیا اور دونوں بازو پھیلا کر حلق سے گڑگڑاہٹ کی آواز نکالی وہ واپس جانے لگی تو شاہان نے بارہ دری

کی جس منڈیر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اس کا ہاتھ اتفاق سے پھسل گیا اور منڈیر کا چھوٹا سا پتھر جو پہلے ہی اکھڑا ہوا تھا نیچے گر پڑا پتھر کے نیچے گرنے سے آواز پیدا ہوئی اس آواز کو سن کر لال لاش وہیں رک گئی اور اس نے سر اٹھا کر بارہ دری کی طرف دیکھا اس نے سر جلدی سے نیچے کر لیا نیچے پتھر کی جالی لگی ہوئی تھی وہ جالی کے سوراخ میں سے لاس لاش کو دیکھنے لگا لال لاش کچھ ہی دیر کے لیے رک گئی اور بارہ دری کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہی شاید اس نے شاہان کو دیکھ لیا تھا پھر اس کے حلق سے وہی گڑگڑاہٹ کی سی گھٹی گھٹی آواز بلند ہوئی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی لال لاش بارہ دری کی طرف بڑھنے لگی وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا وہ سمجھ گیا تھا کہ لاش اوپر آرہی ہے نیچے ڈیوڑھی کے دروازے کے پٹ نہیں تھے۔اوپر کوٹھڑی کے دروازے کے پٹ بھی غائب تھے دونوں دروازے کھلے تھے خوفناک لال لاش بڑی آسانی سے اوپر آسکتی تھی اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔

اسے یاد آگیا کہ تلسی نے کہا تھا کہ لال لاشوں کے پاس زبردست طاقت ہوتی ہے ہوسکتا ہے کہ بچھوانکی طاقت کا مقابلہ نہ کرسکے اس لیے ان زندہ لاشوں سے ہوشیار رہنا اور کبھی ان کے سمنے مت جانا لیکن اس سے غلطی ہوگئی تھی لال لاش نے اسے دیکھ لیا تھا۔اور اب شاید اسے اوپر کھانے آرہی تھی اسے گڑگڑاہٹ کی دبی دبی آواز سنائی دی یہ لال لاش کے حلق سے نکلنے والی آواز تھی اور کسی بھی لمحے کوٹھڑی میں آکر اس کا سرتن سے جدا کرنے والی تھی وہ خون اور بے بسی کی حالت میں کوٹھڑی میں ادھر ادھر دوڑنے لگا اسے لال لاش سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا اس نے بارہ دری کی طرف دیکھا وہ دوڑ کر بارہ دری میں آگیا۔باہ دری ایک منزلا اونچی تھی نیچے اندھیرا تھا اس نے بدحواسی میں بارہ دری کی دیوار کو ٹٹولا کوئی جنگلی بیل دیوار سے چمٹی ہوئی تھی اور اسے تلاش کر رہی تھی موت شاہان کے سر پر کھڑی تھی اس نے بارہ دری کی دیوار سے چمٹی ہوئی بیل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور نیچے چھلانگ لگا دی وہ بیل کے ساتھ ہی نیچے جھاڑی میں گیا جھاڑی میں گرنے اور اکھڑتی ہوئی جنگلی بیل کے ساتھ ہی نیچے گرنے سے اسے زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں وہ اٹھا اور دیوانہ وار ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا اس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی میں بھاگتا چلا جارہا تھا کبھی کسی جھاڑی میں الجھ کر گر پڑتا گر کا اٹھتا اور پھر دوڑنا شروع ہوجاتا اس کا سانس پھول گیا تھا مگر موت کا خوف اسے کسی جگہ رکنے نہیں دیتا تھا اسے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے لال لاش اس کا تعاقب کر رہی تھی اور اس کے پیچھے دوڑتی چلی آرہی ہے جب اسے بہت زیادہ سانس چڑھ گیا اور اس کا دوڑنا مشکل ہوگیا تو وہ وہیں اندھیرے میں بیٹھ گیا اس نے ہانپتے ہوئے اندھیرے میں دائیں بائیں دیکھنے کی کوشش کی پھر گردن پیچھے موڑ کر دیکھا پیچھے تاریکی ہی تاریکی تھی اسے یوں لگا جیسے لال لاش اس کے سر پر پہنچ چکی ہو اور وہ اپنے دونوں بازو پھیلا کر اس کا سر دبوچنے والی ہے وہ خوفزدہ ہوکر اٹھا اور ہانپتے ہوئے پھر دوڑنے لگا دوڑتے دوڑتے اندھیرے میں وہ کبھی بائیں طرف ہوجاتا تو کبھی دائیں طرف ہوجاتا موت کا خوف اسے دوڑائے جارہا تھا اچانک کسی پتھر سے اس کا پیر ٹکرایا اور وہ ایک کھڈ میں گر پڑا اور وہ اونچی سوکھی گھاس میں گر اتھا گرتے ہی وہ کھڈ کی دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگ اوہ پورا منہ کھولے ہانپ رہا تھا اور اوپر کھڈ کے کناروں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ یہ سننے کی بھی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں سے لال لاش کی گڑگڑاہٹ کی آواز تو نہیں آرہی یہ آواز نہیں آرہی تھی جہان کو ذرا سا اطمینان سا ہوگیا تھا کہ لال لاش اس کا پیچھا نہیں کر رہی سوکھی گھاس اس کے کندھوں سے بھی

اوپر تک گئی ہوئی تھی وہ گھاس میں چھپ کر بیٹھا سانس ٹھیک کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ وہ کہاں پر ہے اور اسے اب کس طرف جانا ہے بارہ دری والی کوٹھڑی میں وہ واپس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہاں اس کی موت بیٹھی اس کا انتظار کرر ہی تھی موت تو اسے اپنے چاروں طرف نظر آرہی تھی لیکن لال لاش نے اس پر دہشت طاری کردی تھی خاصی طور پر جبکہ اسے یہ بھی احساس تھا کہ بچھو جو اس کے پاس ہے وہ بھی لال لاش سے اس کو نہیں بچا سکے گا بارہ دری میں جا کر وہ لال لاشوں کا آمنا سامنا کرنے کی غلطی کر بیٹھا تھا اب اسے اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا تھا۔ لال لاشوں کے اس جزیرے کے بارے میں تلسی نے اسے صرف اتنا بتایا تھا کہ یہاں لال لاشوں کا جزیرہ ہے جو بڑی زبردست طاقت رکھتی ہیں اور تم کبھی اس کے سامنے مت جانا جب اس کا سانس معمول کے مطابق ہوگیا تو اس نے بیٹھے بیٹھے اپنا سر اونچی گھاس میں سے باہر نکالا اور گہری تاریکی میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا اسے کچھ دور لال روشنی سی دکھائی دی اور وہ اٹھ کر اس طرف چل پڑا کھڈ میں اونچی گھاس ہی گھاس تھی جو اس کی کمر تک آرہی تھی فاصلے پر نظر آنے والی لال روشنی پر نگاہ رکھے وہ گھاس میں آگے بڑھتا جارہا تھا لال روشنی نہ تو ٹمٹمارہی تھی نہ جھلملا رہی تھی جس طرح نظر آرہی تھی ویسی کی ویسی ساکت تھی جب وہ روشنی کے کافی قریب آگیا تو اس نے دیکھا کہ وہ لال روشنی کھڈ کی اونچی دیوار کے اندر ایک جگہ سے نکل رہی تھی اس لال روشنی کی وجہ سے کھڈ کی دیوار کے آس پاس کی جگہ دھندلی دھندلی سی نظر آرہی تھی وہ ڈرتے ڈرتے دیوار کے قریب ہوگیا اسے یہ بھی دھڑکا تھا۔ کہ یہاں کوئی اور لال لاش نہ اچانک نکل آئے دیوار میں کی سرنگ کا دھانہ سا تھا دھندلی دھندلی لال روشنی سرنگ کے دھانے میں سے آرہی تھی وہ سوچنے لگا کہ وہ سرنگ کے اندر جائے یا نہ جائے چھپنے کے لیے کوئی دوسری جگہ بھی نہیں تھی باہر وہ رہنا نہیں چاہتا تھا باہر کسی بھی وقت اندھیرے میں لال لاش آکر اسے دبوچ سکتی تھی اسے بدروحوں سے اپنے بچاؤ کا کوئی طریقہ یاد نہیں تھا بس صرف بچھو کا ہی خیال اسے تھوڑی ہمت دلا رہا تھا اگر اندر کوئی لال لاش نہیں ہے تو یہ بچھو اسے دوسری کسی بھی بدروح سے شاید محفوظ رکھ سکتے گا یہ سوچ کر وہ سرنگ میں داخل ہوگیا جیسے وہ سرنگ سمجھ رہا تھا وہ سرنگ ایک ایسی اسے راہ داری لگی جیسے قدیم ویران محلات میں ہوا کرتی ہے راہ داری میں لال روشنی خدا جانے کہاں سے آرہی تھی راہ داری کی دونوں جانب دیوار کے ساتھ ساتھ پتھر کے ستون بنے ہوئے تھے جیسے پرانے محلات اور قلعوں میں ہوا کرتے ہیں فرش پتھر کا تھا اور ہموار تھا صرف اس پر گرد جمی ہوئی تھی کہیں کہیں چھت پر لگے ہوئے مکڑی کے جالے نیچے تک لٹک رہے تھے۔

یہ پراسرار راہ داری شاہان کو ایک دروازے تک لے آئی جس پر پردہ گرا ہوا تھا پردہ اس طرح گرا ہوا تھا کہ درمیان سے کھلا تھا وہاں سے لال روشنی کا غبار باہر نکل رہا تھا اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ پردے کے ساتھ لگ کر اندر جھانک کر دیکھا اسے ایک عجیب وغریب منظر نظر آرہا تھا۔ اس قسم کے منظر کا وہ لال لاشوں اور بدروحوں کے اس جزیرے میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا اس نے دیکھا کہ یہ ایک کشادہ کمرہ ہے جس کا فرش سرخ قالینوں سے ڈھکا ہوا ہے دیواروں میں مخمل کے پردے لٹک رہے تھے دیوار کے ساتھ پلنگ پر شاندار ریشمی بستر لگا ہوا تھا۔ پلنگ کے سرہانے ایک عورت کا سنگ مرمر کا مجسمہ کھڑا تھا جو نیچے جا کر جھک کر ہاتھ سے کوئی شے اٹھانے کی کوشش کررہا تھا۔ سارے کمرے کی فضا پر ایک پراسرار مگر بڑی پرسکون لال روشنی کا غبار پھیلا ہوا تھا اچانک کسی عورت کی آواز نے اسے کہا۔

اندر آجاؤ میں تمہارا ہی انتظار کررہی تھی۔

وہ پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہوگیا جس عورت نے اسے آواز دی تھی وہ اسے کہیں نظر نہیں آرہی تھی
اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

تم کون ہو۔

عورت کی آواز نے کہا میں تمہارا نام جانتی ہوں میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم جزیرے کی ایک خونخوار لال لاش سے بچ کر یہاں آئے ہو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم میرے پاس آگئے ہو یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا لیکن تم دروازے میں کیوں کھڑے ہو یہاں آؤ۔

جانے کیا بات تھی کہ شاہان کا دل اسے دروازے سے آگے قدم اٹھانے سے منع کر رہا تھا اس نے وہیں کھڑے کھڑے کہا۔

مگر تم ہو کہاں دکھائی نہیں دے رہی۔

عورت کی آواز سنائی دی۔ جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں خود تمہیں دکھائی دینے لگوں گی۔ دروازے پر کھڑے کھڑے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے میں تو کب سے تمہیں دیکھ رہی ہوں۔

پتہ نہیں اس کی آواز میں کیا جادو تھا کہ شاہان بے اختیار ہو کر پلنگ کی طرف بڑھا جیسے ہی وہ دروازے کی چوکھٹ سے ایک قدم آگے آگیا ایک خوفناک گونج کی آواز کے ساتھ دروازوں کے پردے پھڑ پھڑانے لگے سنگ مرمر کا مجسمہ کھڑے کھڑے دھماکے سے پھٹ گیا ور وہ گھبرا کر وہاں سے بھاگنے کے لیے پلٹا مگر اس نے دیکھا کہ جہاں پہلے دروازہ تھا اور پردہ مگر اب وہاں پتھر کی دیوار کھڑی تھی اب اسے احساس ہوا کہ وہ کس بدروح یا لال لاش کے جال میں پھنس گیا ہے اچانک پلنگ اچھل کر چھت کے ساتھ جا ٹکرایا اور پھر نیچے گر پڑا نیچے گرتے ہی وہ غائب ہوگیا وہ گھبرا کر کمرے کی دوسری طرف دیوار کی طرف ہوگیا پھر شور ختم ہوگیا دیواروں کے پھڑ پھڑاتے ہوئے پردے ساکت ہوگئے پلنگ پھر سے اپنی جگہ پر نمودار ہوگیا اور اس کے سرہانے عورت کا جو مجسمہ کھڑا تھا وہ بھی پھر سے اپنی جگہ پر ظاہر ہوگیا۔ وہ خاموش کھڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ سب جادوگری کی شعبدہ بازی ہے وہ صرف اس خیال سے ڈر رہا تھا کہ کہیں اس میں لال لاش کی شعبدہ بازی نہ ہو اگر وہ کسی طرف سے ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر اس کو موت کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تھا کمرے کی فضا ہی موت کی سرخاموشی چھا گئی تھی پھر ایسا ہوا کہ ایک کونے کی جانب سے گڑگڑاہٹ کی آواز آئی یہ لال لاش کی آمد کی نشانی تھی وہ کونے کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک وہاں ایک دراز قد آدمی نمودار ہوا شاہان ایک قدم پیچھے ہٹ گیا وہ آدمی آگے آکر پلنگ کے پاس رک گیا لال روشنی میں وہ یہ دیکھ کر لرز اٹھا کہ اس آدمی کی گردن پر انسانی چہرے کے بجائے ایک کھوپڑی سی لگی ہوئی تھی اور کھوپڑی کی ایک آنکھ سے کالا بچھو چمٹا ہوا تھا اور کھوپڑی کا اوپر والا حصہ غائب تھا یہ چرن کی بدروح تھی اور اس کے وجہ سے چرن کی کھوپڑی اڑ گئی تھی اور جواب اس کا جانی دشمن بن گیا تھا اسے یہ دیکھ کر ذرا سا حوصلہ ضرور ہوا تھا کہ وہ چرن کی بدروح ہے لال لاش نہیں ہے اور ممکن ہے کہ اس کے پاس تلسی کا دیا ہوا بچھو ہے وہ شاید چرن کی بدروح سے بچا لے گا۔ چرن کی بدروح اپنی کھوپڑی کی ایک آنکھ کے سوراخ سے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی چرن کی بدروح نے گرج دار آواز میں کہا۔

میں نے تمہیں خبردار کیا تھا کہ اب تم قیامت تک میرے غلام بن کر رہو گے اس لیے کبھی میرے مقابلے پر نہ اترنا مگر تم نے میری بات نہ مانی اور میری دشمن بدروح تلسی سے مل کر مجھے دھوکہ دینے اور میری قید سے

بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ اب میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

اس نے کہا۔۔ مجھے قتل کر کے تمہیں کیا حاصل ہو گا تمہاری آدھی کھوپڑی تو واپس نہیں آئے گی پھر مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔

تم کون ہوتے ہو مجھے صلاح مشورہ دینے والے۔ تمہاری حیثیت میرے سامنے چیونٹی کی طرح ہے میں جب چاہوں تمہیں مسل سکتا ہوں اور یاد رکھو چرن صرف ایک بار اپنے دشمن کو موقع دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ دشمن کو موت کی نیند سلا دیتا ہے پہلے تم نے مجھے دھوکے سے گردن پر چھری پھیر کر مار دیا۔ پھر عمل کے ذریعے میری کھوپڑی توڑ دی۔

چرن تم بھی تو مجھے مارنا چاہتے تھے بہانے سے مجھے قبرستان لے گئے تھے اگر میں نے تمہیں نہ مارتا تو تم نے مجھے مار دینا تھا۔

شاہان جو بھی ہے اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اس نے چرن کی باتوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اسے یہ تو معلوم ہو گیا ہے کہ وہ تلسی سے مل کر اس کے جال سے نکل جانے کی کوشش کر رہا ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ اس نے تلسی کی مدد سے بچھو اپنے پاس رکھا ہوا ہے جو بقول تلسی کے وہ اس کو چرن کی بدروح سے محفوظ رکھے گا اس نے کہا۔

اگر تم طاقتور آتش پرستوں سے تعلق رکھتے ہو تو میں بھی ایک مسلمان کا بیٹا ہوں پیدا ہوتے ہی آذان دی جاتی ہاں مانتا ہوں کہ یہاں آنے کے بعد سے مجھے وہ دین کی تعلیم یاد نہیں آ رہی اس کی وجہ یہ علاقہ ہے باقی میرا ایمان ہے کہ زندگی اور موت صرف اس کے ہاتھ میں ہے اگر میری موت تیرے ہاتھوں لکھی ہے تو کوئی مجھے نہیں بچا سکتا اگر نہیں لکھی تو تم جتنا بھی زور لگا لو میرا بال بھی بیکا نہ کر سکو گے۔

اس کی بات سن کر چرن کی بدروح نے ایک خفناک قہقہہ لگایا اور غصہ میں آ کر اپنا ہاتھ شاہان کی طرف جھٹک دیا اس کے ہاتھ سے خرگوش جتنا بڑا بچھو نکل کر اس کی طرف لپکا بچھو اس کو اپنے زہریلے ڈنگ سے ایک سیکنڈ سے بھی کم مدت میں ہلاک کر سکتا تھا وہ جیسے ہی اس کو ڈسنے کے لیے اس کی گردن کی طرف آیا اسے ایک زوردار دھکا لگا اور اچھل کر نیچے گرا اور گرتے ہی جل کر راکھ ہو گیا چرن نے اپنی دوسری مٹھی کھول کر اس کی طرف جھٹکی اس کی دوسری مٹھی میں سے ایک سیاہ کالا ناگ پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا نکلا اور شاہان کے سر کے اوپر چکر لگانے لگا اس کو کالے بچھو کے انجام سے یقین ہو گیا تھا کہ تلسی کے دیئے ہوئے بچھو کی جادوئی طاقت یہ سب کچھ کر رہی ہے وہ اپنی جگہ کھڑا رہا کالے سانپ نے اس کے سر کے اوپر سات چکر لگائے اور پھنکارتا ہوا اس کی گردن کی طرف لپکا اس کا بھی وہ ہی حشر ہوا جو دوسرے بچھو کا ہوا تھا اس کے جسم کے قریب آتے ہی سانپ کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اور جیسے کسی نے اسے پیچھے اچھال دیا ہو سانپ کے فضا میں ہی دو ٹکرے ہو گئے۔ اور وہ زمین پر گرے ہی جل کر راکھ ہو گیا اپنے دونوں حملوں کی ناکامی سے چرن کا خون کھول اٹھا اس نے چیخ کر کہا۔

شاہان تو نے میری طاقت کو للکارا ہے۔

چرن کی بدروح نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے پنجے کھول دیئے اس کی سیاہ انگلیوں میں سے آگ کے شعلے نکل کر شاہان کی طرف لپکے اس حملے سے شاہان بھی گھبرا گیا مگر اس سے پہلے کہ اس کے قدم ڈگمگاتے آگ کے شعلے اس کے جسم سے ایک فٹ کے فاصلہ پر آ کر کمرے کی چھت کی طرف مڑ گئے اور چھت سے ٹکرا کر بجھ

گئے چرن نے حلق سے دہشت ناک آواز نکالی اور غضبناک ہو کر اپنی گردن پر لگی ہوئی اپنی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کے پیالے میں ہاتھ ڈالا جب ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا مگر مچھ تھا جس کی دم ہل رہی تھی اس نے چلا کر کہا میرے اس مگر مچھ سے تجھے اب کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر اس نے مگر مچھ کو زمین پر پھینک دیا چھوٹا سا مگر مچھ زمین پر گرتے ہی پورا بڑا ہو گیا اور اپنے نوکیلے دانتوں والے جبڑے کھول کر ڈراؤنی آواز نکالتا ہوا شاہان کی طرف لپکا مگر مچھ کا نوکیلے دانتوں والا پورا کھلا ہوا تھا جسے دیکھ کر وہ ایک بار پھر ڈر گیا لیکن تلسی کے دیئے ہوئے بچھونے اس کے اردگرد ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی تھی جو اسے دشمن کے ہر حملے سے بچا رہی تھی خونخوار مگر مچھ اپنے حلق سے ڈراؤنی آوازیں نکالتا اچھل کر شاہان کی طرف آیا اور اسے اپنے جبڑوں میں جکڑ کر دو ٹکڑے کر کے کھائے کہ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے سانپ اور بچھو اور چرن کی انگلیوں سے نکلنے والے شعلوں کا ہوا تھا یہ طلسمی مگر مچھ شاہان کے گرد کھڑی نظر نہ آنے والی طلسمی چٹان سے ٹکرا کر ایک دھماکے کے ساتھ نیچے گرا اور گرتے ہی اس کے تین ٹکڑے ہو گئے اور تینوں تڑپتے ہوئے ٹکڑوں کو آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے جل کر راکھ ہو گئے۔

چرن یہ دیکھ کر محتاط ہو گیا سمجھ گیا کہ اس پر اس کا کوئی جادو نہیں چل سکے گا اور وہ اسے اتنی آسانی سے ہلاک نہیں کر سکتے گا مگر وہ ہار ماننے والا نہیں تھا اس نے جب وہ زندہ تھا تو ہزاروں بے گناہ انسانوں کو قتل کیا تھا

چرن نے کہا۔

جو بھی تیری مدد کر رہا ہے اس نے یہ تو بتایا ہوگا کہ وہ تمہیں مجھ سے تو بچا لے گا مگر تجھے مردوں اور بھٹکتی ہوئی بدروحوں کے اس علاقے سے باہر نہیں جانے دے گا۔ اس طرح اگر تو میری قید سے باہر نکل بھی گیا تو اس زمین کے اندر کی بدروحیں کی دنیا کی قید سے نہیں نکل سکے گا تو اسی مردہ دنیا میں زندہ بدروح بند کر بھٹکتا رہے گا۔ آج نہیں تو کل کل نہیں تو پرسوں ضرور میرے ہاتھوں میرے گا میں تجھے مارنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور چرن جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو اس بدروحوں کی دنیا کو کوئی طاقت اسے اس فیصلے سے نہیں روک سکتی اور یہ کہ کر چرن کی بدروح نے ایک قہقہہ لگایا اور تیزی سے واپس مڑ کر کونے کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

اس کے جاتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا اب اس نے چل پھر کر کمرے کو دیکھنا شروع کر دیا کہ وہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا دروازہ ہے کہ نہیں مگر وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ جس دروازے سے وہ اندر آیا تھا وہاں اس کے آتے ہی ایک دیوار کھڑی ہو گئی تھی اس حساب سے وہ پتھر کی چار دیواری میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ پلنگ پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ اب اسے کیا کرنا چاہیے اور اس پتھر کی سنگین دیواروں والے قید خانے سے کس طرح باہر نکلا جائے بظاہر وہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا اس نے اٹھ کر ایک دیوار پر ہاتھ رکھ کر دیکھا دیوار سخت پتھر کی تھی جیسے وہ کمرہ کسی چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہو وہ مایوس ہو کر واپس پلنگ پر آ کر بیٹھ گیا یہ غنیمت تھی کہ اس پراسرار کمرے یا قید خانے میں اندھیرا نہیں تھا ہلکی ہلکی دھندلی لال روشنی کا غبار اسی طرح پھیلا ہوا تھا وہ کچھ دیر پلنگ پر بیٹھا خالی کمرے کی سنگین دیواروں اور پتھریلی چھت کو بے بسی کی نظروں سے تکتا رہا پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر اس نے اپنے آپ کو قسمت کے حوالے کر دیا کہ شاید اس کی حالت کی تلسی کو خبر ہو جائے اور وہ اس کی مدد کو پہنچ جائے وہ بستر پر لیٹ گیا پہلی بار مردوں کی زمین دوز دنیا میں آنے کے بعد اس پر غنودگی سی طاری ہونے لگی اس نے آنکھیں بند کر لیں اور واقعی سو گیا۔

ادھر چرن کی بدروح آگ بگولہ ہو کر آتش پرستوں کے سینکڑوں برس پرانے قبرستان کے نیچے ایک تاریک غار میں آگئی غار کے اندر بڑی بڑی مکروہ چمگادڑیں چھت کے ساتھ الٹی لٹکی ہوئی تھیں چرن نے ان کے نیچے کھڑے ہو کر بجلی کی کڑک ایسی آواز نکال کر کہا۔

ندنی ندنی اگر تو یہاں پر ہے تو فوراً میرے سامنے حاضر ہو اس آواز کے ساتھ ہی چھت پر الٹی لٹکی ہوئی ایک چمگادڑ چھت سے الگ ہوگئی۔ اس نے غار کا ایک چکر لگایا اور پھر چرن کے سامنے ایک ہیبت ناک شکل والی کالی بدروح کی شکل میں ظاہر ہوگئی اس کی الو کی چونچ ایسی ناک اوپر کو اٹھی ہوئی تھی اور دونوں آنکھوں میں کبھی اندھیرا ہو جاتا تھا اور کبھی سرخ روشنی آجاتی تھی اس کے بال جنگلی جھاڑی کی طرح تھے اور سامنے کا ایک دانت باہر کو نکلا ہوا تھا یہ ندنی کی بدروح تھی جو اس غار کی تمام چمگادڑوں بدروحوں کی سب سے خطرناک بدروح تھی اس نے چرن کے آگے سر جھکا کر کہا۔

ندنی حاضر ہے چرن۔

چرن نے کہا میرے ساتھ آؤ۔

اور وہ ندنی ڈائن کو لے کر اسی غار کے ایک تہہ خانے میں آگیا جہاں بدروحوں اور چمگادڑوں کی چھوٹی بڑی کھوپڑی اور پنجوں کی ہڈیاں دیواروں کے ساتھ چمٹی ہوئی تھیں چرن انسانی کھوپڑیوں سے بنے ہوئے ایک چبوترے پر بیٹھ گیا اور ندنی سے کہنے لگا۔

ندنی آج مجھے میرے ایک ایسے دشمن نے شکست دی ہے جس کو میں ہر حالت میں ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میرا کوئی عمل اس پر اثر نہیں کر سکا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے چرن۔ ندنی بدروح نے حیران ہو کر کہا۔

یہ اس لیے ہو رہا ہے کہ میرے دشمن کو کسی اور کی مدد بھی حاصل ہے جو مجھ سے زیادہ طاقتور ہے میرا خطرناک سے خطرناک منتر بھی اس کے آگے شکست کھا گیا ہے میرا ہر حملہ ناکام ہوگیا مجھے تو خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں میرا دشمن مجھ پر جوابی وار نہ کر دے۔

چرن ہماری اس بدروحوں کی دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہارا مقابلہ کر سکے۔

پھر میرے دشمن کی مدد کون کر رہا ہے۔ چرن نے چیخ کر کہا۔ اور خود ہی اٹھ کر ادھر ادھر چکر لگانے لگا پھر رک گیا اور ندنی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ندنی تنا میں جانتا ہوں کہ ج میرا دشمن میرے سامنے تھا تو وہاں اس کے سوا کوئی دوسرا وجود نہیں تھا ضرور اس نے میرے دشمن کو مجھ سے بچنے کے لیے کوئی چیز دی ہوگی جو اسے میرے ہر حملے سے بچا رہا ہے تم بڑی عیار بدروح ہو ہر طرح کا روپ بدل سکتی ہو کسی طریقے سے میرے دشمن کے پاس جا کر اس کی طاقت کا راز معلوم کر کے مجھے بتاؤ تا کہ میں اس کا توڑ کر سکوں یاد رکھو کہ وہ انسانوں کی دنیا کا ہے اور ہر عیب سے پاک بھی ہے نہ اس کا دامن داغدار ہے اسلیے اس پر حملہ کرنے کی حماقت نہ کرنا تمہیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے پاس ایسی کون سی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے میرا کوئی منتر اثر نہیں کر سکا یہی اس کی طاقت کا راز ہے ایک بار اس کا یہ راز میرے ہاتھ لگ گیا تو پھر اسے میرے انتقام کی آگ سے کوئی نہیں بچا سکتا ندنی بدروح نے کہا۔

چرن تمہارا دشمن اس وقت کہاں ہے۔ اور اس کی شکل صورت کیسی ہی چرن نے اپنی مٹھی کھول کر ندنی

کے آگے کر دی اور کہا۔

اس میں میرے دشمن کو دیکھو۔۔ندنی نے دیکھا کہ ایک مضبوط کاٹھ کا بھرپور جوان آدمی پلنگ پر گہری نیند سو رہا تھا یہ شاہان تھا ندنی نے پوچھا۔

یہ تو آپ کا پرانا تہہ خانہ ہے چرن نے کہا۔

تم نے ٹھیک پہنچانا یہ میرا دشمن ہے جس کو میں نے اپنے پرانے تہہ خانے کی چار دیواری میں قید کر دیا ہے اس کا نام شاہان ہے جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں جاؤ اور اس جیسے بھی اس کی طاقت کا راز معلوم کرو۔اور فوراً میرے پاس آؤ ندنی سر جھکا کر بولی۔

ایسا ہی ہوگا چرن اور ندنی روح غائب ہوگئی۔

اس وقت شاہان چرن کے پرانے تہہ خانے کی سنگین چار دیواری میں قید تھا اور پلنگ پر گہری نیند سو رہا تھا۔خدا جانے ایسے کیسے نیند آگئی اچانک اس کی آنکھ کھل گئی اسے ایسے لگا جیسے کوئی اسے اس کا نام لے کر پکار رہا تھا اس نے کان لگا دیئے اسے کسی عورت کی آواز سنائی دی آواز بڑی دبی ہوئی تھی جیسے زمین کے اندر سے آرہی تھی۔

شاہان مجھے باہر نکالا میری مدد کرو۔

وہ حیران ہوا کہ اس عورت کو میرا نام کیسے معلوم ہے اور یہ عورت کون ہے لیکن وہ کالے جادو اور شیطانی طاقتوں کی زیر زمین دنیا میں تھا وہاں کچھ بھی ہوسکتا تھا۔اس کو خیال آیا کہ معلوم کرنا چاہیے یہ عورت کون ہے ہوسکتا ہے یہ اس کی کوئی مدد کر سکے وہ ڈوب رہا تھا اور اس کے لیے ایک تنکا بھی سہارا تھا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔دوسری یا تیسری بار عورت کی دبی ہوئی آواز آئی تو اس نے جواب میں پوچھا۔

تم کون ہو اور کہاں ہو۔

تمہارے پاس جو پتھر کا مجسمہ لگا ہوا ہے میں اس کے اندر بند ہوں۔

شاہان نے پلنگ کے سرہانے کی طرف دیکھا جہاں جھکی ہوئی عورت کا سنگ مرمر کا مجسمہ کھڑا تھا اس نے کہا۔

میں تمہیں اس مجسمے سے کیسے کال سکتا ہوں کیا اس مجسمے کو توڑ دوں۔

نہیں توڑنے سے کچھ نہیں ہوگا میں پھر بھی اس مجسمے کی قید میں رہوں گی۔

تو پھر میں تمہیں کیسے باہر نکالوں۔اس نے پوچھا۔

مجسمے کے نیچے چھوٹا سا جو چبوترہ ہے اس کے سامنے کیطرف ایک اینٹ باہر نکال کر دیکھو تمہیں وہاں ایک ڈبیہ پڑی ہوئی ملے گی اس ڈبیا کے اندر ایک چھوٹا سا بچھو ہے اس بچھو کو مار ڈالو میں خود بخود باہر آجاؤں گی۔ اور تمہارا یہ احسان ساری زندگی یاد رکھوں گی اسی لمحے اسے خیال آیا کہ کہیں یہ بھی کوئی بدروح وغیرہ نہ ہو اور الٹا کسی اور مصیبت میں نہ پھنس جاؤں اس نے پوچھا۔

تم کون ہو اور تمہیں اس بت کے اندر کس نے بند کیا ہے۔کیا تم بھی مردوں کی دنیا کی کوئی بدروح ہو مجسمے کے اندر سے عورت کی گھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔میں کوئی بدروح نہیں ہوں میں تمہاری طرح انسانوں کی دنیا کی رہنے والی ہوں مجھے یہاں پر ایک آدمی نے بند کر دیا ہے۔اس نے پوچھا۔

اگر تم بدروح نہیں ہو تو تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہے۔

عورت بولی۔ جو مجھے انسانوں کی دنیا سے اٹھا کر لے آیا تھا اس نے مجھے اتنا جادو بتا دیا تھا کہ دوسروں کا
نام مجھے معلوم ہو جاتا ہے تم مجھے باہر نکالو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی اس نے سوچا کہ اسے باہر نکال دینا
چاہیے تلسی کے بچھو کی کرامت اس نے دیکھ لی تھی اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہاں سوائے لال لاش کے
اسے کوئی بدروح وغیرہ نقصان نہیں پہنچا سکتی اس نے کہا۔
میں تجھ پر اعتماد کرتا ہوں اور تجھے باہر نکالتا ہوں یہ کہہ کر شاہان نے عورت کے مجسمے کے سامنے کیطرف
آ کر بیٹھ گیا اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سے چبوترے پر مجسمہ ایستادہ تھا اس کی ایک اینٹ اپنی جگہ سے
تھوڑی سی ہلی ہوئی تھی اس نے اینٹ کو تھوڑی سی کوشش کے بعد باہر نکال لیا جھک کر دیکھا ایک ڈبی پڑی ہوئی
تھی وہ ڈبی کا نکال کر ایک طرف لے گیا اسے زمین پر رکھ کر اس نے اس کا ڈھکن کھول دیا ڈبی کے اندر واقعی
ایک کالا بچھو چکر لگا رہا تھا اس نے ڈبی الٹ دی اور فرش پر دوڑتے ہوئے بچھو کو پاؤں سے کچھ دیا بچھو مر گیا
اس نے مرتے ہی عورت کے مجسمے میں سے زرد روشنی سی نکلنے لگی پھر ایک عورت کا ہیولہ اس کے اندر سے نکل
کر الگ ہو گیا وہ یہ دیکھ کر پلنگ کے قریب کھڑے کھڑے دیکھ رہا تھا۔ عورت کا ہیولا فرش کے ساتھ لگا تو وہ
زندہ عورت میں تبدیل ہو گئی شاہان نے دیکھا کہ عورت صحیح شکل وصورت کی تھی اس نے بڑا خوبصورت لباس
پہن رکھا تھا لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے کانوں میں سنہری بالیاں تھیں زندہ انسانی شکل میں آتے
ہی اس عورت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور بولی۔
میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں تم نے مجھے ایک عذاب سے نجات دلا دی ہے۔
اس نے پوچھا۔ جھوٹ مت بولو سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے اور تم انسانوں کی دنیا میں کون
سے شہر میں رہتی ہو اس عورت نے کہا میرا نام آرتی ہے میرا گھر بھارت کے ایک گاؤں میں ہے مجھے اک
پنڈت میرے گاؤں سے اٹھا کر لے آیا تھا اس نے مجھے ایک تہہ خانہ میں قید کر لیا تھا وہ مجھ سے شادی کرنا
چاہتا تھا میں نے انکار کیا تو اس نے سزا کے طور پر مجھے اس مجسمے میں قید کر دیا بس یہ ہے میری سچی درد بھری
کہانی۔

اس پنڈت کا نام کیا ہے۔
مجھے اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا مگر میں نے ایک بار کسی بدروح کو اس کا نام لیتے ہوئے سنلیا تھا اس
نے اس کا نام چرن داس لیا تھا لیکن تم یہاں کیسے آ گئے ہو تم بھی مجھے اپنی طرح انسانوں کی دنیا کے لگتے ہو
اب مجھے اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو۔ اس نے پوچھا۔
میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں اور اپنی غلطی کی وجہ سے اس دنیا میں آ کر پھنس گیا ہوں۔
کیا تم بھی میری طرح اس بدروحوں کی انیا کے قید ہو۔ مجھے تم سے پوری ہمدردی ہے لیکن ہمیں یہاں
زیادہ دیر رکنا نہیں چاہیے۔ اگر اس چرن کو پتہ چل گیا تو وہ میرے ساتھ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا وہ بڑا
خطرناک ہے اس نے کہا۔ وہ حیرانگی بھری نظروں سے شاہان کو دیکھ رہی تھی جو کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا

اب کیا کیا جائے۔ وہ بولی۔
یہیں سوچتا رہتا ہوں یہاں سے نکلنے کا کوئی بھی راستہ نہیں ہے۔
میں نے چرن کو بتائے بغیر ایک دو منتر یاد کر لیے تھے ہو سکتا ہے کہ آج وہ منتر کام آ جائیں۔ یہ کہہ کر وہ

ایک مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔
ہاں یہ چیز ایک بچھو ہے جسے میں اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔
بچھو وہ حیران ہوئی اور بولی کیا مجھے نہیں دکھاؤ گے۔
نہیں یہ میں نہیں کر سکتا۔ جس نے مجھے یہ بچھو دیا ہے اس نے کہا تھا کہ اسے کسی کو مت دکھانا۔
اچھا ٹھیک ہے لیکن پھر تو مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ ہم زیادہ دیر تک یہاں نہیں ٹھہر سکتے چرن کو کسی بھی وقت ہماری خبر ہو سکتی ہے تم تو شاید چرن کے عمل سے بچ جاؤ گے مگر وہ مجھے ضرور مار ڈالے گا میں چرن کا مہرہ لانے کی ایک کوشش کر کے دیکھتی ہوں شاہان نے کہا۔
یہ بڑا مشکل کام ہے چرن کو پتہ چل گیا تو۔ اس لیے تم کو بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔
ہاں لیکن کچھ تو کچھ کرنا ہوگا یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے میں چلتی ہوں اگر میں واپس نہ آئی تو سمجھ لینا کہ میں پکڑی گئی ہوں اور چرن نے یا تو مجھے مار دیا ہے یا کسی اندھیرے غار میں قید کر دیا ہے لیکن اس بات کا اطمینان رکھنا میں تمہارے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔
او کے میں تمہارا انتظار کروں گا۔
آرتی نے ایک گہری نظر شاہان کو دیکھا اور پھر غائب ہوگئی۔ دیوار کی دوسری طرف جانے کے فوراً بعد آرتی ظاہر ہوگئی اس نے دونوں بازو پھیلا کر حلق سے ایک بار یک چمگاڈروں والی چیخ نکالی اور خوبصورت عورت سے ایک دم ندنی بدروح بن گئی ندنی کا ڈروانا روپ دھارنے کے بعد اس نے ویسی ہی چیخ منہ سے نکالی اور پرواز کر گئی۔

چرن اپنے اندھیرے غار میں ایک کھوپڑی کے سامنے لوبان سلگائے کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا۔ کہ اچانک چمگاڈر غار میں آکر پھڑ پھڑاتے ہوئے چکر لگانے لگی چرن نے چمگاڈر کی طرف دیکھ کر کہا۔
آؤ ندنی آؤ۔ چمگاڈر اسی لمحے نیچے آکر ندنی کی شکل میں آگئی۔ کیا خبر لائی ہو۔
ندنی بدروح نے کہا چرن میں آرتی نام کی خوبصورت عورت بن کر تمہارے دشمن کے پاس گئی تھی اس کے پاس تلسی کا دیا ہوا بچھو ہے جسے اس نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔
چرن نے زہر بھری آواز میں کہا۔ میں جانتا تھا کہ یہ بچھو اسے تلسی ہی دے سکتی ہے اور اس بچھو کی وجہ سے میرے کوئی منتر شاہان پر اثر انداز نہیں ہو رہے تھے کیا تم وہ بچھو لے کر آئی ہو ندنی بدروح بولی۔
نہیں چرن مہاراج وہ کسی صورت بھی بچھو کو اپنے سے دور کرنے کو تیار نہیں ہے اس نے مجھے بچھو دیکھنے بھی نہیں دیا کہنے لگا کہ جس نے مجھے یہ بچھو دیا ہے اس نے سختی سے منع کیا تھا کہ اسے نہ اپنے سے الگ کرنا اور نہ کسی کو دکھانا اور چرن مہاراج بچھو کی وجہ سے میں شاہان پر موت کا منتر پھونک کر مار بھی نہیں سکتی تھی بچھو تمہارے دشمن شاہان کی حفاظت کر رہا ہے اب تم مجھے جو حکم دو گے میں اس پر عمل کروں گی چرن پریشان ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔
میں اس شخص کو کسی حالت میں زندہ نہیں دیکھ سکتا لیکن جب تک اس کے پاس بچھو ہے میں اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا زیادہ سے زیادہ اسے ایک چار دیواری میں ہی قید کر سکتا ہوں یہ شخص میرے لیے خطرہ بھی بن سکتا ہے میں جتنی جلدی ہو سکے اس کا کام تمام کر دینا چاہتا ہوں۔

چرن اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے دشمن پر موت کا منتر پھونک کر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کر سکتی ہوں

چرن بولا۔ تم بچھو کی جادوئی طاقت کو نہیں جانتی تمہارا موت کا منتر بھی اس پر اثر نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے

تمہاری خاطر موت کا خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ اس نے کہا۔

نہیں نہیں میں یہ نہیں چاہتا ہوں چرن ن اپنی کھوپڑی اوپر اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا پھر اپنی کھوپڑی کی آنکھ سے چمٹے ہوئے بچھو پر ہاتھ پھیر کر کہا ایک بات ہو سکتی ہے۔

وہ کیا چرن۔

میں اپنی کھوپڑی کے ایک بچھو پر منتر پھونک کر تمہیں دے دیتا ہوں تم یہ بچھو لے کر واپس شاہان کے پاس جاؤ جس کوٹھڑی میں وہ بند ہے۔ اس بچھو کو چھوڑ دو۔ یہ بچھو فوراً اسے ڈس لے گا۔ اس کے زہر میں موت کے منتر کا زہر بھی شامل ہو گا مجھے یقین ہے کہ اس ملے جلے زہر سے میرا دشمن فوراً مر جائے گا۔ اور اس سے پہلے کہ اس کا بچھو اسے بچا سکے وہ مر چکا ہو گا۔ بس میں یہی چاہتا ہوں۔ جب اس کی لاش بچھو کے ساتھ ہی گل سڑ جائے گی تو میں اس کی کھوپڑی لا کر اس کے دو ٹکڑے کر کے ان میں روز آگ جلایا کروں گا۔ اس طرح میرا انتقام کی آگ کو تسکین مل جائے گی۔ اور میں ایک خطرناک دشمن سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارہ بھی پا لوں گا۔

ندنی بولی۔ چرنی میں یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔

ٹھیک ہے میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔ مجھے اپنی کھوپڑی کے بچھو پر پھونکنے کے لیے منتر کا چلہ کرنا ہو گا۔

ندنی ایک طرف بیٹھ گئی چرن نے اپنی کھوپری میں ہاتھ ڈال کر ایک کالا بچھو نکالا۔ اور اسے کھوپڑی کے پیالے میں رکھ دیا جس میں لوبان سلگ رہا تھا اس کے بعد اس نے موت کا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ مت کا منتر پڑھ پڑھ کر کالے بچھو پر پھونکتا جاتا تھا پچاس ساٹھ مرتبہ منتر پھونکنے کے بعد چرن نے کالا بچھو اٹھا کر ندنی بدروح کو دیا اور کہا۔

اسے لے جا کر اس کوٹھڑی میں چھوڑ دینا جس میں میرا دشمن شاہان بند ہے تم اس کے سامنے ظاہر مت ہونا اس بچھو کے زہر سے مرے دشمن کی موت ہو جائے تو مجھے آ کر یہ خوشخبری سنانا۔

ندنی نے کہا جو آ گیا چرن مہاراج اور ندنی چمگادڑ کا روپ دھار کر وہاں سے غائب ہو گئی۔

شاہان بند کوٹھڑی میں تخت پوش پر سر جھکائے بیٹھا اپنی قسمت کو کوس رہا تھا کہ وہ کیوں عمل کرنے چرن کی قبر میں بیٹھ گیا اب اسے اپنی جان کی فکر پڑ گئی تھی وہ جس راستے سے ہو کر آرتی کے ساتھ اس کوٹھڑی میں آیا تھا وہ اب راستہ بھی بند ہو گیا تھا اور وہاں ایک دیوار سی کھڑی ہو گئی تھی کوٹھڑی میں وہ ہی ہلکی لال دھندلی دھندلی روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ تخت پر سر جھکائے ہوئے بیٹھا آرتی کا انتظار کر رہا تھا اسے سسکار کی آواز سنائی دی تو وہ چوکنا ہو گیا اور غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اچانک اس کی نظر ایک بڑے کالے بچھو پر پڑی جو کونے میں سے نکل کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا وہ گھبرا کر تخت پوش پر چڑھ کھڑا ہوا کالا بچھو تخت پوش سے دو گز کے فاصلہ پر آ کر رک گیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا اس کی زہر بھری دم بے چینی سے آگے پیچھے حرکت کر رہی تھی۔ ایک

دم سے کالا بچھو اپنی جگہ سے اچھلا اور شاہان کی طرف آیا۔ اس نے تخت پوش پر سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی کالا بچھو اب ہوا میں اڑ رہا تھا اڑتے اڑتے کالے بچھو نے غوطہ کھایا اور اس کی گردن میں ڈسنے کے لیے حملہ کر دیا۔ جیسے ہی وہ شاہان سے ایک فٹ کے فاصلہ پر پہنچا اس کے پاس رکھا ہوا تلسی کا بچھو ایک خوفناک پھنکار کے ساتھ باہر نکلا اور اس نے لپک کر چرن کے بچھو کو دبوچا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے وہ دہشت زدہ ہو کر جہاں کھڑا تھا وہیں بت بن کر کھڑا رہا۔ تلسی کے بچھو نے اس کے دشمن کے بچھو کے دو ٹکڑے کر دیئے چرن کا بچھو فرش پر تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد مر گیا تلسی کا بچھو ہوا میں معلق اسے مرتا ہوا دیکھتا رہا پھر وہ ہوا میں آہستہ آہستہ تیرتا ہوا شاہان کی طرف آیا اس کی آستین میں گھس گیا اس نے محسوس کیا کہ بچھو اس کے بازو پر رینگتا ہوا ایک جگہ جا کر رک گیا تھا اس نے آستین چڑھا کر دیکھا وہ بچھو اس کے بازو پر تھا اور پتھر کا پھر سے بن گیا تھا اس نے گہرا سانس لیا اور تخت پوش پر بیٹھ گیا۔ فرش پر مرے ہوئے بچھو کے دونوں ٹکڑے بے جان ہو چکے تھے پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مردہ بچھو کے دونوں ٹکڑے غائب ہو گئے وہ سمجھ گیا کہ یہ جادو کا بچھو تھا اور اسے اس کے دشمن چرن کی بدروح نے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تھا لیکن اب اسے وہاں خوف محسوس ہو رہا تھا وہ ڈر رہا تھا کہ چرن کا کوئی حملہ کامیاب ہو گیا تھا تو وہ زندہ نہیں بچے گا اتنے میں دیوار کے اک کونے میں سے آرتی نمودار ہوئی اس نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

چرن کا مہرہ لے آئی ہو۔ آرتی۔

آرتی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور بولی۔ نہیں شاہان مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکی ہوں میں خوش قسمت ہوں کہ جان بچا کر آئی ہوں چرن کا مہرہ حاصل کرنا ناممکن ہے۔ پھر وہ شاہان کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولی۔ کیا بات ہے تم کچھ گھبرائے گھبرائے سے ہو۔

شاہان نے اسے کالے بچھو کے ظاہر ہونے پر اس پر حملہ کرنے اور پھر تلسی کے دیئے ہوئے بچھو کے اچانک سامنے آ کر کالے بچھو کے دو ٹکڑے کرنے کا واقعہ سنا دیا۔ آرتی جو اصل میں ندنی تھی حیران سی ہو کر رہ گئی۔ وہ اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔

وہ کالا بچھو کہاں چلا گیا۔

اس کے جب دو ٹکڑے ہوئے تھے تو وہ غائب ہو گیا تھا آرتی مجھے یقین ہے کہ بچھو چرن نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تھا آرتی کو سب کچھ معلوم تھا مگر وہ یہ ظاہر نہیں کر رہی تھی کہ جیسے اسے کچھ علم ہی نہ ہو پریشان ہونے اداکاری کر رہی تھی۔

تم نے پریشان کر دینے والا واقعہ سنایا ہے اس کا مطلب ہے کہ چرن کو بھی پتہ چل گیا ہے کہ تم اس کی پرانی کوٹھڑی میں ہو اور تمہارے ساتھ میں بھی ہوں اب ہم دونوں کی زندگی خطرے میں ہے چرن نے دوسری بار حملہ کیا ہے تو تمہیں تو تلسی کا دیا ہوا بچھو بچا لے گا مگر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔

تو کیا ہم ساری زندگی اس کوٹھڑی میں قید رہے ہیں گے۔

ایسا میں کبھی ہونے نہیں دوں گی تمہیں اپنے ساتھ یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ میں ضرور ڈھونڈ لوں گی میں ایک اور کوشش کرتی ہوں گھبرانا نہیں میں بڑی جلدی واپس آ جاؤں گی۔ یہ کہہ کر آرتی اسی طرح کونے میں دیوار کے پاس جا کر غائب ہو گئی کوٹھری سے باہر آ کر اس نے چمگادڑ کا روپ بدلا اور فضا میں چیختی ہوئی غوطے لگانے لگی اور چرن کے پاس جا پہنچی۔ اور اسے سارا واقعہ سنا دیا۔ چرن یہ سن کر نفرت اور انتقام کی

آگ میں بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔اس نے میرے بچھو کو بھی ہلاک کر دیا ہے میں اب اسے کبھی معاف نہیں کروں گا اس نے قہر بھری نظروں سے ندنی کی طرف دیکھ کر کہا۔اب مجھے اپنا اگنی منتر پھونکنا ہوگا۔ندنی نے سنا تو سہم کر بولی۔

چرن ۔مہاراج اس منتر کے پھونکنے سے آپ کا پرانا استھان بھی جل کر راکھ ہو جائے گا چرن نے غضبناک ہو کر کہا۔

چاہے میرا استھان بھی جل جائے لیکن اس آگ میں میرا دشمن بھی جل کر بھسم ہو جائے گا میرے ساتھ آ ؤ چرن نے چھت کی طرف دیکھ کر بھیانک نعرہ لگایا جے اگنی دیوی اور غائب ہو گیا ندی بھی اس کے پاس سے غائب ہو گئی دونوں پلک جھپکتے میں زمین دوز مردوں کی دنیا اس غار میں آ گئے جس کی دوسری طرف چرن کے پرانے استھان کی کوٹھڑی میں شاہان تخت پر بیٹھا آرتی کا دوسری بار انتظار کر رہا تھا۔چرن غار میں ایک جگہ رک گیا اور غار کی دیوار کو گھور کر دیکھنے اور منہ ہی منہ میں اگنی منتر کا جاپ کرنے لگا ندنی بدروح اس کے پیچھے ایک طرف ہٹ کر کھڑی تھی چرن کی کھوپڑی کی ایک آنکھ کے سوراخ میں سے آگ کی لال انگارہ ایسی شعاع نکل کر غار کی دیوار سے ٹکرائی آگ کی شعاع کے ٹکراتے ہی دیوار کی دو تین اینٹیں انگاروں کی طرح دہکنے لگیں چرن کی بدروح پیچھے ہٹ گئی اور قہقہہ لگا کر بولا اب دیکھتا ہوں کہ تلسی کا دیا ہوا بچھو میرے دشمن کو کیسے بچاتا ہے۔یہ ماتا اگنی کی آگ ہے یہ میرے دشمن اور بچھو کو جلا کر بھسم کر دے گی چلو ندنی ہم کل اپنے دشمن شاہان کی جلی ہوئی کھوپڑی لینے آئیں گے اور چرن اور ندنی غائب ہو گئے۔

شاہان اسی طرح تخت پوش پر آرتی کے انتظار میں بیٹھا تھا اس کے قریب ہی پرانی انسانی ہڈیاں پڑی تھیں ان ہڈیوں میں کسی بدنصیب انسان کے ہاتھ کا پنجہ بھی تھا ہاتھ کی ساری ہڈیاں انگلیوں کی ہڈیوں سمیت درست حالت میں تھیں ہڈیوں کے پنجوں کی انگلیاں بند تھیں بیٹھے بیٹھے شاہان کو ہلکی ہلکی تپش سی محسوس ہوئی پہلے اس نے زیادہ خیال نہ کیا لیکن جب تپش زیادہ بڑھتی چلی گئی تو اس نے گردن اٹھا کر پیچھے دیکھا کیونکہ تپش اس کے عقب سے آ رہی تھی یہ دیکھ کر وہ گھبرا گیا کہ دیوار کے تین چار پتھر سرخ انگاروں کی طرح دہک رہے تھے وہ جلدی سے تخت پوش پر ہی سے اٹھ کر پرے ہو گیا۔وہ دیوار کو گھور کر دیکھ رہا تھا دیوار کے پتھر ایک دوسرے کے بعد آہستہ آہستہ انگاروں میں تبدیل ہو رہے تھے تھوڑی ہی دیر میں پوری دیوار انگارہ بن کر دہکنے لگی کوٹھڑی میں اتنی گرمی ہو گئی کہ شاہان کو لگا کہ وہ کسی تنور میں پوری طرح بند ہو گیا ہے اس کے بعد دوسری دیوار کے پتھروں نے آگ پکڑنی شروع کر دی۔وہ فوراً جان گیا کہ یہ چرن کی لگائی ہوئی آگ ہے وہ اسے اس آگ میں جلا کر بھسم کر دینا چاہتا تھا۔ جب دوسری دیوار بھی انگارہ بنکر دہکنے لگی اور کوٹھڑی میں سانس لینا مشکل ہو گیا تو وہ پریشان ہو گیا چند لمحوں بعد اس نے دیکھا کہ تخت پر جو انسانی ہڈیوں کا پنجہ تھا وہ تخت پوش پر اوپر کو اٹھا اور اڑ کر سامنے والے کونے میں فرش کے اوپر آ کر رک گیا پھر پنجے کی تینوں انگلیاں بند ہو گئیں صرف ایک انگلی اٹھی رہی یہ اٹھی ہوئی انگلی فرش پر جھکی اور انگلی نے فرش پر ایک لکیر کھینچ دی لکیر کے کھینچتے ہی فرش اس جگہ سے شق ہو گیا اور ایک زینہ نیچے جاتا ہوا نظر آیا۔وہ جلدی سے زینے میں اتر گیا دس بارہ سیڑھیاں اترنے کے بعد ایک سرنگ آ گئی وہ سرنگ میں چلنے لگا سرنگ ختم ہوئی تو شاہان نے دیکھا کہ آگے ٹیلوں میں کے درمیان لال پانی کی چھوٹی سی نہر بہہ رہی تھی اور ایک کشتی سرنگ کے دہانے بندھی ہوئی ہے وہ

کشتی کھول کر اس میں بیٹھ گیا اور چپو چلانے لگا۔ نہر کسی لال پانی کی نہر تھی اس کی سرخ لہریں اسے آگے لے جانے لگیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ لال پانی کی کشادہ جھیل میں آ گیا اس نے جھیل کو پہچان لیا یہ وہی لال پانیوں کی جھیل ہے جہاں سے تلسی اسے ساتھ لے کر آئی تھی اور جس میں اس نے ایک خون آلود لاش کو دیکھا تھا شاید رات گزر چکی تھی کیونکہ جھیل پر لال روشنی پھیلی ہوئی تھی دور اسے وہ چھوٹی چھوٹی سیاہ چٹانیں اور ٹیلے دکھائی دیئے جو جھیل کے لال پانیوں میں سے باہر کو نکلے ہوئے تھے وہ کشتی چلاتا ان چٹانوں اور ٹیلوں میں آ گیا ان ٹیلوں کے درمیان لال جھیل کا پانی نہر کی شکل میں بہہ رہا تھا ان چٹانوں اور ٹیلوں کی دوسری جانب لال لاشوں کا جزیرہ تھا اس نے اس جزیرے کو بھی پہچان لیا اب وہ چاہتا تھا کہ جزیرے کی دوسری طرف ٹیلے کے اوپر جو پتھر کی بارہ دیواری ہے اور جس کے اندر تلسی اسے چھوڑ کر آئی تھی وہاں پہنچ جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تلسی وہاں پر آ چکی تھی اور اسکا انتظار کر رہی ہو وہ کشتی سے اترنے کے بجائے کشتی کو جزیرے کی دوسری جانب لے آیا سامنے جھیل میں اس کو چار دیواری والا ٹیلہ نظر آ گیا وہ ٹیلے کے پاس آ کر کشتی سے اتر کر سیڑھیاں چڑھنے لگا جو ٹیلے کی ڈھلان کو کھود کر بائی گئی تھیں اور اوپر بارہ دری والی کوٹھڑی کی چار دیواری کو جاتی تھی کوٹھڑی کا دروازہ اسی طرح کھلا ہوا تھا وہ اس میں سے گزر کر ڈیوڑھی کا زینہ طے کر کے دوسری منزل کے تنگ کمرے میں پہنچ گیا۔ بارہ دری میں سے دن کی روشنی اندر آ رہی تھی وہ خاموشی سے کوٹھڑی کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اب اس نے عہد کر لیا تھا کہ دن ہو یا رات نہ تو وہ اس کوٹھڑی سے باہر قدم رکھے گا اور نہ ہی بارہ دری کے پاس جائے گا مردوں کی اس زمین دوز دنیا کی رات اور دن کا فرق اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا اس کے اس کے اندازے کے مطابق اسے اس دہشت ناک دنیا میں آئے ایک رات اور ایک دن گزرا تھا لیکن اس دوران اس نے دیکھا تھا کہ تین چار مرتبہ رات ہوئی تھی اس وقت بھی جب وہ بارہ دری والی کوٹھڑی میں دبک کر بیٹھا تھا تو دن کا وقت تھا بارہ دری کے باہر وہاں کے دن کی وہ ہی دھندلی لال روشنی تھی لیکن چند ہی لمحوں بعد اندھیرا چھا گیا لیکن اس اندھیرے میں بھی بارہ دری کے باہر کہیں کہیں دھندلی لال روشنی کا غبار نظر آ رہا تھا اسے تلسی کا انتظار تھا اور کچھ پتہ نہیں تھا کہ اسے کب تک وہاں تلسی کا انتظار کرنا پڑے دن کی خاموشی رات کے مردہ سناٹے میں تبدیل ہو گئی تھیں شاہان کو اپنے سانس لینے کی آواز سنائی دینے لگی تھی اس نے چونک کر کھلے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس نے ایسی آواز سنی تھی کہ جیسے کوئی سیڑھیوں پر اوپر چلا آ رہا ہو کوئی رک رک کر سیڑھیوں پر پاؤں رکھتا تھا پھر یہ آواز رک گئی شاہان یہی سمجھا کہ تلسی آ گئی ہے اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا تلسی تم آ گئی ہو سیڑھیوں میں سے تلسی آواز سنائی دی۔

شاہان میں آ گئی ہوں۔ لیکن میں اوپر نہیں آ سکتی تم نیچے آ جاؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے وہ جلدی سے اٹھ کر سیڑھیوں میں آ گیا اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہ دیا اس نے آواز دی۔

تلسی تم کہاں ہو۔ تم مجھے نظر نہیں آ رہی ہو۔

تلسی کی آواز سنائی دی۔ میں دروازے کے باہر ہوں جلدی سے باہر آؤ۔ آواز ہو بہو تلسی کی تھی وہ کیسے باہر نہ جاتا وہ اندھیرے میں ہی سیڑھیاں اتر کر نیچے تاریک ڈیوڑھی میں سے ہوتا ہوا باہر آ گیا باہر بھی اندھیرا تھا اس نے آواز دے کر کہا تلسی تلسی تم کہاں ہو عین اسی وقت ایک کڑکی کے ساتھ بجلی چمکی اور شاہان نے دیکھا کہ کوٹھڑی کے شکستہ دروازے کے سامنے جو سوکھا ہوا درخت تھا اس درخت کے ساتھ ایک لاش لٹک رہی تھی وہ اسے لاش ہی سمجھا اس کی گردن میں رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کی گردن پھانسی دینے کی وجہ

سے لمبی ہوگئی تھی بجلی دوسری بار چمکی تو پھر بجلی کی نیلی روشنی لٹکتی ہوئی لاش پر ساکت ہوگئی لاش اسے صاف دکھائی دے رہی تھی پہلے تو وہ یہی سمجھا کہ یہ تلسی کی لاش ہے۔ لیکن یہ تلسی کی لاش نہیں تھی لاش کا چہرہ انتہائی ڈراؤنا تھا کالے بال سرکنڈوں کی طرح کھڑے تھے آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں چہرے کا رنگ سیاہ تھا اور سرخ زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی اچانک لاش میں حرکت پیدا ہوئی اور اس کی لٹکتی ہوئی زبان اندر کو چلی گئی لاش زندہ تھی لاش نے ایک طرف کو جھکا ہوا سر اٹھایا اور شاہان کی طرف وحشت ناک آنکھوں سے تکتے ہوئے بولی۔

شاہان ترشنی ہو۔ تم نے میرا آدھا چلہ کیا ہے چرن کی قبر میں تیرے ادھورے چلہ کرنے سے میں پھانسی پر لٹک گئی ہوں تیری وجہ سے یہ قیامت مجھ پر ٹوٹ پڑی ہے مگر میں زیادہ دیر تک اس سنکٹ میں نہیں رہوں گی بہت جلدی میرا کشٹ پورا ہو جائے گا اس کے بعد میں تجھ سے اپنا اھورا چلہ کاٹنے کا بدلہ لوں گی اور تجھے اسی طرح پھانسی دے کر لٹکا دوں گی۔

شاہان اس حقیقت سے باخبر تھا کہ اگر کوئی عمل چلہ ادھورا چھوڑ دیا جائے یا چلہ الٹ جائے تو اس عمل کا بیر عمل کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑتا اور اسکی جان کی دشمن بن جاتی ہے وہ خوفزدہ ضرور ہوگیا تھا لیکن اس نے اپنے حواس قابو میں رکھے تھے۔

ترشنی میں تمہارا چلہ پورا نہیں کاٹ سکا اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ قصور چرن کی روح کا ہے جس کی کھوپڑی چلہ کرنے سے دو ٹکڑے ہوگئی تھی اور اس نے مجھے ہلاک کرنا چاہا تھا۔ اور میں ڈر کر قبر میں سے بھاگ گیا تھا ترشنی نے اپنی ڈراؤنی آواز میں کہا۔

میں کسی چرن بدروح کو نہیں جانتی مجھے تیری وجہ سے پھانسی ملی ہے میں تم سے بدلہ ضرور لوں گی یاد رکھو میں مروں گی نہیں بہت جلد میرا اسنکٹ ختم ہو جائے گا پھر میں تجھے اس طرح پھانسی میں لٹکاؤں گا۔ بجلی زور سے کڑکی اور اندھیرا چھا گیا اور ترشنی کی لٹکتی ہوئی لاس اس اندھیرے میں گم ہوگئی وہ اتنا دہشت زدہ نہ تھا جتنا خوفزدہ تھا چرن بدروح کے بعد ترشنی بدروح اس کی جان کی دشمن بن گئی تھی وہ اندھیرے میں ہی کھڑا رہا وہ ترشنی کو قائل کرنا چاہتا تھا کہ یہ اس کا قصور نہیں ہے اس نے کہا ترشنی تم جانتی ہو کہ یہ میرا قصور نہیں تھا مگر ترشنی کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا بجلی ایک کڑاکے کے ساتھ چمکی اس کی روشنی میں شاہان نے دیکھا کہ درخت پر سے ترشنی بدروح کی لاش غائب ہو چکی تھی وہ جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کوٹھڑی میں آ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا وہ اس جگہ سے زندہ بچ کر نکل سکے گا سوائے تلسی کے وہاں کی ہر بدروح اس کی جان کی دشمن بن گئی ہے۔ موت کے خوف سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔ اتنے میں اسے ایک بار پھر تلسی کی آواز سنائی دی۔

شاہان کیا تم اوپر ہی ہو۔

اس نے جواب نہ دیا۔ اس پر موت کا خوف طاری ہوگیا تھا اور جسم ٹھنڈا ہونے لگا ترشنی درخت سے اتر کر اسے پھانسی دینے کے لیے آ گئی ہے سیڑھیوں کے کھلے دروازے میں لال روشنی کا غبار نمودار ہوا اور اس غبار میں اسے تلسی اندر آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ ترشنی اس کی دوست تلسی کی شکل میں اس کو موت کے گھاٹ اتارنے آئی ہے اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

ترشنی مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے بھول ہوگئی ہے مجھے جان سے نہ مارو۔

تلسی قریب اس کے آ گئی اور شاہان کا بازو پکڑ کر بولی۔ شاہان کیا ہوا تمہیں تم ہوش میں تو ہو۔

شاہان پھٹی پھٹی نظروں سے تلسی کو دیکھنے لگا۔
تم تم تلسی ہوناں۔
تلسی نے کہا۔ ہاں ہاں میں تلسی ہوں تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔
تلسی میں ابھی ابھی میں نے ترشنی بدروح کو دیکھا ہے اس نے تمہاری آواز میں مجھے نیچے بلایا تھا میں نے دیکھا کہ ایک خوفناک شکل والی بدروح کی لاش درخت کے ساتھ لٹک رہی ہے اس نے کہا میں ترشنی ہوں تو نے میرا ادھورا چلہ کاٹ کر مجھے پھانسی پر لٹکا دیا ہے میں تم سے اس کا بدلہ لوں گی۔
تلسی بولی تم سچ کہہ رہے ہوناں۔
ہاں مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔
پھر یہ بدروح کہاں گئی۔
کچھ پتہ نہیں بجلی چمکی تو میں نے دیکھا کہ جس درخت پر ترشنی کی لاش لٹک رہی ہے اب وہاں سے لاش غائب ہوچکی ہے۔
پریشان نہ ہوتم سے یہ غلطی ضرور ہوگئی ہے کہ تم نے ترشنی کا پورا چلہ نہیں کاٹا ترشنی زمین دوز مردوں اور بدروحوں کی دنیا کی سب سے خطرناک اور زہریلی بدروح ہے وہ جس کے پیچھے پڑ جاتی ہے اسے مار کر ہی چھوڑتی ہے پھر بھی تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بچھو تمہارے ساتھ ہے اور پر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں وہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔
تلسی مجھے ایسے محسوس ہونے لگا ہے کہ میری موت ان بدروحوں کی دنیا میں ہی ہوگی میں یہاں سے زندہ حالت میں انسانوں کی دنیا میں نہیں جانا چاہتا۔
اتنے مایوس نہیں ہوتے۔ میں نے جب طے کرلیا ہے کہ تمہیں یہاں سے ضرور نکالوں گی تو تم پھر تسلی رکھو۔ یہ بتاؤ کہ ترشنی کے علاوہ تو یہاں کوئی لاش وغیرہ تو نہیں آئی شاہان بولا۔
تمہارے جانے کے بعد میرے ساتھ بڑا خوفناک حادثہ ہوا تھا۔ اور پھر اس نے تلسی کو سارے واقعات سنا دیئے۔ کہ کس طرح اس نے یہ حماقت کی کہ بارہ دری میں آکر نیچے لال لاش کو دوسری لاش کو کھاتے دیکھ لیا تھا اور لاش سیڑھیاں چڑھ کر اندر آگئی تھی اور اسنے ڈر کر بارہ دری سے نیچے چھلانگ لگا دی لال لاش اس کے پیچھے لگ گئی پھر کسی طرح وہ ایک ویران کھنڈر کے اندر چلا گیا جہاں ایک خوش شکل عورت ندنی نے اس کی مدد کی اور اسے لال لاش سے چھپا دیا۔
پھر کیا ہوا تلسی نے پوچھا۔
اس نے اس کے بعد جو ہوا تھا سب بیان کر دیا تلسی بڑے غور سے سنتی رہی جب شاہان نے دہشت ناک واقعات سنانے کے بعد کہا کہ وہ اب وہاں ایک منٹ بھی نہیں ٹھہرنا چاہتا تو تلسی نے کہا۔
میں اسی لیے گئی تھی اور اس کا انتظام کر کے آئی ہوں۔
کیا میں اب انسانوں میں جاسکوں گا اس نے خوش ہو کر کہا۔
نہیں تم ابھی مردوں اور بدروحوں کی اس دنیا سے باہر نہیں جاسکو گے تمہیں اپنے برے کوموں کا کراسی جگہ رہ کر پورا کرنا ہوگا مگر تمہیں یہاں سے نکال کر انسانوں کی دنیا میں ضرور پہنچا دوں گی۔ میں نے اس کا تم سے وعدہ کیا تھا اور میں اسے ضرور پورا کروں گی یہ بھلائی کا کام بھی ہے اس نیک کام سے میرے برے

اعمال کی سزا کا ایک ہزار کا چکر معاف کر دیا جائے گا تم اسی وقت میرے ساتھ چلو۔
وہ خود اس منحوس کوٹھڑی سے نکلنے کے لیے بے چین تھا وہ فوراً تیار ہو گیا اس نے یہ بھی نہ پوچھا کہ ہم جاہ کہاں رہے ہیں تلسی اسے لے کر ٹیلے والی بارہ دری کی کوٹھڑی سے نیچے آ گئی۔ ٹیلے کی دوسری جانب دور جھیل میں ایک کشتی پہلے سے موجود تھی وہ کشتی میں سوار ہو گئے اور تلسی چپو چلانے لگی رات کی تاریکی عجیب قسم کی تھی اس تاریکی میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی تلسی خاموشی سے چپو چلا رہی تھی کشتی میں سوار ہونے سے پہلے تلسی نے شاہان کو کوئی بات کرنے اور آواز نکالنے سے منع کر دیا تھا وہ چپ چاپ بیٹھا جھیل کی سطح کو تک رہا تھا جہاں لال پانی کہیں کہیں بھی نظر آ جاتا تھا اور کہیں اندھیرا چھایا ہوا تھا کچھ دور جانے کے بعد شاہان کو ایک بہت بڑا پہاڑ نظر آیا کشتی اسی پہاڑ کی طرف جا رہی تھی جیسے جیسے دیو قامت پہاڑ قریب آ رہا تھا جھیل کا لال پانی سیاہ پڑتا جا رہا تھا تلسی اب بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے چپو چلا رہی تھی وہ مڑ کر پیچھے پہاڑ کو بھی دیکھ لیتی تھی کشتی پہاڑ کے دامن میں آ گئی تھی یہاں گھپ اندھیرا تھا اور کہیں کہیں دھندلی لال روشنی کے دھبے بھی تھے تلسی نے کشتی ایک جگہ کنارے کے ساتھ لگا دی اور شاہان سے کہا۔
اب تم بات کر سکتے ہو مگر خود کوئی سوال مت پوچھنا جو کچھ بتانا ہو گا میں خود تمہیں بتا دوں گی۔ سیاہ پہاڑ بڑا ہیبت ناک تھا وہ آگے کو جھکا ہوا تھا جیسے ابھی ان کے اوپر گر پڑے گا ان کے اردگرد سیاہ نوکیلی چٹانیں اس طرح کھڑی تھیں کہ ان کے درمیان ایک تنگ سا راستہ بن گیا تھا دونوں اس راستے پر چلے جا رہے تھے جہاں سیاہ چٹانیں ختم ہو گئیں وہاں پہاڑ کی اوپر کو اٹھتی ہوئی قلعہ نما دیوار میں ایک اونچا دروازہ سا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کسی ہیبت ناک قلعے کا دروازہ لگتا تھا دروازے کے اندر سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد زرد اور لال رنگ کی دھیمی دھیمی روشنی چمک آ جاتی تھی تلسی شاہان کو ایک چٹان کی اوٹ میں لے گئی اور سرگوشی میں کہنے لگی۔
میں تمہیں ایک کالا مہرہ دیتی ہوں اسے تم اپنے منہ میں رکھنے سے سوائے میرے اور کسی کو نظر نہیں آؤ گے غائب ہونے کے بعد جب تک میں نہ کہوں تم کوئی بات نہیں کرو گے سمجھ گئے ہو اس نے سرگوشی سے کہا۔
میں سمجھ گیا ہوں۔ وہ بولا۔
تلسی ساڑھی کے اندر سے ایک چھوٹا سا کالے رنگ کا مہرہ نکال کر شاہان کو دے دیا۔ اس نے تلسی کی ہدایت کے مطابق اسی وقت مہرہ اپنے منہ میں رکھ لیا مہرہ منہ میں رکھتے ہی شاہان کو اپنا جسم نظر آنا بند ہو گیا پہلے وہ اندھیرے میں بھی اپنے جسم کو دیکھ لیتا تھا اب اسے اپنا جسم دکھائی نہیں دے رہا تھا یہ اس کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا جس کی وجہ سے اس پر تھوڑی سی گھبراہٹ ضرور طاری ہو گئی تھی مگر اسے تلسی کے ساتھ ہونے کا بڑا حوصلہ تھا تلسی نے پوچھا۔ کیا تمہیں اپنا آپ دکھائی دے رہا ہے۔
اس نے کہا۔ نہیں تلسی واقعی میرا جسم غائب ہو گیا ہے۔
مگر میں تمہیں دیکھ رہی ہوں میرے سوائے تمہیں اور کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا لیکن اگر آگے چل کر تم نے کوئی آواز نکالی تو یا کوئی بات کی تو تم آگے جو مخلوق ہے اس کو نظر آ جاؤ گے اور پھر میں تمہیں نہیں بچا سکوں گی اس نے سرگوشی میں کہا۔
تلسی تم فکر نہ کرو میں اس وقت تک اپنی زبان بند رکھوں گا جب تک تم مجھے بولنے کی اجازت نہ دو گی۔
تلسی نے کہا۔ میں کبھی کبھی تم سے سرگوشی میں بات کر لیا کروں گی لیکن بے فکر رہنا میری سرگوشی کو سوائے

تمہارے دوسرا کوئی نہیں سن سکے گا۔
یہاں میں تم سے سرگوشی میں بھی بات کر سکتا ہوں کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ آگے کس قسم کی مخلوق رہتی ہے

یہ تمہیں اسی مخلوق کے درمیان پہنچنے کے بعد اپنے آپ معلوم ہو جائے گا گھبرانا مت وہاں تم سب کچھ دیکھ سکو گے مگر تمہیں اس وقت تک کوئی نہیں دیکھ سکے گا جب تک تم کوئی آواز نہ نکالو گے اس لیے خاموش رہنا اب ہم پہاڑ کے دروازے میں سے گزرنے لگے ہیں تلسی نے پہاڑ کے دیوقامت دروازے کی طرف بڑھی جس کے اندر سے کسی کسی وقت سرخ اور زرد رنگ کی مدہم روشنیاں چمک جاتی تھیں شاہان اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا دیوقامت دروازے میں داخل ہوتے ہی اس کو گڑگڑاہٹ کی دھیمی دھیمی سرگوشی سنائی دی اور اس کے پاؤں کے نیچے زمین ہلنے لگی تلسی نے اسکو بازو سے پکڑ لیا اور وہیں ٹھہر گئی تین چار سیکنڈ کے بعد زمین ساکن ہوگئی تلسی دروازے میں سے گزر گئی اچانک ایک ڈروانے شکل والی آدمی نما مخلوق ان کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اس کی ایک ہی آنکھ تھی اور اس کی آنکھ میں سے کبھی زرد اور کبھی لال روشنی نکلتی تھی اس کا اوپر کا دھڑ آدمی کا تھا اور نچلا ڈھڑ کسی گوریلے کا تھا اکی ایک لمبی دم بھی تھی جو اوپر کو اٹھی ہوئی تھی اس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے اس کے ایک ہاتھ مین لمبا نیزہ تھا۔ جس کے سرے میں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں اس کے سر پر دو سینگ تھے اسنے تلسی سے کسی اجنبی زبان میں کچھ پوچھا یہ زبان ایسی تھی جیسے کوئی سانپ رک رک کر پھنکار رہا ہو تلسی نے اسی زبان میں کچھ جواب دیا۔ جواب سن کر وہ ڈروانی مخلوق ایک طرف ہٹ گئی اور دیوار میں غائب ہوگئی تلسی اس کو لے کر آگے چل پڑی شاہان نے اس قسم کی مخلوق پہلے کبھی نہ دیکھی تھی وہ تلسی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ مخلوق کون تھی اور اس نے کیا پوچھا تھا مگر وہ خاموش رہا تلسی نے اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ تلسی ایک بہت بڑی غار میں سے گزر رہے ہیں ان کے اردگرد اندھیرا تھا مگر ان اندھیروں میں لال روشنی ایسی چمک رہی تھی جیسے دور گہرے بادلوں میں بجلیاں چمک رہی ہوں چند قدم چلنے کے بعد شاہان کو کچھ آوازیں سنائی دینے لگیں یہ بڑی دردناک آوازیں تھیں جیسے زمین کے نیچے سے آرہی تھیں چلتے چلتے غار ایک چھوٹے سے میدان میں بدل گیا اس میدان میں جگہ جگہ نوکیلے پتھر زمین کے اندر نکلے ہوئے تھے شاہان نے دیکھا کہ ایک انسان جس کے جسم پر بنیان نہیں تھی ایک پتھر کی نوک پر پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا ہے پتھر کی نوک اس کے پیٹ میں گھس کر کمر میں سے باہر نکلی ہوئی تھی وہ درد کی شدت سے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے بلبلا رہا تھا اور کچھ کہہ رہا تھا اس کی زبان اس کی سمجھ سے بالاتر تھی مگر اس کے الفاظ کا مفہوم اس کے ذہن میں اپنے آپ اترتا جا رہا تھا وہ بدنصیب شخص رو رو کر کہہ رہا تھا کہ میں یتیموں اور بیواؤں کا حق انہیں نہیں دیا اور خود کھا گیا مجھے میرے گناہ کی سزا مل رہی ہے سنو لوگوں یتیموں اور بیواؤں کا حق نہ مارنا میری حالت سے عبرت حاصل کرنا تلسی سر جھکائے خاموشی سے قدم اٹھاتی چلی جا رہی تھی شاہان اس کے ساتھ یہ عبرت انگیز منظر دیکھ کر رکا نہیں آگے چل دیا ایک جگہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی کا نچلا دھڑ زمین میں دھنسا ہوا ہے اور دو آدمی اس کے دائیں بائیں کھڑے اس کے سر کو ہتھوڑے سے کچل رہے تھے جب اس کی کھوپڑی کچل کر اس کی گردن سے چپک جاتی ہے تو وہ اس کو سر کو اس کی گردن میں سے نکال کر سیدھا کرتے ہیں اور دوبارہ اس کے سر پر ہتھوڑے مارنے لگتے ہیں وہ شخص رو رو کر کہہ رہا تھا کہ میں نے فلاں غلط کام کیا ہے اور مجھے میرے کیے کی سزا مل رہی ہے اس کے آگے شاہان کی نگاہ بائیں جانب

اٹھی تو اس نے دیکھا کہ ایک جگہ ایک آدمی لوہے کی زنجیر کے ساتھ بندھا الٹا لٹک رہا ہے اس کے نیچے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں دو سینگوں والی آدمی نما مخلوق دائیں بائیں کھڑی ہے اور بھڑکتی آگ میں نیزے سرخ کر کر کے اس کے جسم کو داغ رہی ہے بدقسمت شخص کی چیخ و پکار سے دل دہل رہا تھا نیچے جب آگ کے شعلے اس کے آدھے دھڑ کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں تو اپنے آپ کو اس کا نچلا دھڑ دوبارہ وجود میں آجاتا ہے اور شعلے اسے پھر سے جلانے لگتے ہیں چیخ و پکار میں وہ بدنصیب آدمی ایک ہی بات بار بار کہتا ہے میں معصوم بچوں کو اغوا کر کے بردہ فروشوں کے پاس بیچ دیا کرتا تھا یہ مجھے میرے ان گناہوں کی سزا مل رہی ہے لوگوں میری حالت دیکھو میری حالت سے عبرت حاصل کرو چند روز کی زندگی کے عیش کی خاطر قیامت تک عذاب مول نہ لو یہ بدنصیب شخص بلبلا کر رو رو کر ان ماؤں سے معافیاں مانگ رہا تھا جن کے بچوں کو اس نے اغوا کر کے مار ڈالا تھا مگر وہاں اسکی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا شاہان پر رقت طاری ہوگئی تھی کہ تلسی اس کا ہاتھ پکڑے آگے لے گئی تھوڑا آگے چلنے کے بعد انے دیکھا کہ چٹان کے ایک شگاف میں سینگوں والی مخلوق نے ایک آدمی کو لوہے کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اس کا منہ لوہے کے ایک شکنجے کی وجہ سے پورا کھلا ہوا تھا شگاف کے اندر آگ ہی آگ ہے سینگوں والے دو آدمی اس آگ میں سے بیلچے بھر بھر کر دہکتے ہوئے انگارے لاتے ہیں اور اس بدنصیب آدمی کے منہ میں ڈالے جاتے ہیں اس آدمی کے منہ سے رونگٹے کھڑے کر دینے والی آوازیں نکل رہی تھیں یہ آواز الفاظ بن کر شاہان کے ذہن میں اتر رہی تھی ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے لوگو میں جھوٹی گواہیاں دیا کرتا تھا میری جھوٹی گواہیوں سے کئی قاتل بچ گئے اور کئی بے گناہ پھانسی لگ گئے مجھے میرے اسی گھناؤنے گناہ کی سزا مل رہی ہے اب آگے میدان تنگ ہوتے ہوئے دوبارہ غار کی شکل اختیار کر گیا تلسی غار کے کنارے کنارے چل رہی تھی شاہان غیبی حالت میں اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس کا دل عبرت کے ان مناظر کو دیکھ کر ابھی تک خوف خداوندی سے لرز رہا تھا۔ آگے چند قدم چلنے کے بعد اسکو گڑگڑا کر معافیاں مانگنے کی الم انگیز دردناک آواز سنائی دی پھر اس نے دیکھا کہ غار میں کی پتھریلی دیوار کے ساتھ ایک آدمی کمرے کے بل چپکا ہوا تھا اس کی ٹانگیں اور بازو دیوار میں دھنسے ہوئے تھے صرف سر اور پیٹ پتھریلی دیوار کے باہر ہے اس آدمی کے منہ سے خونی ندیاں بہہ رہی تھیں اس کا پیٹ پھول کر کپا ہو رہا تھا پھر ایک دھماکے کے اس کا پیٹ پھٹ جاتا ہے انتریاں باہر آجاتی ہیں ایک طرف سے کتنے ہی سانپ نکل کر اس کے پیٹ میں گھس جاتے ہیں اور اس کے اندر کا گوشت اور دل گردے کھانے شروع ہو جاتے ہیں جب اس کے جسم کا سارا گوشت کھا جاتے یں تو سانپ باہر نکل کر غائب ہو جاتے ہیں دوسرے ہی لمحے اس کا پیٹ اصل حالت میں آکر دوبارہ پھولنے لگتا ہے جب وہ بڑے غبارے کی طرح پھول جاتا ہے تو دھماکے کے سے پھٹ جاتا ہے اور انتریاں باہر نکل کر بکھر جاتی ہیں اس طرح ہر طرف سے وہ ہی سانپ پھر نکل کر آتے ہیں اور اس کے پیٹ میں گھس کر اس کی انتریاں گوشت اور جسم کے اندر کے درسرے اعضا کھانا شروع کر دیتے ہیں اس بدنصیب کے خون آلود منہ سے درد کرب کی فلک شگاف چیخیں نکل رہی ہیں اور وہ ایک ہی بات بار بار دہرائے جا رہا تھا میں چیزوں میں ملاوٹ کرتا تھا اسکول میں بچوں کی ٹافیوں اور بچوں کے مشروبات میں زہریلے کیمیکلز شامل کر دیا کرتا تھا میں بچوں کو پالنے والے خشک دودھ میں سفید پتھر پیس کر ڈال دیا کرتا تھا میں نقلی دوائیاں تیار کرتا تھا میری نقلی دوائیوں نے کئی مریضوں کی جان لی ہے میرے نقلی ٹیکے لگانے سے کئی انسا نموت کی آغوش میں چلے گئے میں یہ سب کچھ صرف دولت کمانے کے لیے

کرتا تھا آج وہ دولت میرے کسی کام نہ آئی مجھے میرے گناہوں کی سزا مل رہی ہے مجھے معاف کردو مجھے معاف کردو اور شاہان نے دیکھا کہ سانپ اس کے پھٹے ہوئے پیٹ میں گھس کر اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے مکافات عمل کے اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر اس پر خوف طاری ہو گیا تھا۔

تلسی اسے آگے لے گئی آگے چل کر ایک بار پھر چھوٹا سا میدان آگیا اس نے دیکھا کہ ایک سر سے پاؤں تک الف آدمی ایک دائرے میں دوڑ رہا ہے دس بار خونخوار بھیڑیے اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے خونخوار بھڑیے اس آدمی پر چھلانگ لگا کر اسے گرا دیتے ہیں اور اس کی گردن پیٹ اور ٹانگوں کو کھانا شروع کر دیتے ہیں بدقسمت آدمی واویلا مچاتا ہے مدد کے لیے پکارتا ہے مگر بھیڑیئے اس کا سارا گوشت چٹ کر کے اسے ہڈیوں کا پنجر بنا کر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ان کے جانے کے بعد اس آدمی میں پھر سے جان پڑ جاتی ہے اس کا گوشت پوشت کا جسم واپس آجاتا ہے وہ اٹھ کر ایک بار پھر دوڑنے لگتا ہے خونخوار بھیڑئے ایک بار پھر نکل آتے ہیں اور اس آدمی پر چھلانگیں لگا کر اسے گرا دیتے ہیں اس کی گردن پیٹ اور ٹانگوں کا گوشت کھانا شروع کر دیتے ہیں بدنصیب آدمی کی چیخیں نکل رہی ہیں مگر وہاں اس کی چیخیں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ شاہان وہاں رک گیا تھا تلسی اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھتی ہے اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہتی ہے۔ یہ آدمی رشوت خور تھا رشوت لے کر حق داروں کا حق نصب کرتا تھا حرام کی کمائی سے اپنا پیٹ بھرتا تھا شاہان سرگوشی مین ہی کچھ پوچھنے لگا تھا کہ تلسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کرایا اور اس کے کان کے پاس اپنا منہ لے جا کر کہا تمہاری سرگوشی بھی یہاں کی مخلوق سن سکتی ہے بالکل خاموش رہو کسی مصیبت میں نہ پھنس جانا وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ تلسی اسے کہاں لے کر جا رہی ہے اور کہاں لے جانا چاہتی ہے اور یہاں ایسی کون سی جگہ ہے جہاں پر انسانوں کی دنیا میں فرار ہونے کا راستہ ہے کیونکہ تلسی اسے یہ ہی کہہ کر لائی تھی کہ وہ اسے انسانوں کی دنیا میں واپس لے جا رہی ہے اپنے دائیں بائیں اس طرح دنیا میں گناہ کرنے والے بدکرداروں کے ساتھ عبرت ناک انجام کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے مناظر دیکھتا وہ تلسی کے ساتھ آگے چلا جا رہا تھا وہ ڈھلان میں اتر کر ایک اور میدان میں آگئے میدان میں ایک جانب اونچی دیوار تھی تلسی اس کو دیوار کے ساتھ ساتھ لے کر چل رہی تھی میدان کی دوسری دیوار کے قریب آگ کا بہت ہی بڑا الاؤ روشن تھا آگ کے آلاؤ کے اوپر ایک بہت بڑی دیگ رکھی ہوئی تھی جس میں تیل ابل رہا تھا تیل اس قدر کھول رہا تھا کہ اس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی اور اس کی تپش شاہان تک آ رہی تھی ابلتے ہوئے تیل کی دیگ کے اوپر لوہے کی زنجیر لگی تھی جس کے ساتھ ایک آدمی لٹک رہا تھا ایک سینگ والا آدمی ایک طرف کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں زنجیر تھی وہ زنجیر کو ڈھیلا کرتا تو زنجیر کیساتھ لٹا ہوا آدمی کھولتے ہوئے تیل میں چیخیں مارتا ہوا ڈوب جاتا سینگ والا آدمی زنجیر کھینچتا تو کھولتے ہوئے تیل میں بدقسمت آدمی کا سیاہ ڈھانچہ باہر نکل آتا باہر نکلتے ہی وہ آدمی زنجیر کھینچتا تو کھولتے ہوئے تیل میں بدقسمت آدمی کا ساہ ڈھانچہ باہر نکل آتا باہر نکلتے ہی وہ آدمی دوبارہ اپنے جسم میں واپس آجاتا۔ جب وہ بالکل گوشت پوست کا آدمی زندہ بن جاتا تو سینگوں والا آدمی زنجیر ڈھیلا کرنا شروع کر دیتا بدقسمت آدمی رونے چیخیں مارنے لگتا۔ اس کی دل دوز چیخیں نہیں سنی جاتی تھیں آہستہ آہستہ وہ کھولتے ہوئے تیل کی دیگ میں ڈوب جاتا اس کے بعد اسے دوبارہ جلے ہوئے سیاہ ڈھانچے کی شکل میں باہر نکالا جاتا اور وہ ہی عذاب دوبارہ شروع ہو جاتا۔ بدقسمت آدمی کی چیخوں سے اس کا کلیجہ کانپنے لگا تلسی جلدی سے سے اپنے ساتھ آگے لے

گئی۔شاہان نے تلسی کی طرف دیکھا تلسی دھیمی آواز میں بولی۔
میں جانتی ہوں کہ تم اس بدنصیب آدمی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو کہ اسے کس گناہ کی سزامل رہی ہے تو سنو یہ آدمی اپنی بیوی کو چھوڑ کر اوروں کے پاس جاتا تھا اور بہت کچھ غلط کرتا تھا اب خاموشی سے آگے چلو۔آگے شاہان کو ایک بھورے اور گہرے نسوارے رنگ کا اونچا پہاڑ دکھائی دیا اس پہاڑ کی شکل ایسی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کے چھتے کی ہوتی ہے جس طرح شہد کی مکھیوں کے چھتے میں گول گول خانے بنے ہوتے ہیں اسی طرح پہاڑ میں اوپر سے نیچے تک ہی غار ہی غار بنی ہوئی تھی کسی غار کے دہانے سے دھواں نکل رہا تھا کسی غار کے گول دہانے میں سے آگ کے شعلوں کی زبانیں باہر نکل رہی تھیں وہ تلسی سے اس پہاڑ کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا مگر وہ پوچھ نہیں سکتا تھا تلسی اس خوفناک پہاڑ سے ایک طرف ہٹ کر چل رہی تھی پہاڑ کی کچھ غاروں کے دہانے بالکل خاموش تھے نہ ان میں دھوں اٹھ رہا تھا نہ ان میں شعلوں کی زبانیں نکل رہی تھیں وہاں راستہ تنگ ہو گیا تھا اور انہیں ان غاروں کے قریب سے ہو کر گزرنا تھا اچانک شاہان کی نگاہ ایک غار کے دہانے پر پڑ گئی اس نے غار کے دہانے میں اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ آدھا زمین میں دھنسا ہوا تھا اور دو خوفناک شکلوں والی مخلوق اس کے سر پر آرا چلا رہی تھیں اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ بدحواس ہو گیا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا تلسی یہ میں ہوں یہ سب کیا ہے اتنا کہنا تھا کہ اس غار میں دھوئیں کا ایک برق رفتار بگولا زبردست رفتار کے ساتھ نکلا اور آنا فانا شاہان کو اپنی لپیٹ میں لے کر غار میں جا کر غائب ہو گیا تلسی صرف شاہان کی آخری چیخ ہی سن سکی وہ دم بخود سی ہو کر اسی جگہ کھڑی غار کو دیکھتی رہی آخر وہ ہی ہوا تھا جس کا تلسی کو ڈر تھا وہ جانتی تھی کہ چرن کی بدروح اور ترشنی بدروح انکا پیچھا کر رہی ہیں اور صرف اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھیں اس لیے تلسی نے اس کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ آواز نہ نکالے لیکن وہ اپنے دوسرے وجود کو عذاب میں دیکھ کر وہ بے اختیار بول اٹھا تھا اور چرن یا ترشنی جو اسی لمحے کا انتظار کر رہی تھی شاہان کے بولتے ہی اسے اٹھا کر لے گئی اب وہاں خود تلسی کے زیادہ دیر رکنا خطرے سے خالی نہ تھا۔وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی اسے اب اپنی جان بچانے کی فکر تھی چنانچہ تلسی اسی وقت غائب ہو گئی تھی شاہان کو جس وقت دھوئیں کے مرغولے نے اپنے اندر لیا تھا تو وہ غیبی حالت میں تھا لیکن وہ اپنے ہوش حواس میں تھا دھوئیں کے چکراتے ہوئے مرغولے کے ساتھ وہ بھی گردش کرتا غار کے اندر چلا گیا تھا اور ابھی تک وہ دھوئیں کی طوفانی لہروں کے ساتھ گردش کر رہا تھا کچھ دیر کے بعد جیسے کسی نے اسے دھوئیں سے نکال کر زمین پر پٹخ دیا زمین پر گرتے ہی وہ اپنے انسانی جسم میں واپس آ گیا اس نے دیکھا کہ وہ زمین پر چت لیٹا ہوا ہے اور وہ اندھیرے میں مگر اپنے ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا اچانک ترشنی اس کے سامنے ظاہر ہوئی ترشنی کی گردن درخت کے ساتھ پھانسی لگنے کی وجہ سے لمبی ہو چکی تھی اور وہ خونخوار آنکھوں سے شاہان کو دیکھ رہی تھی اور اس ان اپنی ڈراؤنی آواز میں کہا۔
میں نے کہا تھا ناں کہ تم مجھ سے بچ نہ سکو گے ترشنی کا کوئی دشمن اس کے چنگل سے نہیں بچ سکا تو بھی زندہ نہیں بچے گا۔ترشنی غصے سے پھنکارتے ہوئے شاہان کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا اس کے نوکیلے ناخن میں سے بجلی کی کڑک کے ساتھ تیز لہریں نکل رہی تھی اس کے جس پر پڑی اور وہ زمین میں دھنسنے لگا اسے لمبی گردن والی ترشنی سامنے کھڑی قہقہے لگاتی ہوئی نظر آ رہی تھی اس کی گردن میں وہ رسی ابھی تک لٹک رہی تھی جس سے اسے پھانسی دی گئی تھی اور اسے پھانسی صرف اس لیے دی گئی تھی کہ شاہان نے عمل پورا نہیں کیا تھا۔

اور چلہ الٹ گیا تھا وہ آہستہ آہستہ زمین کے اندر چلا گیا اور اسے نگلنے کے بعد زمین اوپر سے برابر ہوگئی اس کا سانس چل رہا تھا اس نے آنکھیں بند کرلیں تھیں اسے اپنے جسم پر چاروں طرف سے اور اوپر کی طرف سے زمین کا دباؤ محسوس ہو رہا تھا وہ ابھی تک زمین میں دھنستا چلا جا رہا تھا پھر اچانک گر پڑا جیسے چھت سے نیچے گرا ہو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ وہ ایک تنگ سرنگ میں پڑا تھا ہے جو چاروں طرف سے گول ہے اس کے جسم کی طاقت واپس آ گئی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس گول قبر نما سرنگ میں وہ ہی لال روشنی پھیلی ہوئی تھی اس نے سرنگ کی دیوار کو ہاتھ لگا کر دیکھا سرنگ کی گول دیوار پتھر کی طرح سخت تھی اور اوپر تین چار فٹ کی اونچائی پر گولائی نما چھت اس پر اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی اس پر گر پڑے گی اس کو اچانک تلسی کے دیئے ہوئے بچھو کا خیال آ گیا اس نے جلدی سے آستین چڑھا کر بازو کو دیکھا بازو پر سے بچھو غائب ہو چکا تھا۔ اسے بچھو کے غائب ہونے کا کوئی افسوس نہ ہوا لیکن ابھی اسے اس قبر نما گول سرنگ میں سے باہر نکلنا تھا ترشنی نے تو اسے یہ کہہ کر قبر میں بند کر دیا تھا۔

یہاں تو بار بار مرے گا اور زندہ ہوگا مگر اسکے دل کو نہ جانے کیسے یقین آ گیا تھا کہ وہ اس زیر زمین دنیا سے ضرور باہر جائے گا۔ اور قدرت اس کو موقع دے گی وہ جھک کر قبر نما سرنگ کی دیواروں کو دیکھنے لگا گول دیوار کی سطح ہموار نہیں تھی لیکن پتھر ایک دوسرے کے ساتھ پختگی سے جڑے ہوئے تھے یہ قبر ما جگہ بالکل شہد کی مکھیوں کے چھتے کیخانے کی طرح تھی جو چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا جب شاہان کو دیوار میں کسی جگہ کوئی درز تک نظر نہیں آئی تو وہ ناامید ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا۔

اب اسے کیا کرنا چاہے اور وہ کیا کر سکتا ہے اسے تلسی کا خیال آ رہا تھا وہ بھی یاہاں اس کی مدد کو نہیں آسکتی تھی اس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ زبان سے کوئی لفظ نہ بولنا آواز نہ نکالنا ورنہ تم کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ اور پھر میں تمہاری کوئی بھی مدد نہیں کر سکوں گی اس کو احساس تھا کہ اس سے ایک بار پھر غلطی ہوگئی ہے مگر اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر بے اختیار اس کی زبان سے الفاظ نکل گئے تھے اب اسے احساس ہوا تھا کہ یہ سب کچھ اس کا وہم تھا ترشنی نے اسے اپنے قابو میں کرنے اور اس سے انتقام لینے کی خاطر اس کے سامنے اس کے ہمشکل ہیولے کو عذاب میں مبتلا کر کے دکھایا تھا ورنہ اس میں کوئی حقیقت نہیں تھی کیونکہ وہ ابھی زندہ تھا وہ انسانوں کی دنیا کے زندہ انسانوں کی طرح زندہ تھا وہ۔

ایک بار پھر اٹھ کر دیوار کا جائزہ لینے لگا اسے ہلکی ہلکی گونج کی آواز سنائی دی وہ کان لگا کر سننے لگا یہ آواز گول دیوار کے پیچھے سے یا زمین کے اندر سے آ رہی تھی گونج کی آواز پہلے ایک گنجار میں اس کے کے بعد کٹ کٹ کی آوازوں میں تبدیل ہوگئی ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے زمین کے نیچے یا دیواروں کے پیچھے کوئی پراسرار مخلوق کسی چیز کو بار بار کاٹ رہی ہے شاہان کو محسوس ہوا کہ یہ پراسرار آواز جہاں وہ کھڑا ہے وہاں زمین کے اندر سے آ رہی ہے وہ جلدی سے دو تین قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور فرش کو غور سے دیکھنے لگا دھندلی لال روشنی میں فرش کی زمین بالکل ساکن تھی مگر کٹ کٹ کی آوازیں زیادہ صاف آنے لگیں تھیں۔

اس کے دیکھتے دیکھتے فرش پر ایک جگہ سے پتھر کی چوڑی اینٹ نے ہلنا شروع کر دیا۔ قدرتی طور پر شاہان پر خوف طاری ہونے لگا کہ خدا جانے زمین کے نیچے سے کون سا عفریت باہر آ رہا ہے وہ سہمی ہوئی آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے پتھر کی اینٹ ملتے ہوئے دیکھ رہا تھا کچھ ہی دیر میں پتھر کی اینٹ اچھل کر ایکطرف کو

گر پڑی اس نے دیکھا کہ پتھر کی چوڑی اینٹ کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے مکڑے چمٹے ہوئے تھے ان مکڑوں نے ہی پتھر کی اینٹ کو چاروں طرف کاٹ کر اوپر اچھال دیا تھا اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی انکالے مکڑوں کے لمبے لمبے دانت اور نوکیلے دانت آریوں کی طرح تھے وہ ہزاروں کی تعداد میں زین کے انرسے باہر آرہے تھے خونخوار مکڑے اپنے نوکیلے دانتوں کی آریوں سے اس کے جسم ٹکڑے اڑا سکتے تھے انہوں نے پتھر کی سیل کو کاٹ دیا تھا ان کے آگے شاہان کی کیا حیثیت تھی اور وہ وہاں سے بچ کر نکلنے کی کوئی راہ بھی نہیں تھی وہ کھسک کر دیوار کے ساتھ ہوگیا۔

ان موٹے موٹے مکڑوں کا رخ اس کی طرف نہیں تھا بلکہ وہ سامنے والی دیوار کی طرف جا رہے تھے مکڑے دن بارہ قطاروں میں ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے چلتے ہوئے سامنے والی دیواروں کے پاس پہنچ گئے اور دیوار پر ایک جگہ چمٹ گئے وہ انہیں مسلسل تک رہا تھا جیسے ہی وہ دیوار کے ساتھ چمٹے کٹ کٹ کی آوازیں بلند ہونے لگیں وہ دیوار کو اپنے نوکیلے دانتوں کی آریوں سے کاٹ رہے تھے شاہان اپنی جگہ پر بت بنا یہ عجیب وغریب تماشہ دیکھ رہا تھا کچھ دیر تک ہزار ہا مکڑے دیوار کے ساتھ چمٹے اسے کاٹتے رہتے پھر وہ دیوار پر سے نیچے اتر کر واپس فرش کے چوکور سوراخ میں چلے جاتے اور سوراخ میں سے تازہ دم مکڑوں کی فوج نکل کر دیوار کے ساتھ چمٹ جاتی اور اسے کاٹنے لگی یہ عمل دیر تک رہا۔

وہ اپنی جگہ پر ساکت ہوکر کھڑا رہا وہ ڈر رہا تھا کہ اگر اس نے ذرا سی بھی حرکت کی تو ان خونی مکڑوں کو اس کی موجودگی کا احساس ہوجائے گا اور وہ پلٹ کر اس کے جسم سے چمٹ جائیں گے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے تیسری بار جب زمین کے اندر سے مکڑوں کی تازہ دم فون نے آکر دیوار کو کاٹنا شروع کردیا تو اس کے چند لمحوں کے بعد وہاں سے دیوار کا پتھر الگ ہوکر اندر کی طرف گر پڑا شاہان کو دیوار کی دوسری جانب سے ایسی آواز آئی جیسے پتھر پانی میں گرا ہو دیوار کے پتھر کو گرانے کے بعد خدا جانے مکڑوں کے دل میں کیا آئی کہ ایک دمسارے کے سارے مکڑے وہیں سے واپس مڑے اور قطاروں کی شکل میں دوڑتے ہوئے فرش میں جو سوراخ تھا اس میں اتر کر غائب ہوگئے۔

پہلے تو وہ بالکل نہ سمجھ سکا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے اس کا مقصد کیا ہے پھر اسکو خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ قدرت نے اس کے فرار کی کوئی سبیل پیدا کردی ہو وہ دیوار میں اسی جگہ آگیا جہاں سے مکڑوں نے پتھر کی اینٹ اکھاڑ کر دوسری طرف گرائی تھی پتھر کی اینٹ ایک چوکور سیل کے برابر تھی اور وہاں شگاف پڑ گیا تھا اس نے شگاف سے دوسری طرف جھانک کر دیکھا نیچے اندھیرا تھا اسے کچھ دکھائی نہیں دیا تھا اور کس طرف جارہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ سب کچھ اس طرح سے وقوع پذیر ہوا تھا کہ اس کو یقین نہیں آرہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہ سب کچھ اس طرح سے وقوع پذیر ہوا تھا کہ اس کو یقین نہیں آرہا تھا وہ سوچنے لگا کہ شاید قدرت نے مدد کی ہے دیوار کے شگاف کے اندر سے پانی کے بہنے کی مسلسل آواز سنائی دے رہی تھی۔

آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ پانی تیزی سے بہہ رہا تھا اس گول قبر میں مرنے سے بہتر تھا کہ نیچے اتر کر ایک بار وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی جائے یہ سوچ کر اس نے اپنی ایک ٹانگ شگاف کے اندر داخل کی پھر دوسری ٹانگیں نیچے لٹکا دیں وہ اس حالت میں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ وہ پانی میں گرا پانی کوئی ایک منزل نیچے تھا اور بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا پانی کا تیز ریلا شاہان کے گرتے ہی اسے بہا کر آگے لے گیا یہ پانی کیا یک تاریک سرنگ تھی۔ جس میں پانی کا تیز

دھارا شور مچاتا ہوا گزر رہا تھا اس کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا پانی کے تیز دھارے کے ساتھ وہ آگے ہی آگے بہتا جا رہا تھا کسی کسی وقت اس کے پاؤں نیچے لگ جاتے تھے جس سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ پانی زیادہ گہرا نہیں ہے مگر تیز بہاؤ اسے کسی جگہ رکنے نہیں دے رہا تھا پانی ڈھلان کی شکل میں جا رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی سرنگ کبھی دائیں طرف مڑ جاتی تھی کبھی بائیں طرف مڑ جاتی تھی سرنگ جب مڑتی تھی تو پانی کے تیز بہاؤ میں اسکا جسم سرنگ کی دیوار سے ٹکرا جاتا تھا پھر سرنگ سیدھی ہوگئی مگر اس کا رخ پہلے سے زیادہ نیچے کی طرف ہوگیا تھا۔

کچھ دیر کے بعد اسے پانی کی زبردست گونج سنائی دی ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی کا یہ ریلا آگے جا کر کسی گہری جگہ میں آبشار کی طرح گر رہا ہے اس نے کناروں میں پتھروں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے وہ اپنے آپ کو پانی کے ساتھ نیچے گرنے سے بچا سکے مگر اس کے ہاتھ پھسل جاتے تھے اور تیز بہاؤ اسے آگے لے جاتا تھا اب سرنگ پانی کے شور سے گونج رہی تھی ایسا شور تھا کہ جیسے کسی گہری کھائی میں پہاڑوں کے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہوں شاہان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے آپ کو پانی کی تیز لہروں کے حوالے کر دیا پانی کا بہاؤ اسے بے جان تنکے کی طرح تیز رفتاری سے لیے جا رہا تھا اچانک وہ پانی کی آبشار کے ساتھ نیچے ہی نیچے گرنے لگا پھر بھر تے شور مچاتے جھاگ اڑاتے پانی کے ساتھ جیسے ایک گہرے کنویں میں گر گیا اور گرتے ہی نیچے ہی نیچے اترتا چلا گیا کافی نیچے جا کر اسے پانی نے اوپر اٹھانا شروع کر دیا وہ خود بھی ہاتھ پاؤں چلاتا پانی کی سطح پر آ گیا۔ پانی کی سطح سے سر نکالتے ہی اس نے دیکھا کہ چاروں طرف لال روشنی پھیلی ہوئی ہے اور وہ اونچے پہاڑوں کی نمودی دیواروں کے درمیان پانی کے بہاؤ پر بہتا جا رہا ہے پہاڑوں کا رنگ کہیں بھورا اور کہیں سیاہ تھا ان کو دیکھتے ہی بدن میں خوف کی لہریں دوڑ رہی تھیں

شاہان کا خیال تھا کہ یہ شاید وہ مردوں کی زیر زمین دنیا سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں آ گیا ہے لیکن فضا کی لال دھند اور بھورے سیاہ پہاڑوں کی ڈراؤنی شکلیں اسے بتا رہی تھی کہ وہ ابھی زیر زمین مردوں کی دنیا میں ہی ہے پانی کا رنگ بھی ہلکا لال مائل تھا جو آہستہ آہستہ لال اور لال ہوتا جا رہا تھا روشنی اور چرن کے علاوہ اس کو لال لاشوں کے حملے کا بھی ڈر لگا ہوا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ وہ لال جھیل تھی جس میں اس نے لال لاش کو بہتے ہوئے دیکھا تھا جس کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ رہا تھا وہ اپنے آپ کو تیر کر پہاڑی کناروں کی طرف لانے کی کوشش کرنے لگا پانی کا دباؤ بہت زیادہ تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی گاڑھا ہوگیا ہے اس کو ہاتھ پاؤں چلانے میں دقت پیش آ رہی تھی وہ خوفزدہ ہو گیا کہ کہیں وہ جھیل کی دلدل میں نہ پھنس جائے جھیل کا پانی آہستہ آہستہ تارکول کی طرح بھاری ہوتا جا رہا تھا لیکن شاہان نے ہمت نہ ہاری اور اپنے آپ کو دھکیلتا ہوا کنارے لے آیا اس نے کافی زور لگا کر گاڑھے دلدل ایسے پانی میں سے اپنے آپ کو باہر نکالا اور پتھروں میں اوندھا لیٹ گیا اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

بھاری پانی ہونے کی وجہ سے اسے جھیل میں اس طرح تیرنا پڑا تھا جیسے وہ جسم کے ساتھ کئی من وزن باندھ کر تیر رہا ہو۔ ذرا سانس درست ہوا تو اس نے لیٹے لیٹے سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا اس کے سامنے بھی ...گی دیو قامت سیاہ دیوار اوپر ہی اوپر اٹھتی چلی گئی تھی اور دائیں بائیں بھی سیاہ پہاڑوں کی ڈھلانی اور مودی دیواریں تھیں صرف اسکے پیچھے لال جھیل تھی جو آگے دھند کے بادلوں میں داخل ہو رہی تھی شاہان

اٹھا اور پہاڑ کی دیوار کے ساتھ پتھروں کے درمیان چھپ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا۔

اب اسے کیا کرنا چاہیے اور کس طرف کو جانا چاہیے وہ اس مردوں کی خطرناک دنیا میں اکیلا اور بے سہارا رہ گیا تھا جہاں قدم قدم پر اسے اپنی جان کے دشمنوں کا خطرہ لگا ہوا تھا اب نہ تلسی اس کی حفاظت کے لیے تھی اور نہ ہی بچھو اس کے پاس تھا اپنے آپ کو شدید خطروں میں گھرا ہوا محسوس کرتے ہوئے شاہان جھیل کے کنارے کنارے اونچے پہاڑ کی ڈھال کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ ذرا رک کر پیچھے دیکھ لیتا تھا کہ کوئی لال لاش یا ترشنی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہے ہیں اک پہاڑ پیچھے رہ گیا تھا پھر دوسرے پہاڑ کی ڈھال شروع ہوگئی تھی وہ بغیر رکے چلتا رہا کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ اور آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے وہ جب تین پہاڑوں کو چھوڑ آیا اور چوتھے پہاڑ کی ڈھال شروع ہوگئی تو اسے ایک آواز سنائی دی وہ وہیں بیٹھ گیا اور غور سے اس آواز کو سننے لگا آواز ایسی تھی جیسے کوئی جھیل میں چپو چلا رہا ہو جھیل میں ہر طرف لال دھند پھیلی ہوئی تھی دھند میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا چپو کی آواز رک رک کر آ رہی تھی جیسے کوئی بڑا زور لگا کر جھیل کے دلدلی پانی میں کشتی چلانے کی کوشش کر رہا ہو مگر اسے وہاں ابھی تک کوئی کشتی نظر نہیں آئی تھی۔

وہ ٹکٹکی باندھے دھند میں اس جانب دیکھ رہا تھا جس طرف سے آواز سنائی دے رہی تھی تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اسے دھند میں ایک چھوٹی کشتی اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔

جاری ہے۔ باقی آئندہ شمارے میں پڑھیں۔ کشتی میں کون تھا مردوں کی اس زیر زمین دنیا میں شاہان کے ساتھ کیا بیتی تھی کیا وہ انسانوں کی دنیا میں جا سکا ترشنی اور چرن بدروح نے کیا شاہان سے اپنا بدلہ لے لیا کیا او جوگی بابا کی ملاقات شاہان سے کب ہوئی یہ جاننے کے لیے ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیں آپ سب کا اپنا۔ محمد خالد شاہان لوہار۔ صادق آباد۔

غزل

یہ میری عمر میرے ماہ و سال دیئے اس کو
میرے خدا میرے دکھ سے نکال دے اس کو
وہ چپ کھڑا ہے کئی دن سے تیری خاطر تو
کواڑ کھول دے اذنِ سوال دے اس کو
عذاب بد نظری کا جسے شعور نہ ہو
یہ میری آنکھیں میرے خد و خال دے اس کو
یہ دیکھنا شب ہجراں کہ کس کی دستک ہے
وصال رُت ہے اگر وہ تو ٹال دے اس کو
وہ جس کا حرفِ دعا روشنی ہے میرے لئے
میں بجھ بھی جاؤں تو مولا اجال دے اس کو

رانا نبیل ارشاد۔ لاھور

غزل

یہ دل بھلاتا نہیں ہے محبتیں اس کی
پڑی ہوئی تھیں مجھے کتنی عادتیں اس کی
یہ میرا سارا سفر اس کی خوشبوؤں میں کٹا
مجھے تو راہیں دکھائی تھیں چاہتیں اس کی
گھری ہوئی ہوں میں چہروں کی بھیڑ میں لیکن
کہیں نظر نہیں آئی شباہتیں اس کی
میں دور ہونے لگی ہوں تو ایسا لگتا ہے
کہ چھاؤں جیسی تھیں مجھ پہ رفاقتیں اس کی
میں بارشوں میں جدا ہوگئی ہوں اس سے مگر
یہ میرا دل میری سانسیں امانتیں اس کی

زاھد اقبال سحر۔ سمندری

آسیبی جال

۔۔۔تحریر: اسد شہزاد۔ گوجرہ منڈی بہاؤالدین۔

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اس دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ وہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہوسکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ایسی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ گونگا بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکا دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔۔

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی

زندگی میں سوائے امتحان کے کچھ بھی نہ تھا ہر پل ہر لمحہ زندگی مجھ سے امتحان لے رہی تھی۔ میری ماں ذہنی مریضہ تھی تیں نے اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں دیکھا تھا میں صرف اپنی ماں کو جانتا تھا ہوش میں آیا تو صرف ماں میرے سامنے تھی میرے لیے محنت کرتی راتوں کو جاگتی اور میری ذرا سی تکلیف پر بے قرار ہو جانے والی خدا ہی جانتا ہے کہ میری ماں نے کن حالات میں میری پرورش کی میں نے کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھا ماں نے بتایا تھا کہ میں جب دو برس کا تھا تو میرا باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ میں تو اس لمحے کو کوس رہا تھا جب میں نے اخبار پر جاب کے اشتہار پر اچانک نظر ڈالی جس میں کوئی ٹھاکر صاحب کی حویلی میں ملازمت تھی اشتہار میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ملازم کو چوبیس گھنٹے وہیں رہنا ہوگا تنخواہ بہت معقول تھی اور ان دنوں میرے پاس کوئی خاص کام نہ تھا اس لیے میں اس ملازمت کے لیے تیار ہو گیا اشتہار میں کسی کا فون نمبر بھی درج تھا میں نے فون کیا تو دوسری طرف سے کسی نے کھردری آواز میں پوچھا کون۔

میں نے بتایا آپ کا اشتہار پڑھ کر آپ کو فون کر رہا ہوں چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مجھے آواز سنائی دی۔

تم پہلے آدمی ہو جس کا فون آیا ہے اس لیے تمہارا انتخاب ہو گیا ہے کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔

جی جناب میں بے کام کیا ہے۔

ٹھیک ہے اب ہمارے پاس آ جاؤ کام یہاں بتایا جائے گا لیکن جانے سے پہلے ماں کو کسی ہسپتال میں داخل کروانا لازمی تھا جو کہ میں نے ایک دوست کی مدد سے کروا لیا۔ پھر بذریعہ ریل میں چل پڑا پھر ٹرین رک گئی میں نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور



اتر گیا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا نہ کوئی کیبن نہ کوئی گیٹ پلیٹ فارم کے نیچے دور دور تک جنگل پھیلا ہوا تھا یا شاید کھیت ہوں کیونکہ اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا اس آدمی نے اپنی کھردری آواز میں بتایا تھا کہ تمہیں لینے کے لیے حویلی میں سے گاڑی پہنچ جائے گی لیکن وہاں کوئی گاڑی نہیں تھی صرف سناٹا تھا اور پلیٹ فارم کے باہر سے جھینگروں کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں میں کوئی بزدل انسان نہیں تھا لیکن اس ماحول نے مجھے واقعی پریشان کر دیا اور خوفزدہ کر دیا تھا سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب یہاں سے کہاں جاؤں۔ نجانے حویلی یہاں سے کتنی دور ہے میں ت اس اندھیری رات میں اس انجان مقام پر پیدل بھی نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی بندہ نہ بندے کی ذات جس سے کچھ معلوم کر سکتا سوائے انتظار کے اور کیا چارہ تھا میں نے ایک سگریٹ سلگا لیا اور کوٹھری کے پاس والی بینچ پر آکر بیٹھ گیا اب ایک بار پھر میری سوچیں میرے ساتھ تھیں۔ میں نے بھی کیا زندگی گزاری تھی میرا پورا نام علی حسن ہے پریشانیوں سے بھری ہوئی مسلسل جدوجہد کرتی ہوئی زندگی ماں نے تعلیم دلوائی ماں اگرچہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھی لیکن بے پناہ بصیرت کی مالک تھی صابرہ قناعت پسند خدا سے کبھی مایوس نہ ہو جانے والی بے شمار خوبیاں تھیں ماں میں۔ مجھے ہمیشہ سے یہ احساس رہا ہے کہ مجھے اپنی ماں کا سہارا بننا ہے بہر حال میں اس کی بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنی طاقت نہیں کہ وہ محنت کر سکے اس لیے میرا دھیان صرف اپنی پڑھائی پر تھا زندگی میں سوائے کتابوں کے اور ماں کے اور کچھ بھی نہیں تھا اچانک کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا میں تقریباً اچھل ہی پڑا اور زور سے چیخ پڑا۔ ایک تو اتنی خوفناک جگہ اوپر سے رات اس آدمی نے ایک اونی چادر کی بکل مار رکھی تھی اس کا آدھا چہرہ چھپا ہوا تھا ایک چمکدار آنکھیں جو اس کی تھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

کون ہو تم اس نے کہا میں بہت زیادہ ڈر گیا تھا دل میں بہت سے خیال گردش کرنے لگے میں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ ٹھاکر صاحب کی حویلی میں جانا ہے میرا اتنا کہنا تھا کہ اس نے دوڑ لگا دی میں پیچھے سے اسے آوازیں دیتا رہ گیا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ ٹھاکر صاحب کا نام سن کر بھاگ کیوں گیا ہے اتنے میں سے کسی نے میرے نام سے مجھے پکارا میں فوراً پلٹا اور دیکھا تو ایک ڈراؤنی شکل کا بندہ کھڑا تھا عجیب چہرہ تھا میں بیان نہیں کر سکتا اس کی سرخ آنکھیں جو مجھ پر جمی ہوئی تھیں بڑا سا پکوڑے جیسا ناک چہرہ جھریاں سے بھرا پڑا تھا کوئی عام بندہ ہوتا تو اسے دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا لیکن میں نے خود کو ہوش میں رکھا چلو میرے ساتھ اس نے کہا۔ میں نے اسے پہنچان لیا یہ وہی کھردری آواز والا تھا۔

میں یہ سمجھ رہا تھا کہ تم نہیں آؤ گے میں نے کہا۔

راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی اس نے بتایا اس لیے یہاں آنے میں دیر ہو گئی بس اب آ جاؤ اب دکھائی دیا کہ پلیٹ فارم کے نیچے ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی لیکن میں اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ گاڑی کی مجھے آواز نہیں آئی پلیٹ فارم سے نیچے اتر کر اس نے کہا بس ایک منٹ کے لیے رک جاؤ پدی سے تمہارا تعارف کروا دوں اور یہ بہت ضروری ہے میں اس کی بات سمجھ نہیں پایا نجانے پدی سے اس کی کیا مراد ہو سکتی تھی۔

پدی آؤ یہاں اس نے گاڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ چند لمحوں کے بعد ایک دیو پیکر بلا میرے سامنے کھڑی تھی میں اسے بلا ہی کہہ سکتا تھا وہ ایک بہت بڑا جانور نما کتے جیسا اس کا منہ تھا اتنا

دیو قامت جس کے بدن پر بڑے بڑے بال تھے ۔ریچھ کی طرح انتہائی سیاہ رنگ جیسے وہ خود بھی اس اندھیرے کا ایک حصہ ہے اس کی آنکھیں اس طرح چمک رہی تھیں جیسے چراغ جل رہے ہوں وہ ہیبت ناک بلا میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ خدا کی پناہ کیسی بھیانک رات تھی میری اس وقت خوف کے مارے میں کانپ رہا تھا پلیٹ فارم کے نیچے گاڑی کے پاس پدی نام کی بلا نے چاروں طرف سے مجھے سونگھنا شروع کر دیا تھا اس پراسرار آدمی نے اس بلا سے کہا تھا یہ حویلی کے مہمان ہین ان کو اچھی طرح پہنچان لو اور اس بلا نے مجھے سونگھنا شروع کر دیا ہر لمحہ ایسا لگ رہا تھا جیسے اب وہ مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا میں نے اپنی زندگی میں اتنا بھیانک اور دیو قامت بلا نہیں دیکھی تھی میں تو اس لمحے کو کوس رہا تھا جب مجھے یہاں جاب کرنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی پدی کی غراہٹ بھی بھیڑیئے جیسی تھی وہ کچھ دیر تک مجھے سونگھتا رہا اور پھر ایک طرف ہٹ گیا میرا خوف کے مارے برا حال تھا پدی نے تمہیں قبول کر لیا ہے اس نے آدمی نے کہا۔ جب یہ کسی کو قبول نہیں کرتا تو اس کو بری طرح زخمی کر دیتا ہے اب چلو گاڑی میں بیٹھ جاؤ اس وقت میں اتنا خوفزدہ تھا کہ میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں میں نے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا اور گاڑی کے قریب پہنچ کر میں نے اس بلا کو دیکھا وہ گاڑی کے کھلے دروازے سے جمپ لگا کر ڈرائیو کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا مجھے جھجکتے دیکھ کر اس ڈروانے آدمی نے کہا۔

پدی اب تم سے کچھ بھی نہیں کہے گا۔ تم بیٹھ جاؤ۔ مجھے وہی کرنا پڑا جو اس نے کہا تھا گاڑی چلانے والا وہی ہی پراسرار آدمی تھا جس نے ابھی تک اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اپنا تعارف بھی نہیں کروایا تھا سفر شروع ہوا خوف سے اس بات کا بھی احساس نہیں رہا تھا کہ سفر کتنی دیر کا ہے میری نگاہیں اس دیو ہیکل بلا پر جمی ہوئی تھیں جواب بے نیاز ہو کر کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا گاڑی کھیتوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی جا رہی تھی میں نے خود میں ہمت پیدا کر کے اس پراسرار آدمی سے پوچھا۔

پلیٹ فارم پر ایک بندہ ملا تھا مجھے۔ میں نے اس کو سارا حلیہ بتایا اور ساری بات بتائی بات سن کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی بڑی شیطانی مسکراہٹ تھی اس کی وہ بے ضرر سی بدروح آخری اس کے منہ میں ہی رہ گئے میں نے پوچھا جی کیا فرمایا۔ آپ نے کچھ نہیں وہ ایک بے ضرر سا بندہ ہے وہ ہمارا نام میرا مطلب ہے ٹھاکر صاحب کا نام سن کر بھاگ گیا تم پریشان مت ہو مجھے اس کے لہجے سے لگا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ خیر اس کی بات کا یقین کرنے کے علاوہ میں کیا کر سکتا تھا مجھے اب زیادہ خوف محسوس ہو رہا تھا دل کو چین نہیں آرہا تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں کسی نادیدہ قوت کی گرفت میں جا رہا ہوں اتنے میں آبادی شروع ہو گئی یہاں روشنی ہو رہی تھی ویسے رات کی وجہ سے یہاں ہر طرف سناٹا تھا پھر گاڑی بہتر روڈ پر آگئی اور کچھ دور چلنے کے بعد ایک حویلی کے گھیٹ پر آکر رک گئی رات کی وجہ سے حویلی گرچہ پوری طرح واضح نہیں ہو سکتی تھی لیکن اتنا ضرور اندازہ ہو گیا تھا گاڑی حویلی کے پورچ میں آکر رک گئی تھی حویلی بہت بڑی تھی ہمارے اترنے سے پہلے ہی وہ بلا گاڑی سے اتر کر ایک طرف چلا گیا دو ملازم آگے بڑھے ان میں سے ایک نے میرا سوٹ کیس اٹھا لیا۔

صاحب کو ان کے کمرے میں لے جاؤ اس آدمی نے سوٹ کیس اٹھانے والے ملازم سے کہا پر مجھ سے مخاطب ہوا۔

تمہارا کھانا تمہارے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔۔

نہیں مجھے بھوک نہیں ہے میں نے جلدی سے ان کی بات کے جواب میں کہا۔

تمہاری مرضی ۔اور ہاں اپنے کمرے کا دروازہ رات کو بند رکھنا میں نے کہا۔

جی کیوں ایسا کیوں کہا۔

رات کو یہاں بلائیں گھومتی ہیں نجانے اس کی اس بات کا کیا مطلب تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ وہ مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق دروازہ بند کرلیا وہ نہ بھی کہتا تو میں دروازہ بند کرلیتا تھا پتہ نہیں مجھے یہاں آکر بہت خوف محسوس ہو رہا تھا ایسے لگتا تھا کہ جیسے میں کسی آسیبی جال میں پھنس گیا ہوں۔سوچتے سوچتے صبح ہوگئی اور میں نہیں جانتا تھا کہ مجھ کس وقت نیند آئی تھی دروازہ پر ہونے والی دستک سے آنکھیں کھل گئیں میں نے دروازہ کھولا تو ایسا محسوس ہوا جیسے دروازے کے پیچھے سے چاند نکل آیا ہے کیا خوب صورت چہرہ تھا کسی حسین لڑکی تھی جس کے چہرے کی معصومیت نے اس کے حسن میں اور بھی اضافہ کردیا تھا وہ دروازے کے درمیاں میں آکھڑی ہوئی اور میری طرف دیکھ کر بولی۔اگر زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ یہ کہتے ہی وہ بھاگ گئی اور میں اس کی بات سن کر پریشان ہوگیا اور ڈر بھی گیا میں نے اس لڑکے کے بارے میں سوچنا شروع کردیا اور سوچتا ہوا میں کمرے آگیا۔ اتنے میں حویلی کا ایک ملازم ناشتہ لے کر آگیا تمہارا نام کیا ہے میں نے اس سے پوچھا۔

صاحب جی حیات۔

اچھا حیات یہ بتاؤ ابھی جو لڑکی گئی ہے وہ کون ہے۔میں نے اس سے پوچھا۔

صاحب جی وہ ٹھاکر صاحب کی بیٹی ہے اس کا دماغی توزان ٹھیک نہیں ہے اس حویلی کی مالکن ہے وہ تو مجھے اندازہ ہوگیا تھا یہ ملازم ہی ہوسکتی ہے میں نے کہا۔

میں یہاں تو آگیا ہوں لیکن مجھے یہاں کے بارے میں بتاؤ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے کہ مجھے یہاں کیا کرنا ہے۔

یہ حویلی ٹھاکر صاحب کی ہے میاں تابش ان کا نام ہے اس پورے علاقے کے مالک ہیں آپ انہیں کی ملازمت کے لیے آئے ہیں کس کام کے لیے آئے ہیں یہ میں نہیں جانتا۔ یہ سب مینجر صاحب بتا سکتے ہیں میں نے کہا۔

تمہارے مینجر کب آئیں گے۔

مینجر صاحب شام کو آئیں گے سوال یہ ہے کہ شام تک میں کیا کروں گا۔

حویلی دیکھیں صاحب جی یہاں بہت کچھ ہے ایک ایسا کمرہ بھی ہے جس میں کتابیں بھری ہوئی ہیں ایک کمرے میں ٹھاکر صاحب کے خاندازن کی یادگاریں ہیں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے آپ سب جگہ جاسکتے ہیں سوائے زنان خانے کے اور ایک تہہ خانے میں تہہ خانے میں تو بھول کر بھی نہ جایئے گا۔ حیات صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیوں تہہ خانے میں کیا ایسا ہے میں نے پوچھا

پتہ نہیں صاحب یہ ٹھاکر صاحب کا حکم ہے ناشتہ سے فارغ ہوکر میں نے یہ سوچا کہ حویلی کا چکر لگالیا جائے اب تو یہاں ہی رہنا ہے اس لیے اس مقام سے جتنی جلدی ہوسکے واقفیت ہوجانی چاہیے میرے لیے یہی بہتر ہے۔وہ حویلی میرے اندازے سے کہیں زیادہ بڑی تھی نجانے کتنے حصے تھے ان گنت کمرے دالان صحن غلام گردشیں صحرابوں والے راستے اور ایک کمرہ واقعی لائبریری کا تھا کمرہ کیا اچھا خاصا ہال تھا جس کی دیواروں پر پیننگز لگی ہوئی تھی اور الماریوں میں کتابیں بھری ہوئی تھیں ان پر باقاعدہ اس طرح نمبر لکھے ہوئے

تھے جس طرح لائبریری میں لگائے جاتے ہیں میں جہاں بھی گیا کسی نے مداخلت نہیں کی ملازم سامنے آتے بھی تو ادب سے ایک طرف ہٹ جاتے مجھے اس بدی بلا کا خوف تھا لیکن وہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا میں نے پر اپنا رخ ایک الماری کی طرف کر لیا اس الماری میں مشہور مصنف کی کتابیں تھیں میں نے ایک کتاب اٹھائی کتاب اٹھاتے ہی ایک آواز آئی اور وہ الماری جس سے کتاب اٹھائی تھی وہ ایک سائیڈ ہوتی ہوئی ایک دروازہ ظاہر ہو گیا۔ میں حیران رہ گیا میں نے غور سے اس دروازے کو دیکھا میرا تجسس سے سر ابھرا اور میں دیکھنے لگا کہ اس دروازے کے پیچھے کیا ہے۔ ابھی میں دروازے کو ہاتھ لگانے ہی والا تھا کہ ایک آدمی میرے سامنے آ کھڑا ہوا وہ بہت ہی بھیانک تھا انتہائی مضبوط بدن سیاہ رنگت چھوٹی آنکھیں اور گھٹا ہوا سر اسے دیکھتے ہی سے خوف محسوس ہو رہا تھا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔۔ ایں۔ ایں۔ آں اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ گونگا تھا بول نہیں سکتا تھا اس لیے اشاروں کی زبان میں دریافت کر رہا تھا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں اب ایک نئی مصیبت سامنے آ گئی تھی۔ میں نے اپنے طور پر اشاروں ہی کی مدد سے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میں کون ہوں اور یہاں کیوں آیا ہوں لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اچانک اس گونگے سے میرا گریبان پکڑا اور جھنجھوڑنا شروع کر دیا میں نے خد کو اس کی گرفت سے چھڑانے کے لیے اس کے چہرے پر ایک گھونسا رسید کر دیا اس نے جواب میں کسی ماہر باکسر کی طرح میرے چہرے پر ایسا پنچ مارا کہ میں دیوار سے ٹکرا کر گر پڑا اور میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ کسی سیٹی کی تیز آواز ایسا شور جیسے لوگ ماتم کر رہے ہوں مجھے آ رہی تھی نہیں یہ کوئی اور آواز تھی میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا کچھ لوگ میرے اردگرد کھڑے تھے اور میں ایک بستر پر تھا آہستہ آہستہ چہرے واضح ہونے لگے یہ سب حویلی کے ملازمین تھے ان کے درمیان مینجر بھی تھا جو مجھے اسٹیشن سے یہاں تک لایا تھا اس وقت میں خود کو تماشا محسوس کر رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔ میں نے پوچھا اس آدمی نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا مجھے یہاں کس قسم کی ملازمت دی گئی ہے میں نے یہ سارے سوالات ایک ہی ساتھ پوچھے۔

سب ٹھیک ہے پریشان نہ ہو مینجر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا وہ گونگا ٹھاکر صاحب کا محافظ ہے اور ان کی خفیہ جگہ کا بھی تم نے ایک خفیہ تہہ خانہ کھولا جس کی اجازت نہیں تھی اور تم تھے بھی نئے گونگے نے تمہیں اجنبی سمجھا تھا اسے سمجھا دیا گیا ہے اور تم دوبارہ اس جگہ پر نہیں جانا۔

لیکن یہاں میرا کام کیا ہے میں نے پوچھا۔

یہ تم کو ٹھاکر تابش صاحب بتائیں گے۔

کب ہوگی ان سے ملاقات۔ میں نے پوچھا۔

ابھی تم میرے ساتھ چلو گے میں نے جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کیا اب میں اس شخصیت سے ملنے جا رہا تھا جس کی یہ حویلی تھی اور جس نے مجھے ملازم رکھا تھا۔ مینجر آگے آگے چل رہا تھا میں اس کے پیچھے تھا کئی کمروں اور دالانوں سے گزرنے کے بعد ہال میں آ گئے یہ بہت بڑا ہال تھا قدیم طرز کے شاندار فرنیچر سے سجا ہوا ایک دیوار کے ساتھ ایک تخت بچھا ہوا تھا جس پر سفید چادر اور گاؤ تکئے لگے ہوئے تھے ٹھاکر صاحب اس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے سفید کرتہ شلوار میں ان کی شخصیت بہت شاندار دکھائی دے رہی تھی سرخ وسفید رنگت چڑھی ہوئی مونچھیں اور بڑی بڑی آنکھیں لیکن ایک بات ان کی آنکھیں میں ایک عجیب رنگ تھا جو پیلا کلر کا تھا جو کے اس خوبصورت لڑکی اور حیات کے علاوہ ہر ایک

کی آنکھیں میں تھا اور سب ملازموں اور منیجر کی شکل بڑی عجیب تھی آخر کار ان کی آنکھوں کا کلر ایسا کیوں تھا۔ مجھے یہ حویلی بڑی ہی پراسرار لگ رہی تھی میں خود کو ایک خول میں بند ہوتا ہوا محسوس کرر ہا تھا۔ میں نے ادب سے ٹھاکر صاحب کو سلام کیا جو مجھے بہت ہی دلچسپی اور تنقیدی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

بیٹھ جاؤ اس نے کچھ دیر بعد سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا میں ان کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ نام کیا تمہارا ٹھاکر نے پوچھا۔

علی حسن میں نے بتایا۔

تعلیم اور تجربہ کے بارے میں بتاؤ۔ انہون نے اپنی گردن ہلائی میں نے تمہارا انتخاب کر لیا ہے بہت بہت شکریہ یہ جناب منیجر تمہیں کام سمجھا دے گا اور ایک بات یاد رکھنا تمہارا یہاں رہنا مشکل بھی ہوگا اور آسان بھی اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اسے مشکل بناتے ہو یا آسان ٹھاکر صاحب نے کہا اور ہاں ایک بات یاد رکھنا کبھی اس تہہ خانے کی طرف بھول کر بھی جانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ آخری غلطی کی تھی تم نے اس طرف جانے کی دوبارہ اس طرف نہ جانا اب تم جاسکتے ہو میں کرسی سے کھڑا ہوا تو اسی وقت وہ لڑکی وہاں آگئی جس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں تھا اس وقت اس نے پھول والی فراک پہنی ہوئی تھی اور وہ خود ایک پھول لگ رہی تھی جس نے میرے سامنے آکر الٹی سیدھی بات کی تھیں۔

بابا جان اس نے میری طرف دھیان ہیں دیا تھا وہ لوگ مجھے کہتے ہین کہ میں پاگل ہوں بابا آپ ان لوگوں سے کہیں گے نہیں کہ میں پاگل نہیں ہوں۔

ہاں بیٹا بلکہ میں ان کو سزا بھی دوں گا تم باہر کیوں آگئیں۔

بابا جان میں تو ہر وقت اندر ہی تو رہتی ہوں

اچھا بیٹا اس قت جاؤ شاباش وہ چلی گئی اسنے جاتے ہوئے بھی میری طرف نہیں دیکھا میں نے دیکھا کہ ٹھاکر صاحب کے چہرے پر دکھ کے تاثرات تھے۔

علی میاں صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے اگر یہ لڑکی تم سے کبھی بھی الٹی سیدھی بات کرے تو اسکا خیال مت کرنا۔

جی ٹھاکر صاحب بس میری زندگی میں یہی دکھ ہے میں اپنے کمرے میں چل دیا اور ان لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا کیسا عجیب خاندان ہے اور پراسرار بھی۔

صاحب ایک بات کہوں۔ حیات نے میرے لیے چائے انڈیلتے ہوئے کہا۔

ہاں کہو۔

آپ یہاں سے چلے جائیں تو اچھا ہے اس نے کہا۔ یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے۔

کیوں ۔ایسی کیا خاص بات ہے میں نے پوچھا

آپ ان لوگوں کو نہیں جانتے میں دو سال سے یہاں رہ رہا ہوں لیکن ٹھاکر صاحب تو بہت معقول آدمیں دکھائی دیتے تھے میں نے حیات کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

جی صرف دکھائی دیتے ہیں ورنہ وہ تو بہت ہی ظا۔۔ظال۔۔تم یہاں کیا کرر ہے ہو منیجر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ حیات کی بات ابھی منہ میں ہی تھی وہ میں صاحب کو چائے دینے آیا تھا حیات نے جلدی سے کہا اور باہر نکل گیا۔

علی تم کو ٹھاکر نے کام کے بارے میں بتایا۔

نہیں انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ساری باتیں آپ سے معلوم کرنی ہیں۔ لیکن مجھے ایک بات پر حیرانگی ہو رہی تھی کہ منیجر نے

اس وقت ٹھاکر صاحب کی باتیں سنی تھیں پھر وہ مجھ سے کیوں پوچھ رہا تھا۔
خیر تم نے عظمیٰ کو دیکھا۔ٹھاکر صاحب کی چھوٹی بیٹی۔منیجر نے پوچھا۔
جی ہاں شاید آپ ان کی بات کر رہے ہین جو پاگل ہیں
ہاں میں انہی کی بات کر رہا ہوں تمہارا یہ کام ہے کہ تم نے ان کی دیکھ بھال کرنی ہے کیونکہ وہ ایک حادثے کی شکار ہوئی تھیں اور اس حادثے کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
آپ ان کو کسی اچھے سے ڈاکٹر سے چیک کرواتے یا پھر کوئی نرس گھر میں ہی رکھ لیتے میں نے منیجر کو مشورہ دیا۔میری بات سن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری یہ سب کچھ کر لیا ہے لیکن کچھ فرق نہیں پڑا ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے اس کو گھر رکھا جائے اور اس کے ساتھ کسی مرد جو دیکھنے میں خوبصورت ہو اس کو اٹیچ کر دیں کیونکہ اس کے ساتھ حادثہ ہی کچھ ایسا ہوا ہے منیجر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا
کیا میں اس حادثے کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں میں نے کہا
بالکل نہیں۔میں نے پہلے ہی تمہیں کہا تھا کہ تم اس بارے میں کچھ نہیں پوچھ سکتے۔میں جواب میں کچھ نہ بولا۔
رات کے اندھیرے میں جنم لینے والے بہت سے حادثات اپنا نشان نہیں چھوڑتے منیجر نے میری خاموشی کو دیکھ کر کہا۔بہت گہری بات کہہ دی تھی اس نے۔
اب مجھے کیا کرنا ہوگا۔میں نے پوچھا۔
تمہیں اس کا خیال رکھنا ہے اور اس کے علاوہ تم رات کو ڈیلیوری لو گے۔
کس چیز کی ڈلیواری میں نے پوچھا۔
ایک بیگ کی۔
بیگ میں کیا ہے۔میں نے پوچھا۔
کچھ ضروری سامان ہے ٹھاکر صاحب کے بیٹوں کے لیے منیجر نے مختصر سا جواب دیا۔
یہ تو کام بہت آسان ہے کوئی بھی کر سکتا ہے۔
نہیں یہ کام تم ہی کرو گے۔اس نے کہا تو میں چپ سا رہ گیا۔تمہیں اس کی معقول تنخواہ دی جائے گی۔تین ہزار ملیں گے۔
تنخواہ معقول تھی کام بھی آسان تھا میں نے حامی بھر لی بے شک یہ جگہ بہت ڈراونی تھی اور پراسرار بھی یعنی آسیب زدہ لگتی تھی لیکن میں نے صرف اس لڑکی کی وجہ سے یہ حامی بھر لی۔
میں نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا کچھ لوگ تھے جو پاگلوں کی طرح روتے اور شور کرتے ہوئے ایک طرف ڈورے جا رہے تھے اس بستی کے کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے میں اس حویلی سے باہر کے لیے نکلا تھا بس یوں ہی صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ حویلی کے ارد گرد کیا ہے کیسے لوگ ہیں کیسا ماحول ہے کہ میں نے اس طرح کی افراتفری دیکھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔میں صورت حال معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس گیا۔اور اس سے مخاطب ہوا۔
بابا کیا بات ہے کیا ہوا ہے یہاں۔بابا نے اپنی دھندلی آنکھوں سے میری طرف دیکھا پھر پوچھا کہ تم یہاں نئے آئے ہو۔
جی ہاں بابا بالکل نیا ہوں اس لیے مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔
آج پھر بستی کی ایک لڑکے اور لڑکی کو اٹھا کر لے گئے ہیں بابا نے بتایا۔یہ اس کے ماں باپ ہیں جو بے چارے فریاد کرتے پھر رہے ہیں۔
کون اٹھا کر لے گئے ہیں۔

کیا معلوم کون کم بخت ہیں رات کو ہر ہفتے لڑکی اور لڑکے کو اٹھا کر لے جاتا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بابا نے پریشانی سے کہا۔

کیا بعد میں لڑکی اور لڑکے کا پتہ چلتا ہے یا نہیں۔ میں نے پوچھا۔

نہیں۔ اس بے چاری کا کوئی پتہ نہیں چلتا بیٹا سب کہتے ہیں آسیبی چکر ہے بوڑھے نے کہا۔

کیا پولیس میں رپورٹ نہیں ہوتی۔ میں نے اس کی آسیب والی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا

پولیس بھی کیا کرسکتی ہے بس حوصلہ دے دیتے ہیں لیکن سنا ہے کہ آج ایک نیا انسپکٹر آیا ہے۔

تو اب اس لڑکے اور لڑکی کے والدین کیا کریں گے میں نے پوچھا بیچارے ٹھاکر صاحب کے پاس جا کر فریاد کریں گے اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔ بوڑھے نے اسی پریشانی کے انداز میں کہا۔

تو کیا وہ سب اس وقت ٹھاکر کے پاس گئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔

ہاں۔ میں یہ سب دیکھنے کے لیے حویلی واپس آگیا یہاں واقعی بہت سے لوگ تھے اس میں بدنصیب لڑکی کے ماں باپ اور لڑکے کے بھی ماں باپ اور رشتے دار بھی تھے ٹھاکر صاحب ایک کرسی پر سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے لوگ رو رو کر فریاد کر رہے تھے میں بھی ایک طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ ٹھاکر صاحب نے اپنی گردن اٹھا کر ان لوگوں کو دیکھا اور دھیرے سے بولے۔ ان کی آواز میں دکھ بھرا ہوا تھا۔

میرے بچو تم بتاؤ یہ بوڑھا تمہارے لیے کیا کرسکتا ہے خدا جانے کون ان کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔

ٹھاکر صاحب ہماری عزت چلی گئی لڑکی کا باپ رو رہا تھا وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے ٹھاکر صاحب اگر اس کو کچھ ہوا تو میں مر جاؤں گا لڑکے کے باپ نے کہا۔ مجھے احساس ہے دینو ٹھاکر صاحب نے کہا۔ میں بھی ایک باپ ہوں میں جانتا ہوں کہ اس وقت تم پر کیا گزر رہی ہے اب بتاؤ میں کیا کروں پہلے بھی پولیس کو بتا چکا ہوں لیکن پولیس نے کچھ بھی نہیں کیا پولیس کبھی بھی کچھ نہیں کرے گی ٹھاکر نے کہا۔

سر ایک نیا آفیسر آیا ہے کہتے ہیں کہ وہ بہت بہادر ہے ایک سچائی کا ساتھ دینے والا ہے ابھی وہ بوڑھا بتا ہی رہا تھا کہ اتنے میں ایک ملازم آیا اور بولا ٹھاکر صاحب باہر کوئی انسپکٹر آیا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے اسے اندر بھیج دو ٹھاکر نے کہا میں نے دیکھا انسپکٹر بہت ہینڈسم تھا اور چوڑی باڈی اس کے اوپر پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی بہت اچھا لگ رہا تھا اس نے آتے ہی سب کو سلام کیا جی میرا نام انسپکٹر اسد ہے اور میں آپ کے گاؤں کا نیا انسپکٹر ہوں اور جو لڑکا اور لڑکی غائب ہوئے ہیں ان کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں میں اتنی بات سن کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ یہاں ایک آدمی میرے انتظار میں تھا وہ اس حویلی کا چھوٹا مالک تھا اصغر ٹھاکر صاحب کا بیٹا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تنقیدی نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے درشت بھرے لہجے مین کہا۔ میں یہاں اس لیے آیا کہ تم کو سمجھا دوں کہ تم ان سارے معاملات میں دلچسپی مت لو کون اغوا ہو رہا ہے کس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ سب تمہارا دردسر نہیں ہے۔

سمجھ گیا۔ لیکن میرے کان تو کھلے ہوتے ہیں جو میرے کانوں تک آوازیں آتی ہیں وہ تو میں سن ہی لوں گا اس کی آنکھوں کا رنگ ویسا ہی تھا بس یہیں تک رہنا اور جس کام کے لیے رکھا گیا ہے وہ کام ہی کرنا ہے اس نے کہا اور مجھے گھورتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا ایک بار میرا دل چاہا کہ میں ایسی

ملازمت ہر لعنت بھیج کر یہاں سے واپس چلا جاؤں لیکن تنخواہ معقول تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ وہ لڑکی عظمی مجھے اچھی لگی تھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ اپنے کام کی ابتدا کس طرح کروں کیا اسے میرے سامنے لایا جائے گا یا مجھے اس کے سامنے لے جائیں گے یا میرا کوئی تعارف کروائے گا اور ڈلیوری کس وقت لینی ہوگی۔ پتہ نہیں کیا ہوگا ویسے یہ بات درست تھی کہ اس حویلی کے معاملات بہت پراسرار اور الجھے ہوئے تھے میں ابھی یہ سب سوچ رہا تھا کہ عظمی کمرے میں آگئی اس وقت اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی یعنی خاموشی کی صورت میں وہ بالکل ٹھیک دکھائی دے رہی تھی میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اس کی آنکھوں کا رنگ اپنے باپ یا بھائی کی طرح نہ تھا عام نارمل انسان کی طرح تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت کشش تھی

تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر یہ یقین ہوا ہے

بدن کے سارے جمال آنکھوں میں آگئے ہیں

کون ہو تم ابھی تک یہاں سے بھاگے نہیں ہو میں نے تم سے کہا تھا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔

میں یہاں نوکری کرنے آیا ہوں اور آپ کا خیال رکھنے کے لیے۔

کیا بکواس ہے وہ اچانک بھڑکی تمہارے جیسے چار پہلے بھی یہاں آچکے ہیں اور کوئی بھی زندہ واپس نہیں گیا ہے میں یہ سن کر ٹپٹا سا گیا۔ اس نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا۔

سنو۔ اس نے مجھے مخاطب کیا تم چاہے جو بھی ہو اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنا کام جاری رکھو اور ان کا ہر حکم مانو یہ میں تمہیں مشورہ دے رہی ہوں ورنہ۔۔ اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اور میں بہت ڈر گیا تھا مجھے ہر کردار ایک دوسرے سے بڑا کر پراسرار بت سے بھرا پڑا ملا۔ میں حیات کی طرف دیکھ رہا تھا جو میرے کمرے کی صفائی کے لیے آیا تھا وہ بھی بھی میری طرف اس طرح دیکھ لیتا جیسے مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہو جبکہ میں بھی اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا سننا چاہتا تھا بالا خر جب اس سے صبر نہیں ہوسکا تو وہ میرے پاس آکر بولا۔

صاحب آپ یہاں سے چلے جائیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ میں نے کہا۔

مجھے یہاں سے جانا ہی ہے میں یہاں رہنے کے لیے نہیں آیا ہوں بس کچھ الجھنیں سی ہیں وہ دور ہو جائیں تو اچھا ہے۔

آپ کن چکروں میں پھنسے ہیں صاحب

تم بتاؤ اس حویلی میں مجھ سے پہلے بھی کچھ لوگ کام کرنے آچکے ہیں۔ میری اس بات پر اس نے حیران ہوکر میری طرف دیکھا۔ آپ کو کیسے معلوم ہے۔ تم میری بات کا جواب دو۔

جی صاحب۔ اس نے گہری سانس لے کر کہا تین چار پہلے بھی آئے تھے لیکن بے چارے پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں ان کا کچھ بھی پتہ نہیں چلا ہے لیکن عظمی نے کہا ہے کہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو اپنا کام جاری رکھو۔

پتہ نہیں صاحب کیا بھید ہے آپ کا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے حیات نے کہا۔

کیوں میں نے پوچھا۔

بس صاحب ٹھیک نہیں ہے میں اس کے بارے میں آپ کو کچھ زیادہ نہیں بتا سکتا حیات نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا یہ بتاؤ ان لڑکی اور لڑکے کے بارے میں کچھ جانتے ہو کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے وہ کدھر جاتے ہیں۔

نہیں صاحب۔ حیات نے کہا مجھے حیات کے لہجے میں سے لگا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

لگتا ہے مجھے پولیس اسٹیشن جانا ہوگا۔

وہ کیوں صاحب۔اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھے کچھ کام ہے وہاں میں نے مختصر جواب دیا۔

ٹھیک ہے آپ کو ڈرائیور چھوڑ آئے گا میں اسے کہہ دیتا ہوں۔

پولیس اسٹیشن کی عمارت ٹھیک ہی تھی میں اندر داخل ہوا تو سامنے حوالدار اپنے کام میں مصروف تھا مجھے دیکھ کر اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا مجھے انسپکٹر اسد صاحب سے ملنا ہے میں نے اس کو اپنی طرح سوالیہ نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

خیریت آپ کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں اس نے پوچھا۔لیکن اسکا لہجہ بہت ہی اچھا تھا۔

جی اس لڑکی اور لڑکے کے کیس کے سلسلے میں

-

آپ آفس میں چلے جائیں۔

میں آفس چلا گیا انسپکٹر اسد فائل کو بغور دیکھ رہے تھے مجھے دیکھتے ہی انہوں نے فائل کو ایک طرف رکھ دیا سلام دعا کے بولے بیٹھ جائیں میں ان کے سامنے ہی بیٹھ گیا جی میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں انہوں نے خوش دلی سے کہا۔

سر میں لڑکے اور لڑکی کے غائب ہونے کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں آپ نے اس پر کتنا کام کیا ہے میں اصل بات کی طرف آیا۔

میں نے آپ کو ٹھاکر کی حویلی میں دیکھا تھا اور جہاں تک کیس کی بات ہے میں نے سارے حالات کا جائزہ لیا ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ کوئی پراسراریت سے بھرا کیس ہے میں نے اپنے آدمی بستی کے ہر کونے پر کھڑے کیئے ہیں اور جو پہلے والا انسپکٹر تھا اس کے مطابق کوئی آدمی آتا جاتا نہیں دیکھا لیکن مجھے اس کی بات پر شک ہے اس لیے میں نے نئے سرے سے سب کام شروع کرر ہا ہوں انسپکٹر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ٹھاکر کے تم کیا لگتے ہو اسد آپ سے تم پر آ گیا۔۔

جی میں ان کے پاس کام کرتا ہوں میں نے مختصر سا جواب دیا آپ سوچتے ہوں گے اس کیس کے بارے میں۔اور آپ مجھے میرے نام سے پکار سکتے ہیں۔

جی شکریہ میں نے کہا۔اور ساتھ ہی کہا میرے خیال میں اس کیس کا تعلق حویلی سے ہوسکتا ہے میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

تم یہ بات کس اندازے سے کہہ رہے ہو اسد نے پوچھا۔اور میں نے شروع سے لے کر آخر تک تمام بات کہہ دی۔انہوں نے میری باتوں کو بہت ہی غور سے سنا۔

تمہاری بات سے بہت شکوک ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ٹھاکر صاحب اس معاملے میں ہوں اور کیا تم نے دوبارہ تہہ خانے میں جانے کی کوشش کی ہے۔

نہیں ۔ایک تو وہاں پہرہ بہت سخت لگا ہوتا ہے اور دوسرا وہاں جانے سے روکا گیا ہے میں نے بتایا اور وہ ڈلیواری میں کیا ہوسکتا ہے اور کیا تم نے ابھی تک کوئی ڈلیواری تم لی ہے۔اسد نے پوچھا۔

نہیں سر ابھی تک میں نے کوئی ڈلیواری نہیں لی ہے میرا مشورہ ہے کہ تم پتہ لگاؤ کہ تہہ خانے میں کیا ہے اور ڈلیوری میں کیا ہوتا ہے اسد نے کہا۔

اوکے میں کوشش کروں گا مجھے اجازت دیں کافی دیر ہوگئی ہے میں چلتا ہوں میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور اسد سے سلام دعا کرنے کے بعد میں واپس چلا آیا۔

آج تمہیں ڈلیوری لیے جانا ہے ابھی نکل جاؤ ڈرائیور کے ساتھ یہ بیگ دے کے ڈلیوری بنی ہے ڈرائیورتم کومطلوبہ جگہ پر لے جائے گا مینجر نے بیگ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ میں چپ چاپ جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ہمارسفر شروع ہو گیابستی ہوگئی اس کے بعد کھیتوں کے سلسلے تھے جو نہ جانے کہاں تک پھیلے ہوئے تھے بہت دیر بعد جیب رک گئی یہاں بھی ایک مکان بنا ہوا تھا میدانوں اور کھیتوں کے درمیان یہ ایک اجڑا ہوااور بری حالت والا مکان تھا۔ آپ اندر جاسکتے ہیں ڈرائیور نے کہا میں گاڑی سے اتر کر مکان کے دروازے کی طرف بڑھا اور جا کر دستک دے دی۔ جواب میں ایک بھاری بھر آواز سنائی دی اندر آجاؤ۔ میں اندر چلا گیا جیسی حالت باہر مکان کی تھی ویسی کی کمرے کی سامنے کرسی پر ایک سیاہ فام بیٹھا ہوا تھا بیگ لے کر آئے ہو اس فام نے اپنی بھاری آواز میں پوچھا جی لے کر آیا ہوں۔ میں نے جواب دیا مجھے دو اور وہ بیگ اٹھالو میں نے بیگ اس کو دیا جو اس نے فورا پکڑلیا فورا پکڑنے کی وجہ سے بیگ کھل گیا اور اس میں بڑے بڑے نوٹوں والی گڈیاں نیچے گر پڑیں میں بڑا حیران ہوا سیاہ فام نے فورا وہ گڈیاں واپس رکھی اور گرجدار آواز میں کہا جو کام کرنے آئے ہو کرو خیر وہ بیگ کی طرف گیا وہ ایک درمیانے سائز کا بیگ تھا اور وزن بہت بھاری تھا خیر مین نے بیگ اٹھا کر گاڑی میں رکھا اور واپس حویلی کی طرف چل دیا لیکن میں حیران تھا کہ پیسے کم از کم پچاس لاکھ کے قریب تھے اور اس بیگ میں اتنی خاص کیا چیز تھی کہ جو پچاس لاکھ تھی پہلے تو میرا دل کیا کہ کھول کر دیکھ لوں لیکن ڈرائیور کے ساتھ تھا اس لیے یہ سب نہ کر سکا میں نے حویلی میں مینجر کو بے چینی سے ٹہلتے ہوئے دیکھا گاڑی کو آتے دیکھ کر اس کو کچھ چین آیا اور وہ بیگ فورا لے

لیا اور بھاگ کر وہ لائبریری والے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے اس کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا نجانے کتنے سوالات میرے ذہن میں گردش کرنے لگے تھے خیر مینجر کے پیچھے کھڑا تھا مینجر نے وہ کتاب ہلائی اور الماری ایک سائیڈ پر ہوگئی اور مینجر سامنے والے دروازے سے تہہ خانے میں داخل ہوگیا اور الماری اپنی جگہ پر واپس آگئی اب میں سوچ رہا تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں پھر میں نے یہ راز کھولنے کا ارادہ کرلیا میں نے کتاب ہلائی اور الماری ہٹ گئی میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا نیچے بہت زیادہ سیڑھیاں تھیں جو کہ ایک دروازے پر ختم ہوتی تھی میں نے وہ دروازہ کھولا لیکن دل بہت زیادہ ڈر رہا تھا۔ خوف سے میرا براحال تھا جیسے ہی دروازہ کھولا تو میرے ہوش اڑ گئے مینجر بیگ کھول رہا تھا ٹھاکر صاحب کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا اور مینجر نے بیگ سے گوشت کا ٹکرا نکالا انسانی گوشت کا اور ٹھاکر کے سامنے رکھ دیا جیسے وہ ایسے کھانے لگے جیسے بچپن سے بھوکے ہوں میں اب وہاں سے واپس جانے کا سوچ رہا تھا کہ پدی سامنے آگیا اور میرے اوپر چھلانگ لگادی میرا پہلے ہی خوف سے براحال تھا۔ اوپر سے پدی اس نے مجھے بری طرح سے کاٹنا شروع کر دیا۔ اور مجھے بری طرح زخمی کر دیا۔ میں بے ہوش ہوگیا۔ ہوش آیا تو خود کو ایک کمرے میں پایا یہاں ہر طرف تاریکی کا راج تھا مجھ میں ہلنے کی ہمت نہ تھی میں نے کوشش کی زخم اتنے زیادہ تھے اور اس وقت اتنے دکھ رہے تھے کہ بتا نہیں سکتا۔ پھر میری آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو دیکھا کہ کمرے کی حالت بہت بری تھی اور کمرے کا ایک ہی دروازہ تھا جو کہ بند تھا مجھ میں چلنے کی سکت نہ تھی۔ اس وقت میرے دماغ میں کئی باتیں گردش کر رہی تھیں ایک تو یہ پتہ لگ گیا تھا کہ ٹھاکر صاحب مینجر اور ٹھاکر کا بیٹا آدم خور تھے

اورانہوں نے مجھے پکڑ لیا ہے اور میرا حشر بھی وہی ہونے والا ہے جو اس سے پہلے لوگوں کا ہوا تھا ۔ مجھے اس لمحہ امی بہت یاد آنے لگی تھی اتنے میں دروازہ کھولنے کی آواز سنی مجھے لگا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے میرا سانس خشک ہو گیا لیکن دروازے پر حیات کھڑا تھا ٹھاکر کا ملازم جو میرا ہمدرد ہو گیا تھا وہ اکیلا نہیں تھا اس کے پاس عظمی تھی ۔ایک بار پھر میرے لیے حیرتوں کا سفر شروع ہو گیا تھا ہم اَب گھر میں تھے یہاں مجھے بہت خاموشی سے لایا تھا اس کمرے میں میرے سامنے عظمی اور حیات بھی تھے دونوں مجھے اس تہہ خانے سے اس مکان بڑی ہوشیاری سے نکال لائے تھے وہ چھوٹا سا گھر حیات کا تھا وہ مجھے اپنے گھر آیا تھا عظمی نے مجھے تہہ خانے میں جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اس نے میرے زخموں پر پٹی لگا دی تھی سب یہ سمجھتے تھے کہ میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے جبکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں شروع سے اپنے ہوش میں رہی ہوں میں نے یہ بہروپ اپنے باپ ٹھاکر کے ظلم کی وجہ سے اختیار کیا ہے وہ بہت خطرناک آدمی ہے بہت ہی بے رحم اور انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی آدم خور اور میرا بھائی بھی اس کہانی کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب انہوں نے اس آدمی کو مار کر کھا لیا تھا جس سے میں نے محبت کی تھی مجھے پتہ چل گیا تھا کہ بابا اور بھائی نے اس کو مارا ہے میرے سامنے اس کے ٹکڑے کیئے گئے اور اس کو بھون کر کھایا گیا میں یہ سب برداشت نہ کر سکی اور اس صدمے سے بے ہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو خود کو میں نے پاگل ظاہر کیا بابا کو بھی یقین آ گیا کہ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی اس لیے انہیں اطمینان ہو گیا میں بھی چپ چاپ زندگی گزارنے لگی۔

سمجھ گیا تم اپنے باپ اور بھائی کے بارے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتی تھی ہاں کیونکہ میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا عظمی نے کہا۔

میرے اس راز سے صرف حیات واقف تھا اس نے حیات کی طرف اشارہ کیا۔ پھر بابا نے میرے لیے دو تین لڑکوں کو بھیج کر رکھا تا کہ وہ مجھے پسند کر لیں اور مجھ سے شادی کر لیں لیکن میں نے سب کو حقیقت بتا دی سب کو یہاں سے بھاگنے کو کہا لیکن افسوس پتہ نہیں ڈیڈی کس طرح پتہ چل گیا کہ وہ لڑکے بابا کے راز سے واقف ہو گئے ہیں تو بابا نے انہیں ختم کروا دیا۔

میں تو یہاں آ کر پھنس گیا ہوں اب میں کیا کروں میں نے کہا۔

ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اب تم نے کیا کرنا ہے یہ تم جانتے ہو واپس جانا چاہتے ہو یا مرنا چاہتے ہو۔ عظمی نے کہا۔

تم اب کیا کرو گی ۔میں نے سوال کیا۔

میں یہاں ہر روز قتل دیکھ کر تنگ آ گئی ہوں میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔ یہ جگہ یہ حویلی چھوڑنا چاہتی ہوں جا رہی ہوں یہاں سے۔

کہاں جاؤ گی تمہارے ساتھ۔ عظمی نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔ ہاں اگر تم اپنے ساتھ مجھے رکھ سکو تو اور تم میں اتنی ہمت ہو کہ تم مجھے سہارا دے سکو عظمی نے کہا۔ میرا دل چاہا کہ اسے کہہ دوں کہ مین تو زندگی بھر اس کو اپنے سینے میں چھپا کر رکھنے کو تیار ہوں اور اس کے لیے ہر خطرہ کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے کہا۔

میرے لیے اس سے بڑی کیا بات ہو گی کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں بس ایک بار میں تمہیں یہاں سے لے کر نکل جاؤں تو پھر ہمیں کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ تمہارے بھائی اور بابا کی حکومت اس علاقے پر ہو گی لیکن شہر میں کچھ نہیں کر سکتے ہم وہاں بالکل محفوظ رہیں گے۔

ٹھیک ہے پھر میں تمہارے ساتھ چل رہی

ہوں عظمی نے کہا۔

تم کیا سمجھتی ہوں کہ اتنی آسانی سے یہاں سے نکل سکیں گے میں نے پوچھا۔

نہیں نکلنا بہت ہی مشکل ہوگا۔ پھر وہ حیات سے مخاطب ہوئی۔حیات تم نے سارا انتظام کرلیا ہے ناں۔۔

ہاں بی بی جی۔سب انتظام ہو چکا ہے آپ لوگوں کو دو دن اسی مکان میں چھپ کر رہنا ہوگا تا کہ سب کی بھاگ دوڑ ختم ہو جائے اور تھوڑا سکون ہو جائے اس کے بعد نکل جایئے گا۔

ٹھیک ہے لیکن تم کو ہر طرف نظر رکھنی ہوگی تا کہ تم جان سکو کہ وہاں کیا کچھ ہو رہا ہے وہ لوگ کیسی پلاننگ کر رہے ہیں۔

جی بی بی جی۔ یہی بات ہے اس طرف کوئی نہیں آتا اور کسی کا دھیان بھی نہیں جائے گا بس کھانے پینے کی تکلیف ہو جائے گی ویسے راشن سبزیاں بھی سب رکھی پڑی ہیں۔

تو پھر پریشانی کس بات کی میں سب کچھ پکانا جانتی ہوں بچپن سے میرا یہی شوق رہا ہے۔

وہ چلا گیا اور ایک دن عظمی کے ساتھ گزر گیا ہم دونوں نے ایک دوسرے سے دنیا بھر کی باتیں کیں اس کی باتیں بہت ہی اچھی تھیں میں بھی اس کے ساتھ رہ کر یہ بھول گیا تھا کہ میں کسی امتحان میں سے گزر رہا ہوں۔یا کسی بلائیں ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہیں دونوں کو اس کی پرواہ نہیں تھی اس نے بہت مزیدار کھانا پکایا تھا اس کی یہ خوبی بھی سامنے آگئی تھی یعنی ہر لحاظ سے ایک مکمل لڑکی تھی۔اس کو اپنی ماں سے بہت پیار تھا وہ اس کا ذکر بہت احترام سے اور پیار سے کرتی تھی میں نے اس سے پوچھا۔تمہاری والدہ ان کا انتقال کیسے ہوا۔

سچ تو یہ ہے کہ ان کو پاپا نے مار دیا۔اور ان کو بھی وہ کھا گئے۔

لیکن تمہارے بابا اور بھائی انسانی گوشت کیوں کھاتے ہیں میں نے سوال کیا۔

اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی ہوں لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس حویلی میں ایک جادوگر آیا تھا وہ کئی دنوں تک یہاں رہا تھا اور اس دوران ہی لوگوں کا قتل ہونے لگا تھا۔ یعنی جادوگر نے ان کو انسانی گوشت کھانے کا عادی بنا دیا تھا ورنہ ایک انسان دوسرے انسان کا گوشت کیسے کھا سکتا ہے میں اس کی بات سن کر سب کچھ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ وہ خوشی سے نہیں کرتے ہیں بلکہ مجبور ہیں ایسا کرنے کے لیے اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ ایسی میں نے کئی کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور میں اب اس کی زبانی یہ سب جان کر اطمینان کر بیٹھا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے کوئی جن بھوت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں اور وہ سب سے بڑھ کر وہ خود ہی جن بھوت ہیں۔ وہ کہانی سناتے ہوئے رو رہی تھی مجھے اس پر بہت ترس آ رہا تھا ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا تھا اور بہت کچھ جاننا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو حیات آیا تھا اس کے ساتھ وہ گونگا بھی تھا اور کچھ محافظ بھی تھے حیات نے ہمیں دھوکا دیا تھا وہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔

تکلیف کی شدت سے میری چیخیں نکل رہی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ عظمی کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا تھا مجھے صرف اپنا معلوم تھا۔ کہ وہ لوگ بہت بے دردی سے مجھے مار رہے تھے اور کھینچتے ہوئے مجھے مکان سے باہر لائے تھے عظمی کو انہوں نے کسی بوری میں بند کرلیا تھا اور ایک گاڑی میں ڈال رہے تھے اور جہاں تک میرا سوال تھا تو مجھے ہوش نہیں رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا تھا مار کھاتے کھاتے میں بے ہوش ہو چکا تھا۔اور جب آنکھ کھلی تو کسی جگہ

گھپ اندھیرا تھا۔ میرا پورا بدن ایک بار پھر کسی بہت بڑے زخم میں تبدیل ہوگیا تھا ایسی ہی بے پناہ تکلیف ہورہی تھی میرے چاروں طرف اندھیرا ہی ندھیرا تھا۔ میں صرف اتنا محسوس کرسکتا تھا کہ میں کسی کمرے کے فرش پر پڑا ہوا ہوں البتہ مجھے لگ رہا تھا کہ مجھے پھرتہہ خانہ میں لے آئے تھے پھر ایک چیخ سنائی دی کسی عورت کی یا لڑکی کی چیخ میں کانپ سا گیا۔ خدا کی پناہ یہ کیسے لوگ تھے بے چاری عظمی پر تشدد کررہے تھے چیخ بھی ایسی تھی کہ جیسے کسی کے جسم پر کوڑے برسائے جارہے ہوں پھر اس لڑکی کی سسکیاں گونجنے لگیں شاید وہ بھی میرے ساتھ اس کمرے میں ہی تھی اس لیے اس کی آواز مجھے اتنے قریب سے سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے میرے ہاتھ میں ایک دیوار کے ساتھ ٹکرا گئے یعنی مجھے کسی دیوار کے ساتھ لاکر پھینکا گیا تھا اس عمل میں بہت ہی تکلیف ہوئی ۔میرے دونوں ہاتھ بھی زخمی تھے شاید انہوں نے میری بے ہوشی کے دوران مجھ پر غصہ اتارا تھا نجانے کتنے کوڑے یا ڈنڈے مجھ پر برسائے تھے میں نے اس طرف رینگنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے ایسا نہیں ہوسکا تھا درد کی تیز لہر اٹھی تھی اور میں چیخ اٹھا تھا میں نے اپنے ہونٹوں کو بھینچ کر اپنی گردن ایک طرف ڈال دی خدا جانے کتنی دیر تک اس طرح پڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی یہ روشنی ایک روشن دان سے آرہی تھی اب معلوم ہوا کہ میں ایک بڑے کمرے میں ہوں اور کمرے کو دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے کمرہ کیا پورا تشدد خانہ تھا ایک بڑی سی میز تھی جس کے چاروں انسانوں کو باندھنے کے لیے بیلٹ لگے ہوئے تھے ایک طرف آری پڑی ہوئی تھی اور ٹوکے بھی تھے اس کے کھانے پینے کا سامان دیکھ کر میں بے ہوش ہوتے ہوئے بچا۔ ایک آدمی میز پر بندھا ہوا تھا اس کی ایک ٹانگ غائب تھی شاید وہ مرچکا تھا۔ میں خدا سے اپنی مدد کی دعائیں کرنے لگا اور شاید میری اس لمحے خدا نے سن لی تھی کہ سب کچھ ہی بدل گیا۔ وہ سب کچھ ہوگیا جو میں نے سوچا بھی نہ تھا میرے سامنے انسپکٹر اسد کھڑا تھا اور وہ مسکرا رہا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

تمہارا اندازہ درست تھا حویلی میں یہ سب کھیل کھیلا جارہا تھا کوئی آسیبی طاقت نہیں کررہی تھی بلکہ حویلی میں موجود ہی انسان یہ سب قتل کررہے تھے میں نے ہر طرح سے انکوائری کرلی تھی اور اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ جو کچھ بھی ہورہا ہے وہ یہی ہے۔۔ میں نے ان سب کو پکڑلیا ہے پدی کو ماردیا ہے اور اب تمہارے سامنے ہوں۔

وہ ۔وہ عظمی کہاں۔۔میں نے اس کے بارے میں پوچھنا چاہا وہ بھی ٹھیک ہے اگر میں بروقت کاروائی نہ کرتا تو شاید وہ کچھ ہوجاتا جو شاید نہیں ہونا چاہیے تھا میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری دعا سن لی تھی نہ صرف مجھے زندگی دی تھی بلکہ عظمی کو بھی زندہ میرے سامنے کردیا تھا۔

انسپکٹر اسد صاحب آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہم لوگوں کی جان بچائی ہے ورنہ میں اپنی موت کو بہت قریب سے دیکھ رہا تھا۔

ہاں جانتا ہوں ۔وہ مسکراتے ہوئے بولا ۔تم نہیں جانتے میں بہت کچھ جانتا ہوں میں جب سے یہاں آیا ہوں ایک دن بھی سکون سے نہیں رہا ہوں ہر لمحہ اس کیس کی طرف رہا ہوں نہ دن دیکھ رہا تھا اور نہ ہی رات میرا ایک مقصد تھا کہ مین اس درندے کو پکڑوں جو انسانی جانوں کو ضائع کررہا ہے اور میں کامیاب ہوگیا ہوں یہ میرے لیے بہت بڑی کامیابی ہے اگر یہ کام نہ ہوتا تو شاید یہاں بہت کچھ ہوتا رہتا۔ نجانے کتنی جانیں ضائع ہوجاتی۔

میں نے بہت کچھ معلوم کرلیا ہے ان لوگوں کو آدم بنایا گیا تھا جس نے یہ سب کیا تھا وہ ان کے ہاتھوں ہی مارا گیا تھا اس کا خون بھی یہ لوگ ہی پی گئے تھے اور اس کا گوشت بھی یہی لوگ کھا گئے تھے انسپکٹر اسد نے نیا انکشاف کیا جو میرے لیے بہت اہم تھا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لیے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور پھر میرا اور عظمی کا علاج ہوتا رہا۔

پھر بعد میں پتہ چلا کہ ٹھاکر اور ان کے تمام ساتھی مارے جا چکے ہیں میں نے ایک گہری سانس لی ان کا مرنا انسانوں کے لیے نئی زندگی تھی اگر وہ زندہ رہتے تو انسانی خون ہوتا رہتا کیونکہ وہ انسانی روپ میں درندے تھے ہاں درندے۔

اور اب ہم دونوں بہت خوش ہیں۔ ہم نے شادی کرلی ہے اور ایک اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ آج میں سوچ رہا ہوں کہ اگر اس لمحے انسپکٹر اسد اس کیس میں دلچسپی نہ لیتا تو ہوسکتا ہے کہ میں زندہ نہ ہوتا اور نہ ہی عظمی زندہ ہوتی جو اب میری بیوی ہے اور اس کے دل میں اپنے لیے میں بہت پیار دیکھ رہا ہوں وہ واقعی ایک چاہنے والی بیوی ہے۔ ہم نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا تھا اور ایک نئی جگہ پر ایک مکان بنالیا تھا میری ماں بھی مرگئی تھی وہ میری جدائی میں بیمار رہنے لگی تھی اور میری جدائی ہی ان کی موت کا سبب بنی۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

جا دس دے ساری دنیا نوں
اساں پیار تیرے نال پا چھڈیا
ہن نکل نئیں سکدا دل چوں تو
اساں ایسا جندرا لا چھڈیا
ناں لگے تتی ہوا تینوں
تیرے لئی اساں بدل منگ لیے نئیں
تیرے سر تے سایہ رکھن لئی
مینوں وانگ تندور جلالینا
اس زندگی سانواں سوچاں نوں
اساں تیرے ناں نویں لا چھڈیا
ناں دور ہون دا سوچیں توں
تیری راہواں وچ مرجاواں گی
میں جان تلی تے رکھ لئی اے
نالے کفن گلے وچ پا چھڈیا
اس دنیا تو ہن ڈرنا نئیں
اسیں پیار کراں گے رج رج کے
اک دوجے دی بانہہ پھڑ کے کرن
اسیں دنیا نوں دیکھا چھڈیا
کشور کرن۔ پتوکی

یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
کیوں پیار میرا ٹھکرایا غیروں کی سیج سجائی
تیرے ہاتھوں کا رنگ بدل گیا
میرے دل کا لہو نچڑ گیا
تو دلہن بن گئی سج دھج کے
میری جان لبوں پر آئی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
تو ہم کو تڑپتا چھوڑ گئی
غیروں سے رشتہ جوڑ گئی
ہم تجھے پکارتے رہ گئے
تو نے ہم سے دوری بڑھائی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
میرے مرنے کی ہرجائی
جب خبر تیرے تک آئی
تو ساری رسمیں بھول گئی
کیوں آنکھ تیری بھر آئی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
کشور کرن۔ پتوکی

غزلیں و نظمیں

غزل

کلیوں کی مہک ہوتا تاروں کی ضیا ہوتا
میں بھی تیرے گلشن میں پھولوں کا خدا ہوتا
ہر چیز زمانے کی آئینہ دل ہوتی
خاموش محبت کا اتنا تو صلہ ہوتا
دل پریشان کی پرستش کے لیئے آتے تم
صحرائے تمنا میں میلہ سا لگا ہوتا
احساس کی ڈالی پہ اک پھول مہکتا ہے
زلفوں کے لیئے تم نے اک روز چنا ہوتا
محمد امجد اسماعیل

جیت گیا ہوں

بے بس ہو کر دل ہاتھوں میں نے سوچا
آج میں اس کو فون کروں گا
اور کہوں گا میں نے تم کو لاکھ بھلایا
لوح دل سے نام تمہارا لاکھ مٹایا
لیکن جاناں سچ پوچھو تو
دل کے ہاتھوں ہار گیا میں
آؤ اب کی بار میں تو مر کر بچھڑیں
نمبر اس کا ڈائل کر کے ہمیں
اس کے نرم سے لہجے کی ہیلو سن کر بھی
چپ نہیں ٹوٹی دھڑک دھڑک کے دل بھی چلا
کچھ تو بولو، لب تو کھولو
کچھ بھی نہ کہہ کر اپنے دل سے بالا آخر میں جیت گیا ہوں
سید طاہر شاہ تبسم، بلوچستان

قطعہ

بھیگی آنکھوں والی لڑکی
میری طرف جب دیکھتی ہے تو
بن میں جل تھل کر جاتی ہے
مجھ کو پاگل کر جاتی ہ
نور محمد اسلم کاوش۔ سلانوالی

غزل

آج رات تم یاد آئے بہت
آنکھوں نے بھی آنسو بہائے بہت
تم کو تھوڑا سا بھی رحم نہ آیا
ہم نے ستم بھی اٹھائے بہت
کیسے بتاؤں تم سے کتنا پیار ہے مجھے
تم کو حال دل سنانے کے بہانے بنائے بہت
کس کس کو بتاؤں ستمگر تمہاری عنایتیں
تم نے بھی ہم پر ظلم ڈھائے بہت
اب تو آکر دیکھ لے بے وفا بشارت کی حالت
تمہاری یہ بے رخی مجھ کو تڑپائے بہت
کوئی ایک آدھ ہوتا تو ہنس کر سہہ جاتے
ایس تم نے بھی ہمارے دل پر زخم لگائے بہت
بے نام، لاپتہ

غزل

اچھا نہیں ایسے بے رخی دکھانا
قریب رہ کر بھی فاصلے بڑھانا
ہم تو تمہیں یاد کرتے ہیں دعاؤں میں
ایس تم نہ ہمیں بھول جانا
اور بھی بڑھا دیتا ہے درد دل
زخم جگر لگا کر اوپر سے تیرا مسکرانا

جب تم نے ہمیں ٹھکرا ہی دیا تو
چھوڑ دو یوں خوابوں میں آکر نیندیں اڑاتا
لے ہی ڈوبا ہمیں صنم وہ
تمہارا بات بات پہ شرمانا
وہ پیار نہیں تو اور کیا تھا
بار بار بشارت سے نظریں ملانا
بے نام، لاپتہ

کچھ کھٹا، کچھ میٹھا

بن کے دلہن آرام سے سویا نہیں جاتا
دامن کو بھی اشکوں سے بھگویا نہیں جاتا
برباد نہ کر دیں کہیں میک اپ میرا آنسو
اسی خوف سے جی کھول کے رویا نہیں جاتا
☆☆
ہماری عید ہے ہم ہر طرح سے منائیں گے
ہمارا شیخ کے فتوے پر اعتبار نہیں
ہمارے ڈپٹی کمشنر نے چاند دیکھا ہے
ہمیں خبر ہے وہ غیر ذمہ دار نہیں
☆☆
اس نے پھر عید کارڈ میں مجھ کو
لفظ اک بے دھیان لکھا ہے
پھر میری عید کرکری کر دی
پھر مجھ کو بھائی جان لکھا ہے
علی احمد ساون، کوئٹہ کینٹ

غزل

ہمیں یاد ہیں اب بھی محبت کے وہ حسیں لمحے
تیری سانسوں کی خوشبو میں بہاروں کو بھلا دینا
کبھی دیوانگی سے چوم لینا تیری زلفوں کو
کبھی دھیرے سے تیرے کان کا بندہ ہلا دینا
کبھی حد سے اگر بڑھنا تو بس فرط عقیدت سے
تمہارے پاؤں کی ڈوری سے ہونٹوں کو لگا دینا
کبھی کہنا اگر تم سے کیوں اتنی خوبصورت ہو
حیا سے سرخ ہو کے تیرا نظروں کو جھکا دینا
کبھی آنچل پکڑ لینا شرارت سے مگر تم نے
دیوانے تو نہیں ہو کہہ کے آنچل کو چھڑا لینا
یہی رنگین لمحے اثاثہ ساون کی زندگان کا
میرے واسطے ممکن نہیں ان کو بھلا دینا
علی احمد ساون، کوئٹہ کینٹ

آزاد کے نام

میرے دل کی راکھ کرید مت مسکرا کے اسے ہوا نہ دے
یہ چراغ پھر چراغ ہے کہیں ترا ہاتھ جلا نہ دے
نئے دور کے نئے خواب ہیں نئے موسموں کے گلاب ہیں
یہ محبتوں کے چراغ ہیں انہیں نفرتوں کی ہوا نہ دے
ذرا دیکھ چاند کی پتیوں نے بکھر بکھر کے تمام شب
تیرا نام لکھا ہے ریت پر کوئی لہر آ کے مٹا نہ دے
میں اداسیاں نہ سجا سکوں کبھی جسم و جاں کے مزار پر
نہ دیے جلیں میری آنکھ میں مجھے اتنی سخت سزا نہ دے
میرے ساتھ چلنے کے شوق میں بڑی دھوپ سر پر اٹھائے گا
تیرا ناک نقشہ ہے موم کا کہیں غم کی آگ گھلا نہ دے
میں غزل کی شبنمی آنکھ سے یہ دکھوں کے پھول چنا کروں
میری سلطنت میرا فن رہے مجھے تاج و تخت خدا نہ دے
علی احمد ساون، کوئٹہ کینٹ

لاحاصلی کا دکھ

میں فصل امید بو رہا تھا
کہ گزرے لمحوں کے تجربوں نے
یہ میری کانوں میں بات ڈالی
زمین بنجر ہے
اپنی محنت نہ رائیگاں کر
کہ کل کو لاحاصلی کے دکھ سے تو بچ سکے گا
یہ مشورہ میں نے مان کے اپنی زندگی کو بچا لیا تھا
مگر یہ دیکھا ہے
کہ فصل امید بونے والے
تو اپنی فصلیں اٹھا رہے ہیں
میں اپنی لاحاصلی کے دکھ میں تڑپ رہا ہوں
ڈاکٹر محمد امجد جواد، ضلع وہاڑی

بزم دستور

جب کوئی جاتا ہے ان کی محفل میں
تو اک شمع اسی دم جلائی جاتی ہے
شمع جلا کے وہ فوراً بجھا بھی دیتے ہیں

اور دھوئیں کی سمت پھر انگلی اٹھائی جاتی ہے
دھواں دکھا کے وہ کہتے ہیں آنے والوں سے
کہ عاشقوں کی یہ حالت بنائی جاتی ہے
ڈاکٹر محمد امجد جواد، وہاڑی

بزم دستور

دل کے ٹوٹ جانے کا سبب یاد نہیں
یہ کیوں ہوا یہ کیسے ہوا اب یاد نہیں
محبت بھی کرتے ہو اور ڈرتے ہو زمانے سے
پھر کہتے ہو داستان عجب یاد نہیں
نہ ہو جس کے دل میں پیار کا بسیرا
قسم سے کہتے ہیں ایسے قلب یاد نہیں
اتنے بھی گمراہ نہیں ہوئے ہیں محبت میں
ہمراز سے پوچھ لو ہمیں اپنا رب یاد نہیں
آرالیف خانو، مدینہ کالونی نصیرہ

غزل

شدید دکھ تھا اگرچہ تری جدائی کا
سوا ہے رنج ہمیں تیری بے وفائی کا
تجھے بھی ذوق نئے تجربات کا ہو گا
ہمیں بھی شوق تھا کچھ بخت آزمائی کا
جو میرے سر سے دوپٹہ نہ ہٹنے دیتا تھا
اسے بھی رنج نہیں میری بے ردائی کا
سفر میں رات جو آئی تو ساتھ چھوڑ گئے
جنہوں نے ہاتھ بڑھایا تھا رہنمائی کا
ردا چھنی مرے سر سے مگر میں کیا کہتی
کٹا ہوا تو نہ تھا ہاتھ میرے بھائی کا
ملے تو ایسے رگ جاں کو جیسے چھو آئے
جدا ہوئے تو وہی کرب نارسائی کا
میں سچ کو سچ کہوں گی مجھے خبر ہی نہ تھی
تجھے بھی علم نہ تھا میری اس برائی کا
کوئی سوال جو پوچھے تو کیا کہوں اس سے
بچھڑنے والے سبب تو بتا جدائی کا
نہ دے سکا مجھے تعبیر خواب تو بخشے
میں احترام کروں گی تری بڑائی کا
بلال، بھوکوٹ سلطان

غزل

وہ جن کو میرے میرے گھر جلانے سے غرض ہے
انہیں خبر نہیں ہمیں نئے گھر بنانے سے غرض ہے
وعدہ کرتے ہیں وہ توڑنے کے لئے
مگر ہم کو وعدہ نبھانے سے غرض ہے
ان کے عشق میں چاہے دنیا و جہاں لٹ جائے
ان کی اداؤں کو بس شرمانے سے غرض ہے
فرق نہیں رہا میرے گھر اور بادہ خانے میں
کہ میری آنکھوں کو اب پینے پلانے سے غرض ہے
میں روز اس لئے جرم کرتا ہوں حبیب
مجھے ان کی عدالت میں جانے سے غرض ہے
حبیب اللہ خان نیازی، گوجرانوالہ

جل جاتے ہیں

گرمی مسرت ناکام سے جل جاتے ہیں
ہم چراغوں کی طرح
شام سے جل جاتے ہیں
شمع جو جلتی ہے
نمائش کے لئے
ہم اسی آگ میں
گم نام سے جل جاتے ہیں
جب بھی آتا ہے
میرا نام تیرے نام کے ساتھ
جانے کیوں لوگ
میرے نام سے جل جاتے ہیں
حبیب اللہ خان نیازی، گوجرانوالہ

تو ہے

میری زندگی میرا پیار تو ہے
میرا دل میری جان تو ہے
تجھے ہر لمحہ میں یاد کرتی ہوں
میری زندگی کی اک یاد تو ہے
جسے میں کبھی نہیں بھلا سکی
ایسی اک داستان تو ہے
آ دیکھ بے خبر دور کے ہمسفر
میری ذات کی پہچان تو ہے
میرے دل میں رہتا ہے کوئی

چھپا ہے دل میں وہ تصویر تو ہے
نور مجھے دیکھ کر دل کی پیاس نہیں بجھتی
وہ ان بجھی سی پیاس تو ہے
مہک نور بلوچ، سیدآباد

سمندر کنارے

بیٹھی تھی سمندر کے کنارے
دور سے کوئی چہرہ
نظر آیا
ایسا لگا جیسے وہ
اپنا ہے
پرسوچا وہ تو پرایا ہے
آتے آتے وہ
میرے قریب آ گیا
اور آ کر مجھ سے کہا
کون ہو تم
اور کس کا انتظار
کر رہی ہو
میں تو خواب
ہوں آتا ہوں جاتا ہوں
کہیں سپنے سجاتا ہوں
اچانک میری
آنکھ کھلی
دیکھا وہ تو
واقعی اک خواب تھا
مہک نور بلوچ، سیدآباد

میری قسمت کہاں تھی

تو چاہے مجھے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرصت کہاں تھی
میری چاہتوں کی تجھے کیا خبر ہو
تو سوچے مجھے تیری فطرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
میں پالوں ایسی تجھے یہ سعادت کہاں تھی
جو بن جاتا میرا کہیں ہمسفر تو
بھلا ایسی اپنی یہ قسمت کہاں تھی
جسے من کر تو نے نگاہیں جھکالیں
یہ درد تھا میرا شکایت کہاں تھی
تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا ساگر کا
فریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی
محمد ایوب ساگر، رکن پور

غزل

مسرت مرے چہرے سے عیاں ہوتی ہے
میری جاں پھر تو کیوں پریشان ہوتی ہے
آزمائش میں ہی اے میری دوست
خلوص محبت کی حقیقت عیاں ہوتی ہے
ہجر کی کڑی راتوں میں ہی اکثر
دل کی نگری ہراساں ہوتی ہے
فراق میں جینا تو مشکل ہے بہت
فراق میں موت والی بات لیکن آسان ہوتی ہے
جب جینے سے جی اکتا جائے طاہر
تب زندگی کچھ زیادہ ہی مہربان ہوتی ہے
طاہر رشید، راولپنڈی

کنگن

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
تو بڑے پیار سے چاؤ سے بڑے مان کے ساتھ
اپنی نازک سی کلائی پر چڑھاتی مجھ کو
اور بے تابی سے فرقت کے خزاں لمحوں میں
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھماتی مجھ کو
میں تیرے ہاتھ کی خوشبو سے مہکتا جاتا
جب کبھی موڈ میں آکر چوما کرتی
تیرے ہونٹوں کی حدت سے میں دہک سا جاتا
رات کو جب بھی تو نیندوں کے سفر پر جاتی
مرمریں ہاتھ کا اک تکیہ بنایا کرتی
میں تیرے کان سے لگ کر کئی باتیں کرتا
تیری زلفوں کو تیرے گال کو چوما کرتا
جب بھی تو بند قبا کھولنے لگتی جاناں
اپنی آنکھوں سے تیرے حسن کو خیرہ کرتا
مجھ کو بیتاب سا رکھتا تیری چاہت کا نشہ

میں تیری روح کے لحن میں مہکتا رہتا
میں تیرے جسم کے آنگن میں کھنکتا رہتا
کچھ نہیں تو یہی بے نام سا بندھن ہوتا
کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
وصی شاہ، گجرات

سنو آفرین

سنو آفرین سنو آفرین
تم جہاں بھی جاؤ
جہاں بھی ٹھہرو
چاہے زمین کے آخری
کونے کی جانب نکل جاؤ
اور بے شک تم مجھے بھول جاؤ
مگر اتنا یاد رکھنا آفرین
تمہارے سارے خوابوں کو
میں زمین کی پناہ گاہوں
میں محفوظ رکھوں گا
تمہاری ساری باتوں کو
تمہارے سنگ بیتے لمحوں کو
تمہاری ساری یادوں کو
دل کے پاس رکھوں گا
سنو آفرین، سنو آفرین
میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا
ہاں تمہیں یاد رکھوں گا

عابد محمود عابی، راولپنڈی

کلام

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں
رنج اور رنج بھی تنہائی کا
وقت آ پہنچا میری رسوائی کا
بہت ہی خوش ہوا جانی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں
یارانِ تیز گام نے منزل کو جالیا

ہم محو نالہ جرس کارواں رہے
دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے
فیض اللہ خان، گجرات

غزل

خواہش تھی کہ مہکے سدا بہار کی مانند
جیون ملا ہمیں راہ پر خار کی مانند
ہم شدت گناہ سے بھی محروم ہی رہے
احساس گناہ بھی تھا گناہ گار کی مانند
ہم جن کے لئے جان بھی لٹانے کو تھے تیار
وہ مول چکاتے ہیں خریدار کی مانند
پھر در پہ تیرے آتے تھے اک آس نئی لے کر
ناکام و نامراد ہیں ہر بار کی مانند
شطرنج کی بساط کے مہرے کا حق نہیں
رکھے وہ سوچ شہ و شہسوار کی مانند
تھیں ظاہری نمائشی ہمدردیاں تیری
اعلیٰ و ارفع لوگوں کے افکار کی مانند
اس دل میں تیری خوشیوں کے سامان بہت ہیں
اک تنگ گلی کے چھوٹے بازار کی مانند
پھولوں کی تو فطرت میں سکوں دینا لکھا ہے
تو پھول ہے تو کیوں چبھتا ہے خار کی مانند
راضی تجھے طاہر نے دیکھا نہیں کبھی
تو بھی خفا ہے طالع بیدار کی مانند
طاہر ونیس، شاہ صادق نہنگ

ایک اہم اعلان

ہماری گزارش ہے آج کل بزرگوں اور سرداروں سے
اور خاص کر کے پٹھانوں سے
یہ بات واضح اور صحیح ہے اور سب دنیا کو پتہ ہے
کہ پٹھان لوگ لڑکیاں بیچ رہا ہے
اور مناسب قیمت بھی نہیں بے انصافی شروع ہے
اور خود آپ کو پٹھان کہتے ہیں
پٹھان کا مطلب یہ نہیں کہ عزت بیچ دو
پٹھان کا مطلب یہی ہے غیرت اور ایماندار ہونا
غریب آدمی کو رشتہ بھی نہیں ملتا ہے
اس لئے کہ غریب آدمی کے ساتھ روپے نہیں ہے

غریب آدمی گھر کے آئے پر مجبور ہے اور کسر اس سے تین لاکھ روپے مانگتے ہیں کہاں سے لے آئے تین لاکھ روپے
بے روزگاری بہت ہے اس لئے خودکشیاں شروع ہے
ہر انسان خودکشی کرنے پر مجبور ہے
بزرگوں، سردارو ذرا سوچ لو ابھی بھی وقت ہے
پرانہ رسم ورواج چھوڑ دو لڑکیاں بیچ نا بے عزتی ہے
ہر آدمی پٹھانوں کا یہی شکایت کرتا ہے برائے مہربانی ذرا سوچ لو

فیض اللہ خان، گجرات

آزاد نظم

تم نے اپنی چاہتوں کا اقرار مانگا ہے
تو سنو
دل کے سچے جذبے اظہار کے محتاج نہیں ہوتے
یہ تو وہ جذبے ہیں جو جگنو بن کر
آنکھوں میں چمکتے ہیں
ہونٹوں کے نرم گوشوں میں رہ کر
دل میں بستے ہیں
تم مجھ میں اس طرح سمائے ہوئے ہو
کہ جیسے پھول میں خوشبو، تاروں میں چمک
تتلی میں رنگ
میرا تمہارا رشتہ اٹوٹ رشتہ ہے
جسم وجان کا جو جڑا رہے تو زندگی
اور ٹوٹ جائے تو موت
ہاں صرف موت

طاہر سیٹھی، چلیانوالہ اسٹیشن

ہم مانگتے ہیں

یہ بجلی وہ سڑکیں نے پہل مانگتے ہیں
حکومت سے شکوہ ہے ہمارا برابر ترازو کا حل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں
نہ ممبری، شہری نہ کرسی کے عاشق سریت کی ظاہر شکل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں
دکھاؤ نہ کاغذ کے پھولوں کا جنت محمد کا گلشن اہل مانگتے ہیں
نفاذ نظام کا رسل مانگتے ہیں
مجاور تے ملاں نوں منگتا سمجھ کر حکمران ان سے وصل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں
رشوت کا آج کل طریقہ زکوۃ ہے کھلا کر شریعت کا بل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں
یہ سنیوں کا مجمع یہ سنیوں کا لشکر، میں واحد نہیں گل کے گل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں
حکومت کی جستجو ہم بھی خدا سے
حسین ابن حیدر کا دل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں
وزیروں، مشیروں کے حق میں سرور خدا سے عقل مانگتے ہیں
نفاذ نظام رسل مانگتے ہیں

شاہد رحمٰن، آزاد کشمیر

رحمت بیکراں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کوئی مایوس سا بندہ
جب ناامید ہوتا ہے
مسلسل التجاؤں سے تنگ آکر
بڑے ہی زور سے فریاد کرتا
چیختا اور بلبلاتا ہے
کہ جیسے وہ زمیں پر
اور خدا ہوا آسمانوں میں
تو اس کی رحمت بیکراں کو جوش آتا ہے
بڑے نزدیک سے
وہ بڑے ہی پیار سے
اور
رحمت بھری مسکان ہے
اس کو تھپکتا اور اس کی بات سنتا ہے
کہ فریادی کو اپنی چیخ کی شدت
صدا کی بے یقینی پر
ندامت ہونے لگتی ہے

بلال ہو، صادق آباد

شرط

جاناں تم مجھ سے اس قدر
خفا کیوں ہو پلیز
فرشتوں کی سی پاکیزہ محبت
کو کھیل مت بناؤ
تم نے کیسے یہ فرض کرلیا
کہ
میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے
تم نے آخر کیوں سوچ لیا
کہ میں تمہیں بھول گیا ہوں
کبھی سنا ہے کہ کوئی شخص
سانس لینا بھول گیا ہو
ہاں میں تمہیں بھول سکتا ہوں
میں تمہیں اپنے آپ سے جدا کر سکتا ہوں
لیکن ایک شرط ہے
پہلے تم مجھے
چاندنی کو چاند سے
خوشبو کو پھول سے
اور
سائے کو شجر سے جدا کر کے دکھاؤ

سپاہی بلال سہو، صادق آباد

غزل

شکوہ کروں تو کس سے کروں اپنے ہی روٹھ گئے
دل ساتھ لیکن ارمان ہی روٹھ گئے
تو ملے نہ ملے یہ غم نہیں لیکن
جدائی میری قسمت میں آئی تم کیوں روٹھ گئے
کیسی عجیب داستان ہے میری
سننے والے بہت ساتھ دینے والے روٹھ گئے
کہتے ہیں ہوتے ہیں خریدار حسن والے
ہم بکتے نہیں پھر خریدار اٹھ گئے

محمد رمضان رضا، کوٹلی

غزل

زندہ رہتے ہیں خود آگاہ دل آرزو ہیں
مسکراتے ہوئے پھولوں کی طرح خاروں میں
چاند تاروں سے ملائیں تیرا چہرہ کیسے
یہ کشش چاند میں دیکھی نہ کبھی تاروں میں
مول ہوتا ہے جلا تحفہ دل کا کوئی
ہے وہ چیز یہ جو بکتی نہیں بازاروں میں
چند شاموں کی ملاقات بھلانے کے لئے
کتنی شامیں برباد ہوتی میری بہاروں میں
گو ستایا ہے اسی نے ہمیں سب سے بڑھ کر
سب سے پیارا نظر آتا ہے وہی پیاروں میں

تنہا حبیب اللہ کھوکھر، مانجھی پور

بن بادل

وہ برسے بن بادل کے
میرے دل کی پیاسی زمین پر
نہ جانے کیسے قرار آگیا
میرے دل کو اس کے وعدے پر
تاریکی تو میرے مقدر میں تھی
شمع جل گئی زندگی میں تمہارے آنے پر
جس آشیانے پر رہتے ہو تنہا ہر وقت
تنہا ہی اب ختم ہو گئی اس کے قدم رکھے

تنہا حبیب اللہ کھوکھر، مانجھی پور

بارش کی آواز

بارش کی آواز کو سن کر
پیڑوں کی آغوش میں سبھی شاخیں جھومنے لگتی ہیں
گرد ملال میں لپٹے پتے جاگ اٹھتے ہیں
اور ہوائی پینگوں میں سرگوشیاں جھومنے لگتی ہیں
کھڑکی کے شیشوں پر جس دم پہلی بوندیں پڑتی ہیں تو
بارش کی آواز گھروں میں خوشبو بن کر در آتی ہے
دنیا کے بے انت دکھوں اور اندیشوں کی
اڑتی مٹی بیٹھتی ہے اور
تجھے دلوں کی اقلیتوں میں شمعیں جلنے لگتی ہیں
راہیں چلنے لگتی ہیں
بارش کی آواز کو سن کر
سپنوں کے آنگن میں رکھے بوجھ کی ڈھیری
ہولے ہولے کٹتی ہے تو سانسیں ہلکی ہو جاتی ہیں
رم جھم کی آواز میں جیسے سب آوازیں کھو جاتی ہیں
بارش کی آواز سن کر

جاگتی آنکھیں
سپنوں کی دہلیز سے اپنے ریزہ ریزہ خواب اٹھاتے
بےنام لاپتہ

غزل

وہ دیتے رہے سزا بھی جدائی کے ساتھ
ہم کرتے رہے وفا بھی رعنائی کے ساتھ
کریں ہجر کا شکوہ تو کس سے کریں یہاں
سب لوگ غمزدہ ہیں پھر سودائی کے ساتھ ساتھ
کچھ یوں اپنے زخموں کا علاج کیا ہم نے
بھربھر کے جام پیتے رہے دوا کے ساتھ ساتھ
آنکھوں نے اسی طرح ان کا ذکر کیا اے دوست
نیندیں بھی لے گیا وہ بینائی کے ساتھ ساتھ
لکھے جو اسے لیٹر وہ بھی رنگ نہ لاسکے
ناحق خون بہایا سیاہی کے ساتھ ساتھ
ہماری زندگی کا یوں خاتمہ کیا کنول نے
کہ دیتے رہے زہر بھی دوائی کے ساتھ ساتھ
کتنا خوش نصیب شخص وہ ہے اے مٹھو
جو ڈولی میں لے گیا شہنائی کے ساتھ ساتھ
فضل عباس مٹھو، گجرات

غزل

آتش شوق میں جل جائے مگر افسانہ نہ کرے
ذکر محبوب ہی عاشق کی زباں ہوتا ہے
ہم بہاروں کی تمنا میں بہت ڈھونڈ چکے
جس کو دیکھا وہی اندر سے خزاں ہوتا ہے
میرے بارے میں کبھی سوچ کبھی غرور تو کر
جیسے میں یوں کبھی بے نام و نشاں ہوتا ہے
غم کا افسانہ جو چپ رہ کر بیان ہوتا ہے
دل پراحساس محبت بھی ان ہوتا ہے
محمد کامران ریاض، جھنگ

غزل

ان کی گلی سے گزر گئے تو محبت ہو جائے گی
اگر وہ سامنے آئے تو قیامت آجائے گی
ان سے کہہ دو کہ ہماری گلی سے نہ گزرا کریں
جب ہم ان کی گلی سے گزر بھی گئے وہ ہم سے گلہ کریں۔
ان سے کہہ دو کہ سامنے نہ آیا کریں ان سے
محبت ہو جائے گی جب وہ ہمیں دیکھے گے تو گلا کریں۔
جب وہ ہمارے نزدیک آئے گے تو ہم ان کو
آنکھوں کی تعریف کریں گے جب آنکھ
حد سے زیادہ چاہے گے جب ان کو
پتہ چلے گا تو وہ ہم سے گلہ کریں گے
ان سے کہہ دو کہ وہ ہماری گلی سے نہ گزرا کریں
صائمہ نورین، ڈنگہ

غزل

کھلونا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو
مجھے اس حال میں کس کے سہارے چھوڑ جاتے ہو
اللہ کا واسطہ دے کر منا لوں دور ہو لیکن
تمہارا راستہ میں روک لوں مجبور ہوں لیکن
کہ میں چل بھی نہیں سکتا اورتم دوڑ جاتے ہو
میرے دل سے نہ لو بدلہ زمانے بھر کی باتوں کا
ٹھہر جاؤ ذرا مہمان ہوں میں چند راتوں کا
چلے جانا کس لئے منہ موڑ جاتے ہو
او کھلونا جان کر تم تو میرا دل توڑ جاتے ہو
نوشاہی الیکٹرک سٹور، کوٹلی

غزل

وفا جن سے کی بے وفا ہو گئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
جو کہتے تھے ہم کو صدا ہیں تمہارے
زمانے میں سب سے جنہیں ہم تھے پیارے
وہی آج ہم سے جدا ہوگئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہوگئے
وہ اتنا بتا دیں کبھی پاس آکے
ملا ہے انہیں کیا ہمیں یوں مٹا کے
خطا کیا تھی جو خفا ہوگئے
وہ وعدے محبت کے کیاہو گئے
میرے سامنے بھی اگر اب وہ آئیں
نہ دیکھیں گی ان کو یہ بے بس نگاہیں
وہ جن کے لئے ہم فنا ہوگئے
وہ وعدے محبت کے کیا ہو گئے
نوشاہی الیکٹرک سٹور، کوٹلی

راستوں کی مرضی ہے

بے زمین لوگوں کو
بے قرار آنکھوں کو
بدنصیب قدموں کو
جس طرف بھی لے جائیں
راستوں کی مرضی ہے
بے نشان جزیروں پر
بدگمان شہروں میں
بے زبان ماضی کو
جس طرف بھی بھٹکا دیں
راستوں کی مرضی ہے
روک لیں یا بڑھنے دیں
تھام لیں یا گرنے دیں
وصل کی لکیروں کو
توڑ دیں یا ملنے دیں
راستوں کی مرضی ہے
اجنبی کوئی کسی
ہمسفر بنا ڈالیں
ساتھ چلنے والوں کی
راکھ بھی اڑا ڈالیں
یا مسافتیں ساری
خاک میں ملا ڈالیں
راستوں کی مرضی ہے

جی ایچ فاطمہ

کیا لگتی ہو تم میری

نہیں معلوم کیا لگتی ہو تم میری
کبھی احساس ہوتا ہے زندگی ہو تم میری
نہیں لگتا میرا دل یاد خدا میں
کچھ دنوں سے بندگی ہو تم میری
مجھے زندگی کی کیا ضرورت ہاں کیا ہے ضرورت
میری مسکراہٹ اور خوشی ہو تم میری
میں جس کے لئے اندھیروں میں بھٹک رہا ہوں
اللہ کی قسم وہ روشنی ہو تم میری
تمہاری خاطر ہنس کر جان دے دوں گا
میری محبت اور عاشقی ہو تم میری
ہم محبت کی بلندیوں پر پرواز کریں گے
میں ہوں چاند تو چاندنی ہو تم میری
میں تیرے پاس پاس رہوں گا ایس
میں ہوں درخت اور ٹھنڈی چھاؤں ہو تم میری

بشیر احمد تنہا، والس روڈ سکھر

غریب ہونے میں

اک درد سا اٹھتا ہے میرے سینے میں
جیسے بھلا نہ پاؤں گا میں کئی مہینے میں
اب نہیں ہے مزہ میرے جینے میں
کیا حرج ہے پھر میرے پینے میں
ہم رکھتے ہیں خواہش جن کے ملنے میں
وہ رہتے ہیں اتنا ہی غم دینے میں
دل میں اک طوفان ہے بہت بیتاب بہنے میں
وہ دکھی داستان ہوں میں نہیں جیسے کوئی سینے میں
تکلیف ہوتی ہے بہت ہی یہ راز کہنے میں
کہ وہ چھوڑ گیا ہے میرے مقدر غریب ہونے میں

بشیر احمد تنہا، والس روڈ سکھر

غزل

تم سے دل لگا کے ہم خطا کر بیٹھے
اب ہوش نہیں اپنا ہائے یہ کیا کر بیٹھے
یہ چاند سا چہرہ اور دلکش ادائیں
انہی اداؤں پر ہم دل اپنا لٹا بیٹھے
معلوم ہے مجھے میری بن نہ سکو گی
پھر بھی کچھ سوچ کر آس لگا بیٹھے
پیار تو ملا لیکن جدائی بھی مل گئی
ہائے اس پیار میں خود کو فنا کر بیٹھے
زاہد ایسی مریض ہوں میں جس کی کوئی دوا نہیں
یہ مرض محبت کا کیوں خود کو لگا بیٹھے

حنیف زاہد، بسیمہ

غزل

وہ خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جو لوگ محبتوں کے اساس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جن کو ماننا ہی نہیں یہ دل وہی لوگ میرے ہیں ہم سفر
مجھے ہر طرح سے جو راس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
جن کو کر نہ سکی میں قبول، وہ شریک رہ سفر ہوئے
جو طلب میری آس تھے وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے

میری دھڑکنوں کے قریب تھے میری جاہ تھے میری آس تھے
میرا خواب تھے وہ جو روز شب میرے پاس تھے
وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے، وہی لوگ مجھ سے بچھڑ گئے
بے نام، لاپتہ

غزل

کب تک اس کے خیالوں میں زندگی کٹے گی
شہنائی بجی جب تو رہتی سانس بھی مر مٹے گی
اس وقت کیا بیتے گی میرے دل پر رزاق
ہنسی خوشی سے جب اس کی ڈولی اٹھے گی
سوچتا ہوں وقت صبر مجھے کو سہارا دے گا
میرے ارمانوں کی جب بارات لٹے گی
وہ مجھے نہ بھی مل سکا تو دعا دوں گا
دنیا میرے صبر کے قصے کر لے سنے گی
روز نکل جاتا ہوں بکھرے پتوں کی طرح
مجھے دیکھ کر شاید وہ کچھ تو کہے گی
شام و سحر روتا ہوں یہ سوچ کر ساجد
میری زندگی کی شمع جانے کہاں بجھے گی
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ
چاند کی طرح تنہا ہوتے ہیں
کوئی خیال آئے تو تب سوتے ہیں
خوش خیالی میں جانے خود کو
آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ملتا
ہوتے ہیں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں
مرزا محمد ساجد شریف، چکوال

غزل

جیون کے سفر میں راہی ملتے ہیں بچھڑ جانے کو
اور دے جاتے ہیں یادیں تنہائی میں تڑپانے کو
رو رو کے اپنی راہوں میں کھونا پڑا اک اپنے کو
ہنس ہنس کے انہی راہوں میں اپنایا تھا اک بیگانے کو
اپنے ساتھ نہ گزریں گے ہم لیکن وادی فضا کی
دہراتی رہے گی برسوں بھولے ہوئے فسانے کو
تم اپنی دنیا میں کھو جاؤ پرائے بن کر
جی پائے تو ہم جی لیں گے مرنے کی سزا پانے کو
طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

غزل

آگ لہرا کے چلی ہے اسے آنچل کر دو
تم مجھے رات کا جلتا ہوا جنگل کر دو
چاند سا مصرعہ اکیلا ہے میرے کاغذ پر
چھت پر آجاؤ میرا شعر مکمل کر دو
میں تمہیں دل کی سیاست کا ہنر دیتا ہوں
اب اسے دھوپ بنا دو مجھے پاگل کر دو
اپنے آنگن کی اداسی سے ذرا بات کرو
نیم کے سوکھے ہوئے پیڑ کو صندل کر دو
تم مجھے چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جاؤں گا
یا یوں کرو جانے سے پہلے مجھے پاگل کر دو
طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

غزل

مجھے ترک تعلق سے وفائیں روک لیتی ہیں
منا کر روٹھ جانے کی ادائیں روک لیتی ہیں
بچھڑ کے دور میں تم سے کب کی جا چکی ہوتی
مگر پھر لوٹ آؤ کی صدائیں روک لیتی ہیں
وہ میرے کام ہوا کے سنگ سندیسے بھیجتا ہو گا
سندیسے مجھ سے جل جل کر ہوائیں روک لیتی ہیں
میں نادان ہوں کبھی آفت مجھے چھو کر نہیں گزری
ہر آفت کو میری ماں کی دعائیں روک لیتی ہیں
محمد سلیم انجم، ڈیرہ غازی خان

غزل

محبوب کا پیار نہ ملا کچھ غم نہیں
ارے محبوب کا غم پیار سے کم نہیں
وہ میری رگِ جاں میں سمائے رہتے ہیں
ہم نے کبھی نہ سوچا کہ تنہا ہم نہیں
وہ خوش رہے غیروں کے سنگ سہی
ہم کبھی نہ کہیں گے وہ میرے صنم نہیں
ان کی یادوں کے سہارے زندہ ہوں
کیا یہ ان کا مجھ پہ کرم نہیں
وہ ہم سے بھولے یا نہ بھولے طاہر
وہ ہے میرے سامنے یہ کوئی کم نہیں
طاہر سیٹھی، چیلیانوالہ اسٹیشن

زخم سفر ہے محترم

زخم سفر ہے محترم

جو ئے بن نہ مانگنا
کنج تخلیل دور ہے
شہر حبیب ابھی کہاں
باب خلیل دور ہے
زخم سفر ہے محترم
بڑھتے رہو کہ دیر تک
غم سے رہے گا واسطہ
آگے تمام دشت ہے
شعلہ بکف ہے راستہ
تم جو چلے ہو شوق میں
سر پر اٹھا کر تہمتیں
جلنا تمہارا بخت ہے
بن کے چراغ شام غم
جلنا تمہارا بخت ہے
اس کی رفاقت کی خواہش
اس کے سنگ زندگی بتانے کی تمنا
یوں کہ ساتھ مل کر بیٹھنا
لڑنا، جھگڑنا، روٹھنا
ہاتھ اس کے ہاتھ میں ہو
ٹہلنا یوں گھومنا
شہر حبیب ابھی کہاں
باب خلیل دور ہے
لکھا ہے جب نصیب میں
چشم عتاب دیکھنا
پھر کیا ابھی سے شب پہ شب
خوابوں پہ خواب دیکھنا
جلنا ہی تھا کہ
جلنا تمہارا بخت ہے
بڑھتے رہو کہ دیر تک
غم سے رہے گا واسطہ
چلتے رہو کہ راہ میں
دکھ کے دیار آئیں گے
طول و حصار آئیں گے
لکھا ہے جب نصیب میں
چشم عتاب دیکھنا
راہ طلب طویل ہو
دست ستم دراز ہو
اپنے ثبات عشق کا
کچھ تو بساں جواز ہو
چلتے رہو کہ راہ میں
دکھ کے دیار آئیں گے
شہر عزیز آئیں گے
خون تمام پیراہن
سارا بدن لہو سہی
پھر بھی غموں کی دھوپ میں

جی ایچ فاطمہ، نیو ملتان

Wait Me

بہت لمبا سفر ہے
اور
راستے اجنبی
ڈر ہے بھٹک نہ جاؤں میں کہیں
اب
تم کو اک کام کرنا ہے
اس سفر میں میرے ساتھ ملنا ہے
یا پھر سوچ لو
میرا انتظار کرنا ہے

سپاہی بلال سہو، صادق آباد

محبت

محبت زندگی جینے کا اک احساس ہوتی ہے
محبت پاس نہ ہو زندگی اداس ہوتی ہے
محبت غم، خوشی، آنسو، ہنستی ساتھ رکھتی ہے
محبت آرزو، خواہش، تمنا، پیاس ہوتی ہے
محبت دل کے آنگن میں چمکتے جگنوؤں جیسی
محبت ناامیدی میں روشنی اک آس ہوتی ہے
محبت یوں ہی ہر دل پر کبھی دستک نہیں دیتی
محبت عام مت جانو محبت خاص ہوتی ہے
محبت دل کی ڈالی پر کھلے گلاب کی مانند
محبت ہجر میں ملا اک بن واس ہوتی ہے
محبت خوبصورت خواب پلکوں پر سجوتی ہے
محبت جاگتے، سوتے ہر گھڑی پاس ہوتی ہے

محبت کو سمجھنا بڑا [illegible]
محبت نرم و نازک اور بڑی حساس ہوتی ہے
محبت میں کوئی لیلیٰ، کوئی مجنوں اور دیو داس ہے کوئی
محبت کب کہاں ہر کسی کو راس ہوتی ہے
روبینہ اسلم سکھیرا، پاکپتن شریف

آر بیوفا

آر محبت کا مجھ پر الزام ہی صحیح
میں با وفا ہوں تو بے وفا ہی صحیح
نہ اتر سکے تیرے وعدہ پر ہم آر.
اگر نفرت ہے تو نفرت ہی صحیح
ساتھ رہ کر بھی دل نہ ملے آر
تو میں تیرے بغیر تنہا ہی صحیح
آخر کب تک رہے گی یہ ناراضگی آر
تو بول یا نہ بول مجھ کو تیری نفرت ہی سہی
آر بے وفا کوئی نشانی تو دے دیتے
تو میں نشانی کو دیکھ کر جیتا تو سہی
حنیف زاہد بسمہ

غزل

ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا
یہاں پیار کرنا بھی چھوڑنا پڑے گا
رشتہ جدائی سے جوڑنا پڑے گا
خوش رہنا اگر ہے دل توڑنا پڑے گا
ہم نے منہ حسینوں موڑنا پڑے گا
ساتھ زمانے کے دوڑنا پڑے گا
یہاں ساتھ اپنوں کا چھوڑنا پڑے گا
ساگر آس محمد، قصور

غزل

ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے
رنگ موسم بدلنے لگا ہے
پہلے خوش تھا بہت ہی وہ ہم سے
اب وہ نفرت بھی کرنے لگا ہے
ہم کو غم ہے تو بس اتنا ہے
یار کا دل بدلنے لگا ہے
ہم نے اس کو بھلانا بھی چاہا

ہم کو غم ہے بس اتنا ہے
یار غیروں سے ملنے لگا ہے
ہم کو غم ہے بس اتنا ہے
رنگ موسم بدلنے لگا ہے
ساگر آس محمد، قصور

غزل

شام کے وقت دیا کوئی جلایا ہوتا
اپنی امید کو راستہ کوئی دکھایا ہوتا
ٹوٹنے پاتا نہ اس طرح محبت کا بھرم
اپنی آنکھوں میں کوئی خواب سجایا ہوتا
میرے زخموں کا فراز ابھی کبھی ہو جاتا
اس نے اگر پیار سے مجھے سینے سے لگایا ہوتا
میرے زخموں کا مقدر بھی سنوار جاتا
اس نے مرہم جو بھی ان پر لگایا ہوتا
راہ الفت میں فقط ٹھوکریں ابرار کیوں کھاتا
اس نے دروازہ خوشبوں کا دکھایا ہوتا
اپنے مرنے کی قسم کھاتا ابرار کیوں آخر
تم نے وعدہ پیار کا نبھایا ہوتا
رابعہ ابرار دکھی، مہر منڈی گاؤں خواص

غزل

گلی تیری سے گزرتے ہی
تیرا حال جاننے کو دل کرتا ہے
بیتے دنوں کی یاد میں
جگہ تھا منے کو دل کرتا ہے
آزاد خیال تھا میرا
پر چاہتوں کے پرچاروں نے
باد صبا کو محکوم رکھا ہے ہر دم
تنہائیوں کے اندھیروں میں
چاہتوں کے دیے جلانے کو دل کرتا ہے
جانے والے سے پوچھتی میرا حال کیوں
کبھی خود کو نزر دیدار جو تیرا دل کرتا ہے
لیکن ہر گزرنے والی رات کی طرح
ہم ابھی خاموش رہنے کو دل کرتا ہے
رانا عامر علی، فتح پور

پھول اور کلیاں

ماں

❀ماں محبت کا دریا ہے۔
❀ماں اولاد کے لئے مسیحا ہے۔
❀ماں کی عزت کرو تا کہ اولاد تمہاری عزت کرے۔
❀ماں اپنی اولاد کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔
❀ماں خدا کا تحفہ ہے۔
❀ماں کی آنکھوں میں اپنی وجہ سے کبھی آنسو آنے دو۔
❀ماں ہمارے لئے جنت کا ذریعہ ہے۔
❀ماں کو ہمیشہ خوش رکھو۔

☆...... بہادر عاربانی۔گھوٹکی

دکھ کیا چیز ہے

دکھ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھاتی جاتی ہے۔ جیسے دیمک لڑکی کو کھاتی ہے۔ میرا قصہ بھی اسی طرح کا ہے۔ میرے اوپر دکھوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں مگر میں اپنے دکھ کسی کو دیکھنے نہیں دیتا میرا قصہ کچھ اس طرح سے ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا اس دن صبح ہی صبح یہ منحوس خبر سننے کو ملی کہ بھائی نے فون پر بتایا کہ ہماری ''ماسی'' فوت ہوگئی ہے۔ یہ میرے لئے بہت خطرناک تھی کیوں کہ وہ ''ماسی'' مجھے بہت پیار کرتی تھی۔ اس واقعہ کو دو ماہ ہی گزرے تھے کہ میری چھوٹی بھانجی فوت ہوگئی۔ ایک کے بعد ایک دکھ آرہے تھے۔ اس دکھ کو بھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک منحوس دن آیا جب میرے والد محترم اس فانی جہاں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے گزرنے کو سال بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ میرے چھوٹے ماموں فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو بھی دو ماہ ہوئے ہیں میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری طرح کسی کو دکھ نہ دے اور جب مجھ کو ان کی یاد آتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ جی بھر کے رولوں مگر رو بھی نہیں سکتا۔ میں سب کو یہ دعا کرتا ہوں کہ آپ سب کو خوشیاں دے۔ آمین!

☆...... بہادر عاربانی۔گھوٹکی

نشانی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کے بادشاہ سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنی سالگرہ کی خوشی کے موقع پر سب قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ سب قیدی اسے سلام کرنے آئے۔ ان میں ایک بوڑھا سید جواد حسین نقوی بھی تھا۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی سے پوچھا۔ بابا آپ یہاں کب سے قید ہیں؟ بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی نے جواب دیا۔ حضور کے باپ دادا کے زمانے سے۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اس بوڑھے کو پھر سے قید کر دو یہ ہمارے بزرگوں کی نشانی ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔کراچی

خودکشی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کا حکمران سید زاہد حسین نقوی خودکشی کے بہت خلاف تھا جب بھی کوئی اس سے بات کرتا تو وہ خودکشی کے خلاف باتیں شروع کر دیتا۔ ایک دفعہ ایک مباحثے میں گیا۔ اتفاق سے وہاں کا موضوع بھی خودکشی تھا۔ انہوں نے نواب سید زاہد حسین نقوی صاحب نواب آف حسین پور کو بھی تقریر کا موقع دیا تو وہ کہنے لگے خودکشی حرام ہے اللہ ناراض ہوتا ہے، خودکشی کرنے سے بہتر ہے کہ انسان زہر کھا کر مر جائے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔کراچی

حاجی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کے قصبہ منڈور محلہ شاہ ولایت میں سا ید قیصر علی ترمذی صاحب ملازم کے ڈی اے نہایت پابندی مسجد میں پانچ وقت حاضری

دیا کرتے تھے۔لوگ ان کے تقویٰ سے بہت متاثر تھے۔ایک شخص نے جب انہیں نہایت انہماک سے نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے ساتھی سید سکندر علی ترمذی سے بولا۔یہ شخص جو نماز ادا کر رہا ہے نہایت متقی اور پرہیزگار ہے۔اس پر سید قیصر علی ترمذی نماز توڑ کر بولے۔اور جناب میں حاجی بھی ہوں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

ان شاءاللہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید علمدار حسین نقوی بیٹھا رو رہا تھا کہ ایک کسان سید سردار حسین نقوی کا ادھر سے گزر ہوا سید سردار حسین نقوی پٹواری سید علمدار حسین نقوی کا چھوٹا بھائی بھی تھا۔اس نے پوچھا کیا ہوا جو ایسے رو رہے ہو؟ پٹواری سید علمدار حیدر نقوی نے بتایا۔میرے بڑے لڑکے سید ابرار حیدر نقوی کا ہارٹ فیل ہوگیا ہے۔دیہاتی کسان سید سردار حسین نقوی بولا۔اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ان شاءاللہ اگلے سال پاس ہو جائے گا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

مجلس احباب

انڈیا کے دارالخلافہ دہلی میں ماحول رنگین تھا مجلس احباب جمی ہوئی تھی اور پرلطف باتیں ہو رہی تھیں موہن داس کرم چند گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر بانی تحریک خلافت سے مخاطب ہو کر از راہ مذاق کہا۔آپ تین بھائی ہیں ان میں سے دو شاعر ہیں آپ کا تخلص جوہر ہے آپ کے بڑے بھائی گوہر ہوئے اور تیسرے بھائی مولانا شوکت علی کیا ہوئے؟ مولانا محمد علی جوہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔آپ انہیں شوہر کہہ لیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

بھول

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کوٹھی خواب آشیاں بدر باغ میں مالک مکان سٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ایک دن سٹی مسلم یونیورسٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی کے پاس آیا اور بولا۔بھائی واجد میں تم سے بہت تنگ آ گیا ہوں خیر چلو ایسا کرو کہ آدھا کرایہ دے دیا کرو۔آدھا کرایہ میں بھول جاؤں گا۔سید واجد حسین نقوی ایڈیٹر ماہنامہ عندلیب اور پندرہ روزہ شگوفہ نے جواب دیا۔اگر آپ کی یہی ضد ہے تو یوں کرتے ہیں کہ آدھا کرایہ تو آپ بھول جایا کریں اور آدھا میں بھول جایا کروں گا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

گپیں

تین گپی واجد ساجد اور زاہد گپیں ہانک رہے تھے۔زاہد گپی بولا۔ایک دن میں جنگل میں گیا تو اچانک میرے سامنے تین شیر آ گئے۔میری بندوق میں صرف ایک ہی گولی تھی میں نے ان سے کہا لائن میں کھڑے ہو جاؤ۔وہ لائن میں کھڑے ہو گئے تو میں نے ایک ہی گولی سے تینوں کو مار دیا۔دوسرا گپی ساجد بولا۔ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس صرف بندوق کا لائسنس تھا بندوق نہیں تھی میں نے شیر کو لائسنس دکھایا تو وہ ڈر کے مارے مر گیا۔تیسرا گپی واجد بولا۔تم دونوں نے کوئی خاص بات نہیں کی ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس نہ بندوق تھی اور نہ لائسنس میں نے شیر سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی بھرے جنگل میں ننگے پھر رہے ہو؟ یہ سنتے ہی وہ شرم کے مارے مر گیا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

بوریا بستر

ایک مرتبہ تحریک خلافت کے بانی مولانا شوکت علی،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سرسید ڈے پر طلباء اور طالبات کے جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے۔دوران تقریر انہوں نے فرمایا۔برطانوی وزیراعظم کہتا ہے ہم یورپ سے ترکوں کو بوریا بستر سمیت نکال دیں گے لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالتے وقت بوریا بستر یہیں رکھوا لیں گے کیونکہ یہ چیزیں ہماری ہیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

خون

ایک دفعہ وفاقی مملکت تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد سے ہندوستان کی آزادی کے سب سے پہلے وزیراعظم جواہر لال

سہروابن موتی لال نہرو نے مشورہ طلب کیا اور کہا۔ جب میں الٹا کھڑا ہوتا ہوں تو میرے بدن کا سارا خون میرے سر میں آ جاتا ہے لیکن میں سیدھا کھڑا ہوتا ہوں تو خون پاؤں میں جمع کیوں نہیں ہوتا؟ مولانا ابوالکلام آزاد فرسٹ فیڈرل ایجوکیشن منسٹر نے جواب دیا۔ جو چیز خالی ہوتی ہے خون وہیں جمع ہو جاتا ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

بارش

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل کالج میں ایک لڑکا سید واجد حسین نیا نیا انگلش میڈیم کی کلاس میں داخل ہوا تھا۔ وہ انگلش میں بہت کمزور تھا۔ ایک بار بارش کی وجہ سے اسکول نہ آ سکا اگلے دن پرنسپل سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اسکول نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وجہ کچھ اس طرح بتائی مائی ڈیئر سر! وین آئی کم واٹر واز گھٹنے گھٹنے رین واز چھم چھما چھم مائی لیگ سلپڈ ان گڑھا۔ اینڈ آئی ایم دھڑام ان دی سیم گڑھا۔ ان دس صورت سر یو سے ہاؤ آئی کم؟

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

نقطہ

عبداللہ نامی ایک شخص ایران کے مشہور ایرانی شاعر شیخ سعدی سے ملنے پہنچا۔ اس کی آنکھ پر تل تھا۔ اتفاق سے شیخ سعدی گھر میں نہیں تھے۔ وہ شخص چلا گیا۔ بعد میں شیخ سعدی گھر میں آئے تو خادمہ رخشی نے بتایا۔ حضور! ایک آدمی آپ سے ملنے آیا تھا۔ شیخ سعدی نے پوچھا۔ اس کا نام کیا تھا؟ خادمہ رخشی نے جواب دیا۔ عبداللہ۔ شیخ سعدی بولے۔ عبداللہ کیا نام ہوا، نام تو عبداللہ ہوتا ہے۔ خادمہ رخشی نے جواب دیا۔ آقا! آپ کی جان کی قسم اس کی عین پر نقطہ تھا۔ شیخ سعدی خادمہ رخشی کی نقطہ آفرینی سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ عین عربی میں آنکھ کو کہتے ہیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

جہنم میں

برطانیہ کے وزیراعظم سر ونسٹن چرچ کے متعلق ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار جلدی میں ٹیکسی میں سوار ہوئے اور ڈرائیور سے ریڈیو سٹیشن چلنے کو کہا۔ ڈرائیور نے ان کی طرف دیکھا اور بولا۔ مجھے افسوس ہے جناب اس وقت میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد مسٹر چرچل کی تقریر شروع ہونے والی ہے اور میں کسی قیمت پر اس سے محروم رہنا پسند نہیں کروں گا۔ مسٹر چرچل یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ایک پونڈ ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ میں دے دیا۔ ڈرائیور نے گھوم کر انہیں دیکھا اور نرم لہجے میں کہا کہ چلئے تو پھر آپ کو چھوڑ ہی آؤں۔ مسٹر چرچل اور ان کی تقریر کو ڈالئے جہنم میں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

دانت کھٹے

علی گڑھ مسلم یونورسٹی کی فورٹ روڈ پر واقع امیر منزل میں پروفیسر سید واجد حسین نقوی نے اپنے دوست پروفیسر اور برادر کلاں سید ساجد حسین نقوی کو بتایا۔ میں نے اپنے دشمن اقبال اسرائیلی کے دانت کھٹے کر دیئے۔ برادر کلاں پروفیسر سید ساجد حسین نقوی نے پوچھا۔ وہ کیسے؟ پروفیسر سید واجد حسین نقوی۔ اسے املی کھلا کر۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

واحد دولت

اردو کے خدائے سخن میر تقی میر کی عادت تھی کہ جب گھر سے باہر جاتے تو تمام دروازے کھلے چھوڑ جاتے تھے اور جب واپس آتے تو تمام دروازے بند کر لیتے تھے۔ ایک دن نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی نے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا۔ میں ہی تو اس گھر کی واحد دولت ہوں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

اس دن

آئرلینڈ کے مشہور سیاست دان ڈی ویرا اپنی سیاسی تقریروں کی وجہ سے اکثر جیل جاتے رہتے تھے مگر واپس آ کر وہ پھر تقریروں میں لگ جاتے۔ ایک بار ڈی ویرا ایک ہال میں تقریر کر رہے تھے کہ اچانک پولیس والے آ گئے اور ان کو گرفتار کر لیا۔ ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ وہ ایک سال قید گزار کر آئے اور اس ہال میں جا پہنچے جہاں ایک سال پہلے تقریر کر رہے تھے اور کہنے لگے معزز حضرات جیسا کہ میں اس دن کہہ

رہا تھا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

زمین کی پکار

❀ اے انسان! تو میری پشت پر طرح طرح کی چیزیں کھاتا ہے اور میرے پیٹ میں تجھ کو کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر چلتا ہے ایک دن میرے پیٹ میں جائے گا۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر گناہ کرتا ہے میرے پیٹ میں تجھ کو سزا دی جائے گی۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر خوش ہوتا ہے کل کو میرے پیٹ میں غمگین ہوگا۔

❀ اے انسان تو میری پشت پر غرور سے سر اٹھا کر پھرتا ہے میرے پیٹ میں تجھے سر جھکانا پڑے گا۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

تنہائی

ہماری زندگی میں اکثر اوقات کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہوا کے جھونکوں بارش کی بوندوں دھنک کے رنگوں پانی کے قطروں اور پھول کی آخری پتی کی طرح ہوتے ہیں لیکن جب ہوا کے جھونکے گزر جائیں بارش کی بوندیں برس جائیں دھنک کے رنگ پھیکا پڑ جائیں اور پھول کی آخری پتی بھی گر جائے تو اس وقت انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساتھی صرف اور صرف تنہائی ہے۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

درود پاک کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جب لوگ جمع ہوتے ہیں پھر اٹھ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو وہ یوں اٹھے جیسے بدبودار مردار کھا کر اٹھے ہیں۔ اس لئے تم مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو درود پاک کی کثرت کیا کرو۔ باقی دنوں میں فرشتے تمہارا درود پاک پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جو مجھ پر درود پاک پڑھتے ہیں میں اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا۔ اسی دن قیامت ہوگی اس لئے جمعہ کے دن درود پاک پڑھنے کی فضیلت اور بھی بڑھ جاتی ہے“۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

آقائے دو جہاں رحمتہ للعالمین ﷺ

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے لوگ صادق امین یعنی سچا اور امانت دار کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر طرح مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر لگنے سے گر پڑی یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنسنے لگے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ساتھ ہمدردی کی اور اسے اٹھایا اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اس کے گھر چھوڑ آئے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام اپنے ہاتھوں سے چکی پر آٹا پیس رہا تھا اور تکلیف کے مارے رو رہا ہے معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے مگر اپنے مالک کے ڈر سے ہر مشقت کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہٹایا اور اس کی جگہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کا آٹا پیس دیا۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

مہکتی کلیاں

❀ اگر کسی سے محبت کرتے ہو تو اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھا کرو کیونکہ گزرتے وقت کے ساتھ یادیں سنہری بنتی ہیں اور محبت بڑھتی جاتی ہے۔

❀ اگر کسی کے لبوں پر تمہاری وجہ سے مسکراہٹ آ جائے تو تم خوش قسمت ہو۔

❀ محبت اظہار نہیں مانگتی مگر کبھی اظہار کر دینا چاہئے دوسرے کو مطمئن کرنے کے لئے۔

❀ کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کو خوش رکھنے کی خاطر خود کو فنا کر دیتے ہیں اگر یہ احساس مر جائے تو انسانیت کی قدریں بھی مر جاتی ہیں۔

❀ محبت اور نفرت دونوں اگر حد سے بڑھ جائیں تو جنون کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنون کسی بھی چیز کا اچھا نہیں ہوتا۔

❀ دنیا میں کوئی ایسا درخت نہیں جسے ہوا نہ لگی ہو اور کوئی دل ایسا نہیں جسے چوٹ نہ لگی ہو۔

❀ محبت کی آگ اگر ایک بار لگ جائے تو ساری زندگی سلگتی رہتی ہے۔
❀ اچھا دوست کتنی دفعہ ہی کیوں نہ روٹھ جائے اسے منا لینا چاہئے کیوں کہ تسبیح کے دانے کتنی دفعہ کیوں نہ بکھریں چن لئے جاتے ہیں۔
❀ اگر دکھوں کا دریا عبور کرنا ہے تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھ لو۔
❀ خدا کے لئے مت بتاہ کر لینا اپنا ذہن سکون یہ سوچتے ہوئے کہ دوسرے تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

☆......عائشہ رحمٰن۔ کبیر والہ

زندگی کیا ہے

✿ طالب علم نے کہا۔ ''زندگی بار بار امتحان کا نام ہے''۔
✿ غریب نے کہا۔ ''زندگی دکھوں کا گھر ہے''۔
✿ دولت مند نے کہا۔ ''زندگی کھانا، پینا، سونا اور مر جانا ہے''۔
✿ پھول نے کہا۔ ''زندگی چند لمحوں کی مسکراہٹ ہے''۔
✿ سورج نے کہا۔ ''زندگی روشنی ہے''۔
✿ رات نے کہا۔ ''زندگی تاریکی ہے''۔
✿ چاند نے کہا۔ ''زندگی چاندنی ہے''۔
✿ پہاڑ نے کہا۔ ''زندگی چٹان ہے''۔
✿ سمندر نے کہا۔ ''زندگی لہر ہے''۔
✿ زندگی نے کہا۔ ''میں خدا کی امانت ہوں''۔

☆......عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

سنہری پھول

✿ کسی سے ملتے وقت اتنا مت جھکو کہ اٹھنے کے لئے سہارا تلاش کرنا پڑے۔
✿ اگر نیکی نہیں کر سکتے تو گناہ بھی نہ کرو۔
✿ زبان کی حفاظت کرنا دولت سے زیادہ مشکل ہے۔
✿ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔
✿ غریب لوگوں کی مدد کرو غریب ہونے میں وقت نہیں لگتا۔
✿ دنیا یہ نہیں دیکھتی تم پہلے کیا تھے دنیا یہ دیکھتی ہے کہ تم اب کیا ہو۔
✿ رشتے خون کے نہیں رشتے احساس کے ہوتے ہیں جب احساس ہو تو اجنبی بھی اپنے اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی اجنبی۔

☆......ارسلان اینڈ عامر شہزاد۔ گوجرہ

گدھا

ملیر کالونی نزد چوراہا جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ پر ایک لڑکے سید واجد حسین نقوی نے ایک آدمی محمد مستقیم احمد سے پوچھا۔ معاف کیجئے گا کیا یہ گدھا آپ کا ہے؟ محمد مستقیم احمد۔ نہیں تو۔ سید واجد حسین نقوی۔ پیچھے پیچھے آپ کے چل رہا ہے۔ محمد مستقیم احمد۔ میرے پیچھے تو آپ بھی چل رہے ہیں۔

☆......پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

دعا

ملک عرب کے دارالخلافہ ریاض کے نگینہ ہسپتال میں دو عربوں سید محمد آفتاب حسین نقوی اور سید محمد وصی احمد زیدی میں لڑائی ہو گئی۔ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ وہیں سے ایک خاتون سیدہ اقبال فاطمہ کا گزر ہوا جو عربی نہیں جانتی تھیں وہ بولیں۔ شیخ صاحبان میرے لئے بھی دعا کرنا۔

☆......پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

کیلنڈر

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل بورڈ کالج کی درجہ دہم کی کلاس میں پرنسپل سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واجد حسین نقوی سے پوچھا۔ یہ تم کتاب کی جگہ کیا لے آئے ہو؟ شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ سر آپ ہی نے تو کہا تھا کہ کل تاریخ پڑھاؤں گا۔ اس لئے میں کیلنڈر لے آیا۔

☆......پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

تالیاں

ملیر کالونی کراچی نزد چوراہا جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کے گٹر میں ایک بچہ مچھر کو اس کے والد نے منع کیا۔ انسانوں کے قریب نہ جانا۔ ایک دن بچہ مچھر اپنے باپ سے نظر بچا کر انسانوں کے درمیان پہنچ گیا۔ واپس اپنے گٹر یعنی ٹھکانے پر پہنچا تو فکرمند باپ نے پوچھا۔ خیریت تو رہی؟ بچے مچھر نے جواب دیا۔ ابا سب ٹھیک رہا انسان تو مجھے دیکھ کر خوشی

سے تالیاں بجانے لگے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

غیرت

انڈیا کے صوبے یو پی کے ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹوایاں میں بیٹے سید واجد حسین نقوی ولد سید زاہد حسین نقوی نے اپنی امی سیدہ کنیز پنجتنی صاحبہ سے پوچھا۔ امی جان آپ ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب کے آگے تین روٹیاں کیوں رکھتی ہیں؟ جبکہ وہ دو ہی کھاتے ہیں۔ امی سیدہ کنیز پنجتنی نقوی صاحبہ نے انکشاف کیا۔ تیسری روٹی ہماری عزت ہے۔ ایک دن ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب تینوں روٹی کھا گئے بیٹا سید واجد حسین نقوی بھاگتا ہوا اماں سیدہ کنیز پنجتنی نقوی صاحبہ کے پاس آیا اور بولا۔ امی جان ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب ہماری عزت کھا گئے ہیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

تلاش گم شدہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ کے محلے کٹہرہ مسلم کے رہائشی پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی سے ایک شائستہ قسم کے فقیر شاہ ولایت نے درخواست کی جو لنگڑا تھا۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ میں اپنی ایک ٹانگ کھو چکا ہوں۔ پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی اپنے بیٹے سید واجد حسین نقوی سے جھلائے ہوئے تھے کیونکہ اس نے نگینہ کی جامع مسجد کے مکتب میں پڑھائی سے جانے پر انکار کر دیا تھا مگر اپنا لہجہ پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ یقین کرو تمہاری ٹانگ مجھے نہیں ملی۔ ویسے تم اس کے لئے اخبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار کیوں نہیں دیتے؟

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

ماں

- ماں جنت کا پھول ہے۔
- ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔
- ماں ٹھنڈی ہوا ہے۔
- ماں سر کی چھاؤں ہے۔
- ماں گھر کا سکون ہے۔
- ماں ایک جنت ہے۔
- ماں کا نام لینے سے دل کو سکون ملتا ہے۔
- ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے۔

☆...... سلمیٰ بشیر - راجہ جنگ

قرآنی معلومات

- قرآن مجید میں رکوع کی تعداد 550 ہے۔
- قرآن مجید میں آیات کی تعداد 6666 ہے۔
- قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد 114 ہے۔
- قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بقرہ ہے۔
- قرآن مجید میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام چار مرتبہ آیا ہے۔
- قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔
- قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت 282 ہے۔

☆...... سلمیٰ بشیر - راجہ جنگ

ہم سات آسمانوں کی سیر کر آئے
ہر ستارے سے دوستی کر آئے
اک ستارہ اچھا لگا تو ہم ساتھ لے آئے
ورنہ آپ ہی بتاؤ آپ زمین پر کیسے آئے؟
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور ہی حسین لگتے ہو
بس اسی لئے تم کو خفا رکھا ہے
(ناصر عباسی مری کلس)

بن جاتے ہیں سب رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا ہے
توڑ دیتے ہیں غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

مانا کہ سو عیب ہیں میری ذات میں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم ہم غریب لوگ
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

ہم نے جن پہ غزلیں سوچی ان کو چاہا لوگوں نے
ہم کتنے بدنام ہوئے تم کتنے مشہور ہوئے
(ناصر عباسی مری کلس)

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

Z، سرگودھا کے نام

نکل آئے ہیں آنسو رونے سے پہلے
ٹوٹ جاتے ہیں سب خواب سونے سے پہلے
کہتے ہیں بہار ایک سزا ہے زیبو
کاش کوئی روک سکتا کسی کو پیار ہونے سے پہلے

لعل شاہ رخ خان-کرک

عبداللہ حسن چشتی وعمر دراز کے نام

کچھ اس طرح سے اس نے پوچھا میرا حال
کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا

غلام نبی نوری-کھڈیاں خاص

محمد عمران کاشف فوجی، اڈا جسوآنہ بنگلہ کے نام

دھوکا نہ دینا تجھ پر اعتبار بہت ہے
یہ دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے
تیری صورت نہ دیکھوں تو دکھائی کچھ نہیں دیتا چاہت
ہم کیا کریں ہمیں تم سے پیار بہت ہے

رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسوآنہ بنگلہ

ایس، جڑانوالہ کے نام

اب دل میں مہکتے ہوئے جذبے نہیں ملتے
اجڑے ہوئے گلشن میں پرندے نہیں ملتے
کیوں چپکے سے دل میں اتر جاتے ہیں وہ چاہت
جن سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے

رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسوآنہ بنگلہ

اہل اسلام کے نام

عشق کی حدود سے گزر کر تو دیکھو
نام مصطفیؐ دلوں میں بسا کر تو دیکھو
مصطفیؐ کی غلامی میں موت آ جائے اگر تو
اس زندگی کو اک بار آزما کر تو دیکھو

محمد وصی کنجاہی-واہ کینٹ

محمد نعمان قریشی، گوجر خان

جی چاہتا ہے تجھے مفت میں دل دے دوں نومی
اتنے معصوم خریدار ہو تم سے کیا لینا دینا

عدنان عاشق پریم-گوجر خان

شہزادہ عالمگیر کے نام

کدھر سے آیا کدھر گیا
ہم سب کو پریشان کر گیا
عارف اب وہ ہمارے درمیان میں نہیں
اک شخص پوری محفل کو ویران کر گیا

سیّد عارف شاہ-جہلم شہر

علی نواز مزاری، گھوٹکی کے نام

صبح تیری ہو شام میری ہو دن تیرا ہو رات میری ہو
خدا کرے تیری میری دوست اتنی گہر ہو، قبر تیری ہو لاش میری ہو

بہادر عارہانی بلوچ-گھوٹکی

GN، کھڈیاں خاص کے نام

اے خدا اپنے پاس میری امانت رکھنا
رہتی دنیا تک اس کو سلامت رکھنا

فاریہ تبسم-ٹھینگ موڑ

این، کنگن پور کے نام

جسے دل میں بسایا زندگی بھر جس کی پوجا کی
اس بت کو عموماً بے وفا محسوس کرتے ہیں

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

این، کنگن پور کے نام

کچھ یاد کر کے آنکھ سے آنسو نکل پڑے
مدت کے بعد گزرے جو اس گلی سے ہم

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

تمام دوستوں اور رائٹرز کے نام

زندگی کی الجھنوں نے چھین لئے ہیں مجھ سے میری شرارتیں
اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت بدل گیا ہوں میں
عدنان خان-ڈی آئی خان

Z، سرگودھا کے نام

کچھ یادیں یاد رکھنا، کچھ باتیں یاد رکھنا
عمر بھر ساتھ رہنا کوئی مشکل ہے، ہم ساتھ رہے کبھی بس یہی یاد رکھنا
لعل شاہ رخ خان-کرک

شہزادہ عالمگیر، لاہور کے نام

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کر دیا
عدنان خان-ڈی آئی خان

محمد وارث آصف، واں بھچراں کے نام

مجھے تجھ سے جدا رکھتا ہے اور دکھ نہیں ہوتا
میرے اندر تیرے جیسا یہ آخر کون رہتا ہے
عدنان خان-ڈی آئی خان

ایم آئی، ڈی آئی خان کے نام

کرتے ہیں میری خامیوں کے تذکرے کچھ اس طرح
اپنے عمل میں فرشتے ہوں جیسے لوگ
عدنان خان-ڈی آئی خان

منیر سحری، کراچی کے نام

جو لگ چکی ہے گرہ دل میں کھل نہیں سکتی
تو لاکھ ملتا رہے ہم سے دوستوں کی طرح
عدنان خان-ڈی آئی خان

کسی دل میں رہنے والے کے نام

تنہا سمجھ رہا ہے میرے دل کو چارہ گر
دنیا بسی ہے اس میں کسی کے خیال کی
عدنان خان-ڈی آئی خان

ارسلان عابد، ملتان کے نام

نہ ڈھونڈ میری محبت کو دنیا کے ہجوم میں ارسلان
حقیقت تو یہ ہے وفا کرنے والے اکثر تنہا ہوا کرتے ہیں
راجہ کامران کمانڈو-کسووال

راجہ کمہاری، سرگودھا کے نام

کہاں تلاش کرو گے تم مجھ جیسے شخص کو
جو تمہارے ستم بھی سہے اور تجھ سے محبت بھی کرے۔
اسد شہزاد-گوجرہ

شانی، عامر-مندرہ کے نام

عجیب شام گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
تیری اداس گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
بہت کٹھن ہے میری جان ہجر کا موسم
جدائی بول پڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
ایم عمیر مظہر سنی-تبکیاں

کھڈیاں خاص کے کسی اپنے کے نام

خدا نے اگر یہ رشتہ بنایا نہ ہوتا
ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملایا نہ ہوتا
زندگی رہ جاتی ادھوری ہماری
اگر ہم نے آپ جیسا دوست پایا نہ ہوتا
عمر دراز-کھڈیاں خاص

Z، سرگودھا کے نام

تو اپنے فن سے میری چاہت کو آزما کے دیکھ
میں ٹوٹتا ہوں تو پھر سے مجھے بنا کے دیکھ
تجھے تو میں نے ہمیشہ منایا ہے لیکن دوست
میں آج روٹھ چلا ہوں مجھے منا کے دیکھ
لعل شاہ رخ خان-کرک

رئیس ارشد سعودی عرب کے نام

وہ رخصت ہوا تو ہاتھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے وہ ابھی لوٹ آئے گا
کیونکہ وہ جلتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا
رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

نواب شاہ کے نام

نجانے اتنی محبت کہاں سے آ گئی تمہارے لئے دل میں
کہ میرا دل ہی تمہاری خاطر مجھ سے روٹھ جاتا ہے
عمران فنا-بلوچستان

مجھے یہ شعر پسند ہے

پلٹ کر بھی نہ دیکھو نہ آواز دو مجھ کو پریم
بڑی مشکل سے سیکھا ہے کسی کو الوداع کہنا
عدنان عاشق پریم۔گوجر خان

وہ مجھ سے بچھڑ کر خوش ہے تو اسے خوش رہنے دو
وہ میرے ساتھ رہ کر اداس رہے مجھے اچھا نہیں لگتا
مراد جان۔اٹک

جو نشہ تیری آنکھ میں ہے وہ کسی شراب میں نہیں
جو مہک تیرے ہونٹوں کی پتیوں میں ہے وہ کسی گلاب میں نہیں
سیّد عارف شاہ۔جہلم شہر

شمشیر ہے میرے وطن کا ہر جوان خدا اسلامت رکھے میرے گھر کو
کاروان راتوں کو جلتے ہوئے یہ چراغ ہیں
میرے گائے ہوئے وطن کے میٹھے راگ ہیں
بہادر عاربانی۔گھوٹکی

غم نہ کر وہ تجھے بھول نہیں سکتا طاہری
جب بھی تنہا ہو گا تجھے یاد ضرور کرے گا
طاہر محمود طاہری۔اسلام آباد

اے پھول یہ پھول میرے پھول کو دینا
کہنا یہ پھول تیری کلی نے بھیجا ہے
نادیہ تبسم۔ٹھینگ موڑ

نہ یوں دیکھو سمندر کو خدارا ٹکٹکی باندھے
ترس کھاؤ سمندر پہ سمندر ڈوب جائے گا
عبدالوحید بندیال۔کراچی

جب اتنی بے وفائی پر دل اس کو پیار کرتا ہے
خداوندا! اگر وہ باوفا ہوتا تو کیا ہوتا
محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

میں نے غم کا لباس پہنا ہے، بس یہی زندگی کا گہنا ہے
ہے تقاضا میری وفاؤں کا، پتھروں کو گلاب کہنا ہے
محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

کہاں تلاش کرو گے تم مجھ جیسے شخص کو اسد
جو تمہارے ستم بھی سہے اور تم سے محبت بھی کرے
اسد شہزاد۔گوجرہ

توڑ دیئے میں نے گھر کے سبھی آئینے
پیار میں ہارے ہوئے لوگ مجھ سے دیکھے نہیں جاتے
عدنان خان۔ڈیرہ اسماعیل خان

عبادت رسم دنیا تھی چلے آتے تو کیا ہوتا
تمہارے پوچھ لینے سے نہ ہم جیتے نہ مرتے
عدنان خان۔ڈی آئی خان

اک تیرے نام سے بدنام ہوئی ہے دنیا
زندگی کیا تیرا نام نہ بدلا جائے
عدنان خان۔ڈی آئی خان

بانہوں میں آ سکا نہ حویلی کا ایک ستون
پتلی میں میری آنکھ کی صحرا سمٹ گیا
عدنان خان۔ڈی آئی خان

ڈھونڈا کرو گے اک روز میرے خلوص کو اے دوست
سو جائیں گے کسی روز ہم زمین اوڑھ کر
عدنان خان۔ڈی آئی خان

کوئی تھا جو میرے ہجر میں سما گیا یوں ہی درد
میرے عشق کی ڈولی تو دیکھو وہ کسی اور کی ہو گئی
راجہ کامران کمانڈو۔کسووال

تیری بے رخی کا شکوہ کس سے کروں
یہاں ہر شخص تجھے میرا سمجھتا تھا
اسد شہزاد۔گوجرہ

انداز بیاں نہیں ہے گرچہ بہت شوخ
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات
ایم عمیر مظہر سنی۔تبکیاں

بے وفا صنم تیرا غم بھی سلیقے سے اٹھاتا ہوں
کہ دل ہی دل میں روتا ہوں بظاہر مسکراتا ہوں
محمد اسحاق انجم۔کنگن پور

جو کبھی خوشیوں کا گہوارہ تھا یہ آنگن
اب وہاں مایوسیوں نے ڈیرے ڈال لئے ہیں
محمد واصف۔واہ کینٹ

کون کہتا ہے نفرتوں میں درد ہے محسن

کچھ محبتیں بھی بڑی اذیت ناک ہوتی ہیں
✪............ فروا اختر خان-ملتان

وہ خواب میں آنے کا وعدہ کر گئے
ہم خوشی میں رات بھر نہ سو سکے
✪............ غلام نبی نوری-کھڈیاں خاص

غضب کی داستان ہے جس سے مرضی سن لو
اس عشق نے قسم کھائی ہے چین لوٹنے کی
✪............ لعل شاہ رخ خان-کرک

نجانے کیوں وہ لوگ چپکے سے دل میں اتر جاتے ہیں چاہت
جن سے قسمت کے ستارے نہیں ملتے ہیں
✪............ نامعلوم-فیصل آباد

مجھ کو پانا ہے تو پھر مجھ میں اتر کر دیکھو چاہت
یوں کنارے سے سمندر پایا نہیں جاتا
✪............ رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسو آنہ بنگلہ

بس ایک ہی تبسم پر لٹا دیتے عمر چاہت
ہم جیسے غنی سے کم کم نہ ملا کر
✪............ رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسو آنہ بنگلہ

کہیں تم بھی نہ بن جانا مضمون کسی کتاب کا
لوگ بڑے شوق سے پھاڑتے ہیں کہانیاں بنام وفاؤں کی
✪............ اسد شہزاد-گوجرہ

کون دیکھتا ہے اب کسی کو سیرت اخلاق کی نظر سے
صرف خوبصورتی کو پوجتے ہیں نئے زمانے کے لوگ
✪............ اسد شہزاد-گوجرہ

تجھے محبت کرتا ہوں تیری جان لے لوں گا
اگر ان جھیل آنکھوں کو ذرا پرنم کیا تم نے
✪............ اسد شہزاد-گوجرہ

ترس گئے ہم کچھ سننے کو لب سے تیرے اے دوست
پیار کی بات نہ سہی کوئی شکایت ہی کر دو
✪............ اسد شہزاد-گوجرہ

سچ ہی کہا تھا کسی نے تنہا جینا سیکھ لیں
دوستی جتنی بھی سچی کیوں نہ ہو رہنا تنہا ہی پڑتا ہے
✪............ بلقیس خان عرف بلو

کچھ وقت کی روانی نے ہمیں یوں بدل دیا ہادی
وفا پر اب بھی قائم ہیں لیکن محبت چھوڑ دی ہم نے
✪............ حماد ظفر ہادی-گوجرہ

کبھی رات کو سونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
کچھ پا کر کھونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
قدم قدم پر دنیا ستم کرے گی بہت
کسی بات پہ رونے سے پہلے مجھے یاد کرنا
✪............ حسن رضا-رکن سٹی

میں تمہیں پڑھ کر کسی اور کو کیوں چاہوں گی
تمہی پہ ختم ہے قصہ میری چاہت کا
✪............ نیلم شہزادی-فتہ بھنڈ

کچھ لوگ دیکھتے ہی روٹھ جاتے ہیں
کچھ لوگ دیکھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں
✪............ محمد لقمان اعوان-سریانوالہ

میں نے یہ سوچ کر بوئے نہیں خوابوں کے درخت
کون صحرا میں لگے پیڑ کو پانی دے گا
✪............ محمد اقبال رحمن-سہیکی بالا

یہ چند آنسو یہ چند آہیں سوا اس کے ملا ہی کیا ہے
زمانہ ہم سے کیا چھین لے گا، کسی نے ہم کو دیا ہے کیا ہے
✪............ فضل شہزاد بلوچ-تربت

یوں تو پتھر کی بھی تقدیر بدل سکتی ہے
شرط یہ ہے کہ اسے دل سے تراش جائے
کسی کے غم کو کہاں تک میں اپنے پاس رکھوں
یہ جس کا ہو وہ نشانی بتا کے لے جائے
✪............ عبدالغفار تبسم-پتوکی

تیری راہوں میں ہم بچھے ہیں
کئی صدیوں سے بہار بن کر
کبھی تم بھی تو جل کر دیکھ
ہم پتھر تھے کس قدر موم بن گئے ہیں
✪............ عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

بہت اٹھائے تھے جس کے ناز ہم نے زمانے میں
رضا ہم کو تنہا دیکھ کر وہ رستہ بدل گیا
✪............ اے ڈی ناز-ساہیوال

بس اپنے ارمانوں کی تصویر بنانے کے لئے
ہم نے تو پیار کیا ہے صرف آنسو بہانے کے لئے
✪............ واصف علی-بھریا روڈ

انجام محبت سے اپنا گھر چھوڑ دیا فراز
ورنہ یہ عمر پردیس کے قابل نہی تھی
✪............ نعیم شہزاد-بورے والہ

***

افضال عباسی۔راولپنڈی
وہ جن کے رخسار پہ ہمارے ہونٹوں کے نشان ہے وہی
اب انہیں بھی ہم سے ملنے میں حیا آتی ہے

افضال عباسی۔راولپنڈی
کوئی ہمیں سمجھے نہ سمجھے ہم خود کو سمجھ گئے
دوستوں کی خوشی کے لئے ان کی زندگی کی راہ سے ہٹا گئے

A.H.C۔سیت پور
غلطی ہوئے کہ اس کو جان سے بھ زیادہ چاہنے لگے احمد
کیا پتہ تھا میرا اتنا پیار اس سے بے وفا بنا دے گا

تنویر احمد......۔کوہاٹ
ہم سے بے وفائی کی انتہا کیا پوچھتے ہو اے ناز
وہ ہم سے پیار سیکھتا رہا کسی اور کے لئے

ثقلین ساجد
وہ رات بھر کرتا رہا کسی غیر سے باتیں ناز
اور مجھے کہتا ہے کہ میں مر جاؤں گا تیرے بغیر

ثقلین ساجد
ان بادلوں کا میرے یار سے بڑا ملتا جلتا مزاج ہے ناز
کبھی ٹوٹ کر برس گئے ابھی بے رخی سے گزر گئے

ثقلین ساجد
تمہارے بعد ہر منظر مجھے بے رنگ لگتا ہے
یہ آنکھیں چھین لو یا اپنی بینائی مجھے دے دو

ایس امتیاز احمد۔کراچی
ہم نے خود میں تم کو پرویا ہے ایک تسبیح کی طرح دوست
اگر ہم ٹوٹے تو بکھر تم بھی جاؤ گے

افضال عباسی۔راولپنڈی
یہ سوچ کر پلکوں میں چھپا لیتا ہوں آنسو
گر کر یہ میری آنکھوں سے بے گھر نہ ہو جائیں

راجہ ذوالفقرنین خان۔کراچی
روز روتے ہوئے کہتے ہے زندگی مجھ سے
صرف اک شخص کی ہار مجھے برباد نہ کر

طراب علی۔لاڑکانہ
جب دل دیا تھا کاوش نے جب دور چلا تھا گاؤں سے
اک ہوش کی ساعت کٹے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئے

شوکت خاں۔گلگت
حقارت کی نظر سے نہ دیکھو الفت طوفان کو کاوش
کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کنارے ڈوب جاتے ہیں

شوکت رشید خیالی۔ہنزہ نگر
عجب تماشائے عشق دیکھا الٰہی تیری دنیا یں
تیرے ہی اک بندے نے تیری یاد سے غافل کر دیا

احمد فراز کلیم۔ایبٹ آباد
کچھ محبت کا نشہ تھا پہلے اس دل کو ساقی
پھر دل جو ٹوٹا تو نشے سے ہی محبت ہو گئی

محمد وقاص احمد حیدری۔سہنگل آباد
میں جتنا آج اسے چہتا ہوں کل بھی اتنا ہی چاہوں گا چاہت
وہ تو پاگل ہے روز روٹھ جاتا ہے مجھے آزمانے کے لئے

رائے عیس ولی چاہت۔اڈا جسوآنہ بنگلہ
تیرے جانے کیبعد صرف اتنا سا گلہ رہا ہم کو چاہت
تو پلٹ کر دیکھ لیتا تو زندگی تیرے انتظار میں گزر جاتی

رائے عیس ولی چاہت۔اڈا جسوآنہ بنگلہ
کہیں تنہا نہ کر دے تجھے مصروف رہنے کا شوق ساجن
جب دن ڈھلے تو کسی کا حال دل پوچھ لیا کرو

فرحت ساجن۔خوشاب
آغاز سفر میری زندگی کا بس اتنا سا ہے سحر
کبھی وہ تو کبھی ہم بچھڑ بہت ہیں

بابر علی سحر۔سمندری
سنگدل ہے تو بہت بے رحم ہے سحر
وہ دنیا ہی چھوڑ گیا، تیرے جانے کے بعد

بابر علی سحر۔سمندری
ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے محرم سے مجرم بنا دیا

تنویر احمد۔کوہاٹ
محبت کی حقیقت سے ہم خوب واقف تھے دوست
بس یوں ہی ذرا سا شوق تھا زندگی برباد کرنے کا

افضال عباسی۔راولپنڈی
بے وجہ نہیں روتا عشق میں کوئی اے دوست
جس سے خود سے بڑھ کے چاہو وہ رلاتا ضرور ہے

تنویر احمد خان۔کوہاٹ
وقت نور کو بے نور کر دیتا ہے، تھوڑا سا زخم دل کو چور کر دیتا ہے
کون چاہتا ہے اپنوں کے دور ہونا احمد، پر وقت سب کو مجبور کر دیتا ہے

تنویر احمد خان۔کوہاٹ
لوگ تو کہتے رہیں مگر ہم ہم حد سے غافل نکلے
دیا تھا خون جس کو اپنے جگر کا وہی لوگ بے وفا نکلے

خرم شہزاد-لاہور
چراغوں میں اگر اتنا نور نہ ہوتا، تو دل اتنا مجبور نہ ہوتا
قسم سے ہم آپ سے ملنے روز آتے، اگر آپ کا آشیانہ اتنا دور نہ ہوتا
ہانیہ گوہر-ملتان
میری زیست میں اک ایسا شخص بھی ہے
کہ وہ میری زندگی ہے اور میں اس کا ایک لمحہ بھی نہیں
ہانیہ-ملتان کینٹ
دسمبر کی ٹھنڈی راتوں میں جب تنہا روتی ہوں
تیری یاد آ جاتی ہے دوستی کے لئے
مس فوزیہ کنول-کنگن پور
تعجب ہے تیری گہری محبت پہ غالب
وہ تیری روح میں بسا ہے اور تو اس کا وہم گمان میں بھی نہیں
اختر علی-مانیری صوابی
شخص جسے نیند ہی نہ آتی تھی میری گد کے بغیر
آج راستے میں ملا تو پہچان ہی نہ سکا
مبشر علی-گوجرہ
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
عدنان خان-ڈی آئی خان
میری محبت کا اس طرح مذاق نہ بنا ایس
کہ تیری آنکھیں ترس جائیں مجھے تنہا دیکھنے کو
رئیس ارشد-خان بیلہ
خدا کے واسطے اب بے رخی سے کام نہ لے
تڑپ کے پھر کوئی دامن کو تیرے تھام نہ لے
زمانے بھر میں چرچے مری تباہی کے
میں ڈر رہی ہوں کہیں کوئی تیرا نام نہ لے۔
یاسمین سلیم قادری
قدم قدم پہ تیری آہٹوں کا ڈیرا ہے
مگر نظر فقط شب زدہ سویرا ہے
تہی تہی سے مناظر ہیں گرد گرد فضا
متاع عمر وہی اک خواب تیرا ہے
یاسمین سلیم قادری-کراچی
مسجد میں بیٹھا ہوں ہاتھ میں قرآن ہے
ملنے کو دل کرتا ہے مگر میرا یہ امتحان ہے۔
وسیم اینڈ ابرار-گگومنڈی
ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا
ایس امتیاز احمد-کراچی
بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
ایس امتیاز احمد-کراچی
ہزاروں پھول توڑے ایک پھول نہ توڑا گلاب کا
بہت نجام بھولے ایک نام نہ بھولا آپ کا
وسیم اینڈ ابرار-گگومنڈی
اس نے کہا، یہی رکو، میں ابھی آیا مگر
وہ آیا اور نہ شراب چھوڑی ہم نے
شفقت علی سحر-سمندری
جب سے چھوا ہے میں نے تیری زلفوں کو سحر
قسم سے خوشبو اب آتی نہیں کی پھول سے مجھے
شفقت علی-سمندری
اب تو ظالم ہی بن جاؤ و اچھا ہے فراز
تیرا نرم لہجے سے ڈسنا ہم کو اچھا نہیں لگتا
ملک قمر رمضان-پپلاں شریف
سجدوں کے عوض فردوس ملے یہ بات مجھے منظور نہیں
بے لوث عبادت کرتا ہوں، بندہ ہوں تیرا مزدور نہیں
ایم ذاکر تی-مانسہرہ
ہائے وہ لمحہ کہ جب تجھ سے شناسائی ہوئی
پھر جو ہونی تھی میری جان وہ رسوائی ہوئی
اپنی ناکام محبت کا یوں چرچا نہ کرو
زخم بڑھ جائے گا اس کی پذیرائی ہوئی
نعمان-لاہور
تو کبھی واجد دنیا سے بیزار ہو جانے گر
دل یہ چاہے کہ بانہوں میں سلا لوں تجھ کو
پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی
بھول کر بھی محبت کے جنگل میں نہ آنا ساجد
یہاں سانپ نہیں انسان ڈسا کرتے ہیں
ساجد علی-گگومنڈی
نہ آتی جوانی نہ ہم دل لگاتے
نہ ہوتی محبت نہ آنسو بہاتے
ابرار احمد-گگومنڈی
دل میں خدا کا ہونا لازم ہے دوست
سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی

آپ کے خطوط

امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے خدا سب کو ہمیشہ خوش رکھے آمین دسمبر اور جنوری کے شمارے مل چکے ہیں مگر ابھی تک چند ایک اشعار اور پھول کلیاں وغیرہ کے سوا کچھ نہ پڑھ سکی کیونکہ میں سائنس سٹوڈنٹ ہوں اور وقت نہیں ملتا ہے پیپرز بہت قریب ہیں اور مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میرا یہ خط اس وقت شامل اشاعت ہوگا جب میں فرسٹ ائیر میں ہوں براہ کرم ایڈیٹر صاحب میرے خط کو شائع کر دینا۔ اور رسالے کے آخر میں جواب عرض کا اشتہار لگانا بند کر دیں ہمیں اپنے ملک کو ترقی اور فروغ دین ہے نا کہ کسی دشمن ملک کو اور رائٹر حضرات سے بھی گزارش ہے کہ ہندی زبان کا استعمال مت کیا کریں اور کہانیوں میں بے ہودہ مکالمے بازی سے گریز کریں خوفناک کے ٹائٹل پر وہ ٹیڑھی زبان والا جن چار ماہ سے مسلسل آ رہا ہے اب کسی سیدھی زبان والے کو آنے کا موقع دیں اور لڑکی کا بڑا سا چہرہ ہٹا کر ٹائٹل کو خوفناک بنائیں یہ میری چند تجاویز ہیں مجھے معلوم ہے کہ آپ ہماری آرا کی قدر کرتے ہیں امید ہے آپ ان پر بھی غور فرمائیں گے اور رائٹر حضرات کے ساتھ ساتھ قارئین کرام بھی مجھ سے متفق ہوں گے اقرا راحیل صاحبہ کو بہت بہت مبارک باد نئی زندگی کی شروعات پر خدا کرے آپ کو ہر راستہ پھولوں سے سجا ہوا ملے اور ہمارے بھائی راحیل صاحب کو بھی آپ کی سنگت میں خوشیاں عطا فرمائے۔ آمین۔ اشعار میں مجھے اسد شہزاد بھائی عائشہ رحم لقمان حسن ممریز بشیر گوندل محمد علی چھتر و آزاد کشمیر اور مسز زبیر صائم کے اشعار اچھے لگے تھے بلکہ بہت ہی اچھے تھے ساحل دعا بخاری صاحبہ اپنے ناک کی طرح آپ کی تحریریں بھی بے حد اچھی ہوتی ہیں اچھا اب میں بشرط زندگی فرصت سے ملیں گے ابھی میری فرکس میری جان کو رو رہی ہے میں اسے پڑھوں گی۔ خدا حافظ۔

ربیعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

میری طرف سے میرے سب دوستوں کو نیا سال مبارک۔ کچھ دن پہلے خوفناک ڈائجسٹ سے ملاقات ہوئی کافی عرصہ بعد ملاقات ہونے سے بہت خوشی ہوئی امید ہے دوبارہ خوفناک ڈائجسٹ اور آپ سب خوش آمدید کہیں گے۔ جنوری کا شمارہ طلسمی ٹوپی نمبر ملا ٹائٹل کوئی خاص نہیں تھا خوفناک آدمی نے اس ڈائن کو ٹھیک طریقے سے حلال کیا تھا اس کا ثبوت اس ڈائن کی منہ سے نکلی زبان تھی۔ نیا سال اور ریاض احمد صاحب کی نئی کاوش تلاش عشق نے کچھ متاثر کیا باقی چودہ دسمبر این اے کاوشکی اچھی کوشش تھی لیکن کہانی میں کچھ کچھ کمی تھی الفاظ اور واقعات کی کمی محسوس ہو رہی تھی موت کی دستک کہانی نام سے تو اچھی لگ رہی تھی پر اندر سے بس بے معنی الفاظ ہی تھی ساحل دعا بخاری جی آپ کو بہت محنت کرنا ہوگی۔ ممی کا انتقام کہانی کم اور معلومات زیادہ تھیں یہ کہانی معلومات کے خزانے کے عنوان سے شائع کرنی چاہیے تھی۔ عاشق ڈائن اور نفس کے پجاری اچھی کاوش تھی ایک

کہانیوں کو خوفناک میں جگہ ملنی چاہیے لیکن لال چشمہ ہوس اور طلسمی ٹوپی بچوں والی کہانیاں تھیں یہ وقت ضائع اور ڈائجسٹ کی عزت کو کم کرنیوالی کہانیاں تھیں جب میں نے ڈائجسٹ میں لکھنا چھوڑا تھا تو اس وقت خوفناک کا معیار بہت بلند تھا لیکن اب بہت کم ہو چکا ہے پرانے رائٹروں کو آپ نے ناراض کر دیا تھا ذکا اللہ قریشی اور ڈائجسٹوں میں لکھ رہا ہے یہ خوفناک میں نہیں لکھ رہا آخر کیوں خالد شاہان لکھ رہا ہے اور نہ عمران رشید اور رابی خان ان سب کو واپس لانا چاہیے۔ اس خط کے علاوہ ایک کہانی بڑی سزا کے عنوان سے ارسال کر رہا ہوں امید ہے کہ پسند آئے گی دوبارہ حاضری کا موقع مل جائے گا کہانی پسند آئی تو اور بھی کہانیاں ارسال کروں گا پچھلے چند سال مجھ پر قیامت ہو کر گزرا جس کی وجہ سے میرا دل ٹوٹ گیا ہے اور میں نے لکھنا چھوڑ دیا تھا میرے بہت ہی پیارے ایک حادثے میں مجھ سے چھن گئے اور میں اندر سے مکمل طور پر ٹوٹ گیا تھا ایک کافی عرصہ بعد خود کو زندگی کی راہ پر لے کر آ رہا ہوں امید ہے کہ آپ بھی میری مدد کریں گے تا کہ میں غموں کو بھول سکوں اور پھر سے کچھ نہ کچھ آپ کے ڈائجسٹ کے لیے لکھ سکوں امید ہے میری کاوش کے علاوہ میری شاعری اور ٹوٹے ہوئے دل کی آواز بھی شامل کریں گے۔

پھول اور کانٹے جدا نہیں ہوتے۔۔۔ غم ملتے ہیں تو پھر وہ یوں کم نہیں ہوتے۔

عابد علی جعفری۔ کندیاں

خوفناک ڈائجسٹ جنوری راجہ بازار راولپنڈی سے لیا خوفناک اس بار اپنی مثال آپ تھا ریاض احمد کی تلاش عشق بہت انٹرسٹنگ تھی اگلی قسط کا انتظار رہے گا اور ان سے کال پر بات کر کے بہت اچھا لگا تھا چودہ دسمبر این اے کاوش راہ حق کے مسافر کامران شکیل عاشق ڈائن فیصل شہزاد ممی کا انتقام امتیاز احمد لال چشمہ نامعلوم پراسرار حویلی سونیا لطیف خوابوں کی دشمن ایم عاصم ملک آپ سب کی کہانیاں بیگانہ تھیں جسے کوئی بچوں کی سٹوری ہو خدا آپ کی قلم میں اور درستگی دے نفس کے پجاری انیلہ غزل ہمیشہ کی طرح اچھی سٹوری موت کی منزل آپ کی آخری قسط کا مزہ آ گیا طلسمی ٹوپی محمد ذاکر ہلاں آزاد کشمیر آپ کی کہانی کا مزہ آیا یہ جنون منزل عشق ہے فروا خان آپ کی سٹوری پسند آئی آپ کو یہ سٹوری جواب عرض میں لکھنی چاہیے تھی میری فیورٹ رائٹر ساحل دعا بخاری اینڈ قم قم نشاد موت کی دستک ایک اچھی اور معیاری کہانی تھی آپ کی کہانی پڑھ کر میں نے لکھنا شروع کیا تھا آپ کی سٹوری سبق آموز بھی پڑھ کر مزا آیا میں بھی فی الحال اپنی جاب کے سلسلہ میں فتح جنگ میں مقیم ہوں اس کے خط بہت تھوڑے شائع ہوئے پلیز خط زیادہ شائع کیا کریں۔

اسد شہزاد گوجرہ منڈی بہاؤالدین۔

خوفناک ڈائجسٹ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بہت ہی زبردست تھا عمران رشید انکل اور لقمان بھائی کی سٹوری نہ پا کر بہت افسوس ہوا پلیز آپ ریگولر لکھا کریں آپ دونوں ویری بیسٹ رائٹر ہیں اس بار سٹوریز میں شیطانی چال پھانسی ناگ کا انتقام اور انجام مسافر زبردست تھیں شعر اور غزلیں بہت بہت اچھی تھیں خطوط کی محفل میں کامران شکیل بھائی کا اپنی سٹوری میں نام کے بجائے نامعلوم پڑھ کر دکھ کا اظہار کرنا اچھا لگا تھا کامران بھائی کوئی بات نہیں کبھی کبھی تو ایسا بھی ہو جاتا ہے یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں لیکن پھر بھی ہم بھی آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں وارث آصف نے مایہ کال سٹوری کا نام عمران رشید کی سٹوری مایہ کال سے نقل کیا ہے یہ

سٹوری رائٹر پر تنقید اور الزام تراشی کرنے والا خود کتنے پانی میں ہے لیٹر اور سٹوریز پڑھ کر باخوبی پتہ چلتا ہے وارث آصف جو جتنی مرضی اڑان اڑلے وہ گرتا ہمیشہ زمین پر ہی ہے ہر کسی پر تنقید کرنا چھوڑ دیں سستی شہرت کیش کرانے کے لیے یہ رستہ ٹھیک نہیں ہے۔

ام ہانی پیرزادہ منڈی بہاؤ الدین۔

سال نو کا شمارہ ہمارے سامنے ہے دلفریب ٹائٹل کیساتھ تمام تر سلسلے خوب رہے بڑے دنوں بعد سرکار کی نظر پڑی اور ہمارا آرٹیکلز خوفناک کی زینت بنا۔ شکریہ۔ غزلیں اور مراسلے نہ لگ سکے جھلکیاں میں ہماری سٹوری کا نام ہے پر ہمارا نام کی جگہ احسن فیاض کا نام ہے جبکہ صفحہ ۷۴ پر ہماری سٹوری ممی کا انتقام ہے پر ہمارا نہیں۔ پلیز دیکھئے گا مزید میٹر آپکے پاس پہنچ چکا ہے اس کی اشاعت کا انتظار ہے۔ خوفناک ڈائجسٹ کے تما خوبصورت لکھنے والے رائٹرز اور تمام خوبصورت پڑھنے والے وویوز کو سلام۔

ایس امتیاز احمد کراچی۔

خوفناک رسالے کے لیے یہ میرا پہلا لیٹر ہے اگر میری حوصلہ افزائی ہوئی تو انشاء اللہ پھر حاضر ہوں گے خوفناک ایک بہت اچھا رسالہ ہے میں پہلے تو پڑھتی تھی لیکن تقریباً سال کے بعد اب دوبارہ خریدا ہے اب ضرور ہر شمارہ پڑھوں گی اب تو کوئی ایک نیو رائٹر آچکے ہیں بھائی عمران رشید کا اب کوئی ذکر ہی کرتا ہے آپی کشور کرن تو خوفناک میں بھی نظر آرہی ہیں اور جواب عرض میں تو کمال کا لکھ رہی ہیں۔ اب تو خوفناک رسالے میں اور خطوط میں ایک ہی نام بار بار پڑھنے کو مل رہا ہے ہر خط میں انکا ہی ذکر ہے تو ہم بھی اپنے خط میں ان کا ہی ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو خوشیاں ہی خوشیاں دے تو وہ ہیں قم قم نشاد صاحبہ احساس ندامت زبردست سٹوری تھی باقی سٹوریاں دسمبر ٹیسٹ کی وجہ سے پڑھی ہی نہیں اس لیے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی خوفناک کے قارئین اور سٹاف کو بہت سلام۔

مصباح کریم میواتی پتوکی۔

سب سے پہلے خوفناک ڈائجسٹ کے سارے سٹاف اور قارئین کو نئے سال کی مبارک باد قبول ہو اللہ پاک سے دعا ہے یہ سال نہ صرف خوفناک ڈائجسٹ کے لیے بلکہ سارے امت مسلمہ کے لیے کامیابی و ترقی کی راہ پر گامزن کردے کہانیوں کی فہرست پر نظر پڑی تو سب سے پہلے ہمیں جادو کے سات روپ موت کی منزل حسین آتما اور گل پری بہت اچھی لگی ہم خوفناک ڈائجسٹ کی محفل میں پہلی مرتبہ شریک ہو رہے ہیں امید ہے کہ آپ ہمیں خوفناک ڈائجسٹ میں ضرور جگہ دیں گے ہم چار دوست ہیں جو خوفناک کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں فلک شیر۔ ماجد اقبال۔ ظفر ایس اے۔ محمد نادر شاہ۔ ہم ایک ہی کلاس میں پڑھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ خوفناک کے تمام سٹاف سے چھوٹے ہیں کیونکہ ہم ابھی سکس کلاس میں پڑھتے ہیں ہماری عمریں بارہ سال ہوں گی ہم اپنی ایک کہانی خونی ریگستان بھیج رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ اسے ضرور شائع کریں گے۔ ہماری طرف سے سب قارئین اور رائٹرز کو سلام۔

محمد نادر شاہ۔ آرائین ایف ایس۔

کا نمبر نہیں تھا اب ہمارے پاس آپ کا نمبر آ چکا ہے آپ کی سٹوری تلاش عشق کی پہلی قسط بہت ہی پسند آئی ہے اگلی قسط کا انتظار رہے گا آج کل بھائی عمران رشید نظر نہیں آ رہے ہیں پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں اور بھی پرانے رائٹرز غائب ہیں اب تو کافی نیو رائٹرز آ چکے ہیں جن میں قم نشاد بھی شامل ہیں ہم بھی عنقریب ایک کہانی لکھ رہے ہیں عاشق ڈائن فیصل شہزاد کی بہت ہی اچھی سٹوری تھی انکو ہماری طرف سے مبارک باد قبول ہو میری پیاری دوست فرخندہ جبین سے گزارش ہے کہ وہ بھی کچھ لکھنا شروع کر دیں اور بھائی ندیم عباس میواتی سے گزارش ہے وہ بھی جلدی ہمارے لیٹر روانہ کیا کریں تمام قارئین کو اور سٹاف کو سلام۔

مصباح کریم میواتی۔ پتوکی۔

خوفناک ڈائجسٹ کے لیے یہ میرا دوسرا لیٹر ہے خوفناک بہت ہی اچھا جا رہا ہے لیکن کچھ پرانے رائٹرز غائب ہیں ریاض احمد صاحب کی تو قسط وار کہانی شروع ہو چکی ہے قسط اچھی لگی ہے تلاش عشق کی پھر چودہ دسمبر بھی اچھی کہانی تھی جو کہ این اے کاوش کی تھی انکو ہماری طرف سے مبارک باد قبول ہو پھر لال چشمہ اچھی لگی جو کہ نامعلوم لڑکی کی ہے عاشق ڈائن بھائی فیصل شہزاد کی طلسمی ٹوپی محمد ذاکر ہلاں آزاد کشمیر کی راہ حق کا مسافر کامران شکیل کی ممی کا انتقام فیاض کی پر اسرار حویلی سونیا لطیف کی اور باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں سب کو مبارک باد قبول ہو اشعار میں محمد اسحاق انجم کنگن پور عدنان عاشق کے اچھے لگے آپی کشور کرن آپ کی سٹوریاں ہم پڑھتے ہیں پر یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ پتوکی میں کس جگہ رہتی ہیں پلیز آپ ہمیں ضرور بتائیے گا انکل ریاض صاحب کے پاس ہمارا نمبر ہے۔ باقی سب کو سلام۔

محمد ندیم عباس میواتی۔ پتوکی۔

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے پر اسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں ریاض احمد کی نئی قسط تلاش عشق پڑھ کر مزہ آ گیا اب لگتا ہے کہ رسالہ میں پہلے والی رونق پھر سے ابھرنے لگے گی غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے

محمد سعد لاہور

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے پر اسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں جن جن رائٹروں نے اس شمارے میں اپنی قلموں کے جادو دکھائے سب کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو اور سب کو ہی سلام۔ غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے۔

محمد زید۔ لاہور۔

امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گے اور دور بسنے والے لوگ تو امیدیں ہی وابستہ کر سکتے ہیں خیر یہ سال بھی گزر گیا ماہ وسال دن رات مہینے گزرتے رہتے ہیں واپس بھی آتے رہتے ہیں بدلتے بھی رہتے ہیں بس جو دنیا سے گزر جاتے ہیں وہی لوگ کبھی پلٹ کر نہیں آتے اور ہم لوگ بدلتے موسم کی طرح ان کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں شہزادہ بھائی کو بہت سی دعائیں اور اب بات ہو جائے رسالے کی۔ ماہ جنوری کا خوفناک لیا دیکھا کھولا پڑھا سمجھا اور پھر کچھ یوں بیان کیا کہ جادوگر کا خواب تھا تو سہانا مگر نکلا بھیانک خواب مگر اچھا تھا بہار عمران قریشی زبردست معصوم شیطان خالد شاہان لوہار کہانی بہت اچھی تھی آخر آپ ہمارے ہم ذات جو ہوئے کہانی اچھی تو ہونی ہی تھی راکشا دیوی۔ میں نے پڑھی نہیں خوفناک حقیقت اسماء الرحمان زبردست ایک اور زندگی محمد فرید قریشی حسن مزاح کافی اچھے تھے آپ کی اور آئیڈیا۔ بھی کہ پیپر دینے کے بعد کسی حافظ قرآن کو ساتھ لے کر جانا چاہیے۔ نکلیس محمد ساحر جمیل میں آئندہ انتظار میں رہوں گی آپ کی کہانی کے آدھا چہرہ کشور کرن ویری گڈ من چلی رابی خان کہانی کی تو بس بس تھی مگر آپ حقیقت کا رنگ نہیں دیتی۔ جنون راؤ محمد یونس ناز راؤ صاحب ہم آپ کی کہانیوں پر تبصرہ کرنے جوگے ہیں ہی نہیں آدم خور دوشیزہ محمد اسد شہزاد مزہ آ گیا بھیانک خواب ریاض احمد واقعی ریاض بھائی کچھ اونچ وی راہواں اوکھیاں سن۔ کجھ گل وچ غم دا طوق وی سی کجھ شہر دے لوک وی ظالم سن۔ تے کجھ سانوں مرن دا شوق وی سی۔ پھول کلیاں بھی اچھی تھیں اور غزلوں میں کچھ غزلیں اچھی تھیں۔ شعر بھی ٹھیک تھے۔ خطوط نہیں تھے۔

فروری کا تو سارا رسالہ بجھا بجھا سا تھا اس میں بھی پتھروں کا دیس زبردست تھیں

ماہ مارچ کے رسالے پر بھی میں نے تبصرہ کیا تھا دشت جنون ریاض احمد بکھرتے گلاب ساحل دعا بخاری بکری حافظ کامران اندھیر نگری محمد ذاکر جن زادی عطا محمد بروہی بھیارات سب ہی بہت اچھی کہانیاں تھیں غزلو میں کافی غزلیں اچھی تھیں۔ خطوط بھی ٹھیک تھے۔ اور اشعار پرانے تھے۔

اپریل کا شمارہ لیا بہت زبردست کہانیاں تھیں اندھیر نگری محمد ذاکر بلاں کمال کر دیا آپ نے شارٹ کٹ محمد قیصر کالی وادی کا عفریت عثمان غنی قبر کا بیٹا کامران احمد زبردست کہانیاں تھیں املی کا پیڑ ابناس صادق خونی نہر محمد عارف بھیانک مخلوق قم قم نشاد اور کمال کی کہانی ایک تازہ حکایت تھی۔ ہر کہانی کا اپنا ن تاثر تھا باقی کالا جادو تو میں سٹارٹ بھی نہیں کی موت کی منزل شروع کی تھی اچھی لگی رہی بات غزلوں کی تو یار پتہ نہیں لوگوں کی پسند بھی کیسی ہوتی ہے بکواس ترین غزلیں اور شعر تھے۔

مئی کا شمارہ لیا فل ذلیل ہو کے رسالہ ملا مگر شکر ہے مل گیا قاتل حسینہ قم قم نشاد دھند کے پار ساحل دعا بخاری شیطان دیوتا۔ ایم ذاکر سنی حسن پری ریاض احمد درندے وارث آصف خان بے نیازی آوا گون نور محمد اسلم کاوش یہ ساری کہانیاں مزہ دے گئیں گنے چنے شعر اچھے تھے باقی سب کچھ بکواس ترین تھا کوئی بھی چیز نیو نہیں تھی غزلوں میں کچھ غزلیں اچھی تھیں میری اپنی بھی غزلیں تھیں وہ قارئین کو پتہ ہوگا کہ کیسی تھیں۔

یکم جون آیا اور بازار کے چکر لگانے لگی تمیں جون ہو گیا مگر مجھے رسالہ نہیں ملا پھر بائیس جولائی تک بازار کے چکر لگائے اور تب کہیں جا کر جولائی کا رسالہ ملا غلام سجاد بھائی غلط حرکت یہ کہانی نادیدہ کے نام سے اخبار جہاں میں شائع ہوئی تھی اور مجھے بہت پسند آئی تھی قم قم نشاد ضروری نہیں حسینا میں ہی بے وفا ہوں اچھی کہانی تھی آپکی موت کی منزل بھی اور دھند کے پار بھی اچھی جا رہی تھی۔ پر اسرار قبرستان خوشبو سلیم شیطانی طاقت محمد داؤد بے قرار روح ملک اسد یاسین آسیبی جال شہزاد پر اسرار بنگلہ ملک محمد رمضان زندہ لاش کامران شکیل یہ

تمام کہانیاں لاجواب تھیں خاص کر آسیبی جال شعر بھی اچھے تھے پھول اور کلیاں پڑھنے کا بہت مزہ آیا غزلوں میں کچھ غزلیں اچھی تھیں۔

اگست کا شمارہ لیا موت کی منزل بڑھ کر تو خود بخود جادو کا اثر ہونے لگا لگتا ہے دھند کے پار ساحل جی لگتا ہے کہ ہم بھی دھند میں گم ہو رہے ہیں بلحاظ جن پرنس کریم اتنی اچھی سٹوری گریٹ۔ یہ کیسی دوستی کشور کرن کہانی کا مزہ آیا کیونکہ کہانی میں لڑکی نہیں تھی درندہ اختر جمال آپ کی کہانی میں بھی لڑکی نہیں تھی مزہ آیا پڑھنے کا۔ شیطانی روح کا راز انجم بخاری حسن پری ریاض احمد انوکھا بندھن قم قم نشاد زبردست۔ غزلوں میں کچھ کچھ غزلیں اچھی تھیں۔ گلدستہ تو بہت ہی مزے کا تھا اشعار بھی اچھے تھے خطوط میں گرما گرمی دکھائی نہیں دے رہی تھی خیر تو ہے۔

ستمبر اور اکتوبر کا رسالہ مجھے ملا نہیں مگر لے لوں گی ڈھونڈ کے۔

ماہ نومبر کا رسالہ پندرہ نومبر کو ملا وہ بھی فل ذلیل ہو کر پہلے کی شائع شدہ میں کنواری ہوں اور جانباز وہ تو علیحدہ ہوئیں ناں۔ باقی موت کی منزل اور دھند کے پار زبردست تھیں جادو کے سات روپ میں پڑھی نہیں تھی سوچا دونوں قسطیں پوری ہو جائیں تو پڑھوں گی مگر دسمبر میں اگلا پارٹ تھا ہی نہیں سحرانہ آنکھیں عائشہ سحر کہانی کے اینڈ پر جو شعر تھا اس نے ٹھیک ٹھاک جان نکال دی طاقت حیدر علی دانش آدم خور کشور کرن بے رحم بدروح قم قم نشاد بوڑھی چڑیل کامران احمد بیسٹ پلان راؤ محمد یونس ناز یہ تمام کہانیاں زبردست تھیں تین غزلیں ہی اچھی لگیں شعر اور خطوط بھی ٹھیک تھے۔

دسمبر یہ تو ہمیں دو کو ہی مل گیا بھٹکتی روح عائشہ سحر اور در توبہ ساحل دعا بخاری عائشہ آپ ساحل کا اور ساحل مجھے اپنا رتو لگتی ہیں بالکل میرے جیسی فیلنگز اور انداز ہے ساحل کا وری گڈ بچیو۔ گل بانو پری زاہدا قبال۔ احساس ندامت قم قم نشاد اب تک آپ کہاں چھپی ہوئی تھیں غزلیں اشعار خطوط سب بہتر تھا۔ سیاہ سایہ محمد سلیم اختر حسین آتما کامران شکیل خونی مکھیاں انعام علی کالی ڈائن عدنان عاشق غزلیں یہ تمام کہانیاں اچھی تھیں سب کو نیا سال مبارک ہو اور پلیز میری سٹوریز شائع کریں نفس کے پجاری چاہت اور زندگی کے رنگ آپکی مہربانی ہوگی۔ زیادہ ذلیل نہ کریں۔

انیلہ غزل حافظ آباد۔

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر می کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔ میں خوفناک کی پرانی قاری ہوں اور میرا یہ پسندیدہ رسالہ ہے جب تک میں اس کو پڑھ نہیں لیتی ہوں مجھے چین نہیں آتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اس کے لیے کچھ لکھوں اور انشاء اللہ میں اس میں لکھوں گی بھی۔

سائرہ۔ جہلم۔

جنوری کا شمارہ پڑھنے کے بعد فروری کا شمارہ بھی زیر مطالعہ ہے۔ بہت اچھا لگ رہا ہے کہ روٹھے ہوئے ساتھی ایک ایک کر کے واپس آ رہے ہیں مجھے ان سب کا انتظار ہے اور مجھے یقین ہے کہ سب ہی کچھ دنوں میں اس میں لوٹ آئیں گے۔ شاہان صاحب ویلڈن اسی طرح لکھتے رہو۔ قم قم نشاد آپ نے خوفناک میں اپنا ایک مقام بنالیا ہے بہت اچھا لکھتی ہیں بس لکھتی جائیں اور ہو سکے تو قسط وار کہانی لکھیں کیونکہ آپ کے قلم میں نکھار آچکا ہے اور ایک اچھی رائٹر کے روپ میں ہم سب کے سامنے ہوں گی۔ اب رہی ساحل دعا بخاری کی تو انکی تحریری لاجواب ہوتی ہیں وہ بہت اچھا لکھتی ہیں ان کے لکھنے کا انداز بہت ہی سویٹ ہے۔ مقام کی عکاسی اس انداز سے کرتی ہیں کسی کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ یکدم کیا ہونے والا ہے۔ ایسا ہنر کسی کسی کے پاس ہوتا ہے۔ ویلڈن مبارک باد کے گلدستہ آپ کے لیے۔ آپ نے دھند کے پار کامیاب قسطیں لکھیں جو ہر کسی کو پسند آئیں اور کوشش کریں کے کہ کوئی مزید قسط وار کہانی لکھیں۔ باقی کاوش بھائی آپ کا شکریہ کہ آپ نے میرے بلانے پر حاضری دی اچھا لگا۔ اور بھی میرے ساتھی واپس آرہے ہیں جو مجھے خوشی ہو رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ خوفناک کی محفل میں وہی رونق پھر سے لوٹ آئے جو کبھی ہوتی تھی اور ہوتی جا رہی ہے ہر کوئی کوشش کر رہا ہے کہ اس کو نکھاردیں باقی میری طرف سے سب کو سلام خوشبو سلیم قادری اور یاسمین قادری کی تحریروں کا انتظار کر رہا ہوں نجانے وہ کب لکھتی ہیں۔ پلیز جہاں بھی ہو لوٹ آؤ۔

ریاض احمد باغبانپورہ لاہور۔

میں خوفناک ڈائجسٹ کی پرانی قاری ہوں لیکن لکھنے کا جنون آج تک سوار نہیں ہوا اسکی کیا وجہ ہے میں خود نہیں جانتی ہوں شاید میں لکھتے ہوئے ڈر جاتی ہوں یا پھر مجھ سے ویسا لکھا نہیں جاتا ہے جو میں لکھنا چاہتی ہوں مجھے خوفناک میں ایک رائٹر پسند ہے اس کی تحریر آتی ہے میں اڑتے ہوئے رسالہ خرید لاتی ہوں اور وہ رائٹر ہے ریاض احمد لاہور۔ ہاں جی میرے رس گلے بالاخرتم تلاش عشق کے ساتھ حاضر ہو گئے بہت ویٹ کرایا ہے مجھے۔ رس گلہ اس لیے کہا ہے کیونکہ آپ کی تحریروں میں بہت مٹھاس ہوتی ہے پڑھنے کا مزہ آتا ہے ڈر نہیں لگتا ہے میں تو اکثر راتوں کو سوچتی ہوں کہ آپ اتنا اچھا لکھ کیسے لیتے ہیں آپ کے ہاتھ میں ایسا کون سا جادو والا قلم ہے جو ہمیں اپنے سحر میں ڈبو لیتا ہے۔ حسن پری۔ جلتے ہاتھ۔ جلتا کفن۔ شیش ناگ۔ جل پری پراسرار آدمی۔ حور پری۔ کالا ناگ۔ ایسی کہانیوں کے آپ منصف ہو میرے رس گلے تم بہت بڑے رائٹر ہو میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور جس کے ساتھ کسی کی سچی دعائیں ہوں وہ بھلا کیسے کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ بس لکھے جاؤ تا کہ ہم آپ کی مٹھاس بھری تحریروں کے سحر میں ڈوبے رہیں۔ مجھے آپ کی تحریروں کا انتظار رہتا تھا اور رہے گا یوں سمجھ لیں کہ میں رسالہ آپ کی تحریروں کو دیکھ کر لیتی ہوں۔ آپ کے بغیر خوفناک مجھے پھیکا پھیکا لگتا ہے۔ آپ تو کنگ ہو ہاں واقعی میں آپ کنگ ہوں قارئین نے آپ کو یہ جو کنگ کا خطاب دیا ہوا غلط نہیں دیا ہے بالکل سچ دیا ہو۔ میں تو آپ کو خوفناک کا کنگ ہی کہوں گی۔ کیوں میرے رس گلے میرے لیٹر کو پڑھ کر غصہ تو نہیں آیا غصہ نہ کرنا غصہ کرنا اچھی بات نہیں ہوتی ہے باقی پھر دوبارہ میں حاضری دوں گی۔ امید ہے کہ میرے اس لیٹر کو اسی طرح شائع کیا جائے گا جو میں نے لکھا ہے اس میں سے کچھ بھی کاٹا نہیں جائیگا۔

ذلیہ۔ پتوکی۔

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے ریاض بھائی کی کہانی پڑھی ویلڈن ریاض بھائی ویلڈن۔ پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

غلام رسول پریمی۔ بجن سنگھ۔

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے ریاض احمد کی تلاش عشق کہانی پڑھی ریاض بھائی ایک بار پھر خوفناک میں چھا گئے ہو۔ پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

خالد شاہ۔ لاہور

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے تلاش عشق کہانی پڑھی جو اس شمارے کی سب سے بیسٹ سٹوری تھی۔ پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

سیف الرحمٰن زخمی۔ منگلا کینٹ۔

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے تلاش عشق پڑھ کر خود کو محظوظ کیا۔ پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس۔ چودہ دسمبر۔ موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ

خوفناک ڈائجسٹ نیو سال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے ریاض احمد کی کہانی تلاش عشق پڑھی اس کے بعد پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ ہوس

۔چودہ دسمبر۔موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

ارمان سنگم۔فیصل آباد۔

خوفناک ڈائجسٹ نیوسال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے تلاش عشق پڑھی ریاض احمد کی دوبارہ آمد پر ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ہوس۔چودہ دسمبر۔موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

عمر دراز آکاش۔ساہیوال۔

خوفناک ڈائجسٹ نیوسال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے تلاش عشق نئی قسط پڑھی بہت ہی مزا آیا۔پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ہوس۔چودہ دسمبر۔موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

قاسم ڈیرہ غازی خان۔

خوفناک ڈائجسٹ نیوسال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ہوس۔چودہ دسمبر۔موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی خوب اچھی تھیں اشعار بھی بہتر تھے لیکن خط اس شمارہ میں بہت ہی کم تھے رسالہ کی طرف اسی طرح توجہ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سارے روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجائیں گے اور پھر سے خوفناک کی محفل میں رونق ابھرنے لگے گی۔

اشرف زخمدل۔ننکانہ۔

خوفناک ڈائجسٹ نیوسال جنوری کا شمارہ ملا بہت ہی اچھا ٹائٹل تھا اسلامی صفحہ بھی اچھا تھا کہانیوں کی طرف سے پہلے تلاش عشق پڑھی ریاض بھائی ویلڈن۔پراسرار حویلی بہت اچھی لگی پھر نفس کے پجاری۔ہوس۔چودہ دسمبر۔موت کا منظر ممی کا انتقام رہ حق کا مسافر اور باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں بھی اچھی تھیں۔

طاہر الرحمن۔کراچی۔

خوفناک ڈائجسٹ
کوپن

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

پیغام (شعری شکل میں)

....
....
....
....

بھیجنے والے کا نام ومقام

نام ....

شہر ....

ماھنامہ
خوفناک ڈائجسٹ لاھور

یہ کوپن کاٹ کر اس پر شعر لکھ کر ہمیں ارسال کردیں

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

مجھے یہ شعر پسند ہے

____
____
____

مکمل پتہ ________________________
____